جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

افتخارِ پاکستان

رانا اعجاز احمد خان (ایڈووکیٹ)

سابق وزیرِ قانون

سابق وائس چیئرمین پاکستان بار کونسل

Marfat.com

جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

افتخارِ پاکستان

رانا اعجاز احمد خان

(ایڈووکیٹ)

سابق وزیرِ قانون

سابق وائس چیئرمین پاکستان بار کونسل

خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار - لاہور 7314169-7211468

209

Marfat.com

دیدہ زیب اور

خوبصورت کتب کا

واحد مرکز

تزئین واہتمام

نذیر محمد' طاہر نذیر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت مارچ ۲۰۰۹ء

سرورق عمران شناور

قیمت 300 روپے

بیرون ملک: 15 ڈالر' 8 پاؤنڈ

Marfat.com

فہرست

افتخارِ پاکستان پھر بحال	۹
وزیرِ اعظم یوسف رضا گیلانی کا قوم سے خطاب	۱۶
بحالی پر جشن	۱۹
نواز شریف شہباز شریف کا اظہارِ مسرت	۲۳
شریف برادران کی یوسف رضا گیلانی سے گفتگو، مبارک باد کا تبادلہ	۲۵
ججوں کی بحالی کا نوٹیفکیشن	۲۶
غیر متنازعہ ہیرو	۲۸
جسٹس افتخار محمد چودھری کا بیانِ حلفی	۳۷
جولائی 2007ء۔ بحالی کے بعد عدالت میں پہلا دن	۴۵
مقدمات تیزی سے نمٹانے کا طریقہ کار	۴۶
3 نومبر 2007ء کو آخری فیصلہ	۵۹
سال کے بہترین قانون دان منتخب	۶۸
عقیدت	۶۸
عالمی رہنماؤں کے نام خط	۷۰
ججوں کی بحالی کے لیے تاریخی بھوربن معاہدہ	۷۴
ججوں کی رہائی کا حکم	۷۷
ججوں کی بینظیر بھٹو کی شہادت پر تعزیت	۷۹

Marfat.com

لانگ مارچ جون 2008ء	٨١
نان پی سی او ججوں کے خیالات	٩٢
آخری پٹیشن بھی خارج	١٠٤
جسٹس رانا بھگوان داس کا شدید ردعمل	١٠٤
میڈیا کا کردار	١٠٥
وکلاء تحریک کی معراج	١١٠
وکلاء تحریک میں اعتزاز فیملی کا کردار	١١٢
احتجاج ۔۔مظاہرے۔۔تشدد۔۔گرفتاریاں	١١٥
آل پاکستان نمائندہ وکلاء کنونشن	١٢١
دس دسمبر۔۔۔ملک گیر یوم سیاہ	١٢٣
سیاسی جماعتوں کا کردار	١٢٥
عظیم خلیل الرحمٰن رمدے	١٣٠
''جسٹس افتخار کے جرائم''	١٣٧
نواز شریف اور شہباز شریف کی نااہلیت کا فیصلہ	١٤١
خصوصی مضامین	١٥٠
عظیم انسان	١٥٠
صدر مشرف کے لئے محفوظ اور باعزت راستہ	١٥٥
بینظیر بھٹو قتل کی بوگس تحقیقات	١٥٧
عدلیہ کی آزادی کیلئے سیاسی جماعتوں کا کردار	١٦٠
ججوں کی بحالی کا آسان طریقہ	١٦٣
شرمناک اعترافات' پیشگوئیاں اور خواہشات ۔ ذمہ داریاں	١٦٦
سیاسی بےصبری...... برداشت	١٦٩
محاذ آرائی ایوان صدر کیلئے تباہ کن	١٧١
نئی حکومت کے لئے چیلنجز	١٧٤
جمہوری حکومت۔۔ججوں کی بحالی میں تاخیر کیوں؟	١٧٦

Marfat.com

حکومتی اتحاد کیخلاف سازشیں ۱۷۹
خدا قوم کو انہونی سے بچائے......؟ ۱۸۱
چلے بھی ''جاؤ'' کہ گلشن کا کاروبار چلے ۱۸۴
ججوں کی بحالی لٹک گئی؟ ۱۸۶
جسٹس افتخار سے ملاقات ۱۸۹
امریکی انتظامیہ کے اندر کا الاؤ ۱۹۱
صبح نو کا نقیب جسٹس افتخار محمد چودھری پھر میدان عمل میں ۱۹۳
باقی بحران مشرف کے استعفے سے حل ہو جائیں گے ۱۹۵
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ ۱۹۷
لانگ مارچ......عوامی ریفرنڈم......محفوظ راستہ بند! ۱۹۹
عدلیہ کی گردن پر انگوٹھا ۲۰۲
نواز شریف کی نااہلیت' کھیل ابھی ختم نہیں ہوا ۲۰۴
مواخذہ قابل تحسین' ججوں کی عدم بحالی قابل مذمت ۲۰۶
جمہوریت کی بقا کے لیئے محاسبہ ناگزیر ۲۰۸
ججوں کی بحالی......حکومتی اتحاد اپنا کردار ادا کرے ۲۱۱
جسٹس افتخار محمد چودھری بدستور پرعزم ۲۱۳
مضبوط سیاسی جماعتیں مضبوط جمہوریت کی ضمانت ۲۱۵
بھٹو کے جانشینوں سے عوام کی توقعات ۲۱۷
وکلاء تحریک کا یوم سیاہ ۲۲۰
جسٹس افتخار کی امریکہ میں پذیرائی ۔حکومت نے سوچ بدلی؟ ۲۲۲
خطرہ ابھی ٹلا نہیں ۲۲۴
پھر سے مانگا ہے کس نے لہو کا خراج ۲۲۷
انجام بے خیر ۲۲۹
پیپلز پارٹی 3 رنومبر کے اقدامات کی توثیق کبھی نہیں کرے گی ۲۳۱
ظلم کی حکمرانی......انصاف کی حکمرانی ۲۳۳

Marfat.com

عوام روٹی کے ساتھ انصاف بھی مانگتے ہیں ۲۳۵
متفقہ مواخذہ ۲۳۷
مشرف کے طیارے کا رخ ۲۳۹
مشرف کا استعفیٰ - جمہوریت کی فتح ۲۴۲
ججوں کی عدم بحالی جمہوری حکومت کے بس کا روگ نہیں ۲۴۴
پیپلز پارٹی کا مستقبل۔۔ بام عروج یا اتھاہ پستی ۲۴۶
نواز شریف، زرداری اور مشرف کی مقبولیت ۲۴۸
ججوں اور وکلاء کا امام ۲۵۱
نئی نسلوں کیلئے مشعل راہ ۲۵۳
حکومت نوشتہ دیوار پڑھنے سے آنکھیں نہ چرائے ۲۵۵
میرٹ ۲۵۶
ہم سب کا پاکستان ۲۵۹
جی حضوری ۲۶۱
مسلم لیگوں کا مجوزہ اتحاد ناراضگیاں چھوڑو جی اور مٹی پاؤ ۲۶۲
محسن پاکستان کی رہائی پر "معاہدے" کا مروڑ ۲۶۵
ایک اور غلطی...... ۲۶۶
وقت تیزی سے ہاتھ سے نکل رہا ہے ۲۶۸
زرداری صاحب دل بڑا کریں ۲۷۰

Marfat.com

افتخارِ پاکستان پھر بحال

16 مارچ 2009ء عظیم الشان تاریخی دن

تاریخ کی یہ سچائی ایک بار پھر ثابت ہوگئی جب عوام سڑکوں پر آ جائیں تو ریاستی قوت خواہ کتنی ہی منہ زور کیوں نہ ہوں خس و خاشاک کی طرح بہہ جایا کرتی ہے بلکہ اور بھی زیادہ سچ یہ ہے کہ مخلوق خدا نکلتی ہی اس وقت ہے جب خدا کو تغیر و تبدل کا ثبات مقصود ہوتا ہے۔ جو (ن) لیگ کے بعض لیڈروں کو یقین نہیں آ رہا کہ ماڈل ٹاؤن سے نواز شریف کی قیادت میں پانچ چھ سو کارکنوں کے ساتھ نکلنے والا قافلہ گوجرانوالہ پہنچنے تک ایک سیل بیکراں بن جائے گا یہ رائے کتنی درست ثابت ہوئی کہ میاں نواز شریف خود نکلے تو ساتھ انسانوں کا سمندر ہوگا۔ اس قافلہ میں کس جوش و خروش اور جتنی تعداد میں لوگ شریک ہوئے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام آباد پہنچنے تک کیا صورت بنتی اور یہی وہ حقیقت ہے جس سے قصرِ اقتدار کے مکینوں کو عوامی جذبوں کے سامنے پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ 15 مارچ کی شام تک اس گمان کا سایہ پھیلا رہا کہ خواہ مخواہ کچھ ہو جائے صدر آصف زرداری جو ایک کام نہیں کریں گے وہ جسٹس افتخار محمد کی بحالی ہے لیکن عقل محو تماشہ رہی اور انہونی ہوگی پاکستان کی تاریخ میں اس نئے باب کا اضافہ ہوا کہ پی سی او کا حلف اٹھانے سے انکار کرنے والے جج دوبارہ اپنے منصب پر پہنچ گئے۔ اس کے ساتھ ہی ایک دوسری تاریخ بھی رقم ہوئی یہ وکلاء کی دو سال پر محیط طویل ترین تحریک ہے جس میں معاشی تنگ دستی، پولیس تشدد، جیلیں اور جان کی قربانی کے لاتعداد واقعات بھی شامل ہیں اور اس تحریک کا ایک عجیب پہلو کہ فتح یابی کی صورت میں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا اسے بے لوثی ...... کا ہی نام دیا جا سکتا ہے کہ اس کی کامیابی کا ثمر وکلاء کی بجائے عام آدمی کو انصاف کی صورت میں ملے گا۔

Marfat.com

کیا یہ میاں شہباز شریف کا وجدان تھا کہ انہوں نے کہا لانگ مارچ جہلم نہیں پہنچے گا کہ جج بحال ہو جائیں گے ایک اور حقیقت جسے سچائی کی خلعت عطا ہوئی کہ وہ یہ کہ میاں نواز شریف نے جو سچ کہا، وہ آزاد عدلیہ کے لئے پوری سچائی سے سینہ سپر رہے حکومتی عہدیداروں کی جانب سے ممکنہ دہشت گردی کے ڈراوؤں کے باوجود جس بے خوفی کے ساتھ انسانوں کا سیلاب ان کے ساتھ چل رہا تھا وہ چاہتے تو اسے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر سکتے تھے چاہتے تو اسے زرداری کی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کے لئے استعمال کر سکتے تھے مگر وہ اپنے عہد ججوں کی بحالی تک محدود رہے اور اپنے مقصد میں کامیابی کے بعد ان کا لب ولہجہ غیر متوازن نہیں ہوا بلکہ انہوں نے کسی طنز و تمسخر کی بجائے صدر آصف زرداری کو مبارکباد کا پیغام بھیجا جو بلاشبہ ایک قومی لیڈر کا باوقار انداز ہے۔

15 اور 16 مارچ کی درمیانی شب ایک ایسی جاگتی شب تھی جس نے جمہوریت کا مقدر جگا دیا اور 16 مارچ کی صبح کے نووارد ہونے کے ساتھ ہی قوم کا افتخار بحال ہو گیا۔ میاں نواز شریف، قاضی حسین احمد، عمران خان، محمود خان اچکزئی، طلال اکبر بگٹی اور وکلاء قیادت بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں بلکہ وہ تمام وکلاء، سیاسی کارکن اور سول سوسائٹی کے نمائندے مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے کسی بھی انداز میں اس جدوجہد میں حصہ لیا۔ خاص طور سے رسول بخش پلیجو، ممتاز علی بھٹو اور دیگر قوم پرست رہنما جن کی حمایت نے بعض عناصر کی اس جدوجہد کو سندھ کے خلاف پنجاب کی معاندت بنانے کی سازش ناکام بنادی

وکلاء اور سیاسی جماعتوں کا 15 مارچ کو شروع ہونے والا لانگ مارچ نتیجہ خیز ثابت ہوا اور 3 نومبر 2007ء سے شروع کی گئی وکلاء کی تحریک رنگ لائی اور معزول چیف جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت تمام معزول ججز کی بحالی کا اعلان وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے کر دیا۔ یہ اعلان ایک ایسے وقت کیا گیا جب لاہور سے میاں نواز شریف اور دیگر سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کی قیادت میں عوام کا امڈتا ہوا سمندر اسلام آباد میں شاہراہ دستور پر دھرنے کے لئے لاہور سے نکل چکا تھا۔ یہ کاروان ابھی گوجرانوالہ یہ پہنچا ہی تھا کہ میاں نواز شریف کو پیغام دیا گیا کہ حکومت جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت تمام ججز بحال کر رہی ہے اس اعلان کے انتظار میں لانگ مارچ کے شرکاء نے گوجرانوالہ میں انتظار کیا اور وزیراعظم کی تقریر سنی۔ وزیراعظم کی تقریر میں معزول ججز کی بحالی کا اعلان کیا گیا اور شریف برادران کے خلاف نااہلی کے فیصلے کے خلاف وفاق کی طرف سے اپیل

Marfat.com

سپریم کورٹ میں دائر کرنے کا اعادہ کیا گیا تاہم پنجاب میں ایمرجنسی کے خاتمے اور سیاسی بحران کے مکمل خاتمے کی بات نہیں کی گئی اور نہ ہی ان ججز کی بات کی گئی جن کو حکومت نے حال ہی میں تعینات کیا ہے اور ان کی تقرری کی گئی ہے۔ وزیراعظم کی تقریر کے سابق 21 مارچ کو جسٹس عبدالحمید ڈوگر کے ریٹائر ہونے پر جسٹس افتخار محمد چودھری چیف جسٹس آف پاکستان کا عہدہ سنبھالیں گے اس کا نوٹیفکیشن بھی جاری کرنے کا کہا گیا۔ وزیراعظم کا کہنا تھا کہ وہ شریف برادران کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ میثاق جمہوریت پر عمل درآمد کے لئے تمام سیاسی قوتوں کے ساتھ مل کر آگے بڑھیں۔ اس فیصلے سے جمہوری قوتوں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے لیکن وکلاء نے اس خدشہ کا اظہار بھی کیا کہ اگر چیف جسٹس کی مدت ملازمت کم کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج بھی خطرناک ثابت ہوں گے۔ حکمرانوں نے ایک مثبت قدم لیا ہے اس اقدام کا ہر سطح پر خیر مقدم کیا جا رہا ہے لیکن دوسری جانب پاکستان مسلم لیگ نواز کے حوالے سے خدشات اب بھی موجود ہیں کیونکہ وزیراعظم نے گورنر راج کے خاتمے کی بات نہیں کی اور اس بات کا اعادہ کیا کہ نظر ثانی کی اپیل سپریم کورٹ میں دائر کی جائے گی۔ یہ اپیل مسترد بھی کی جا سکتی ہے۔ مفاہمت کی بات کی گئی ہے تو اس کو سیاسی مفاہمت میں تبدیل کیا جانا چاہئے یہ لانگ مارچ ملک کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ کیونکہ لانگ مارچ مختلف شہروں سے رواں دواں رہا اور حکومت کی طرف سے اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش بھی کی گئی سڑکوں پر بڑی بڑی رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ اس سے قبل پکڑ دھکڑ اور گرفتاریاں بھی عمل میں لائی گئیں جہاں تک راولپنڈی اسلام آباد کا تعلق ہے تو جڑواں شہروں کے تمام داخلی اور خارجی راستوں کو مکمل بند کیا گیا اور بڑے بڑے کنٹینرز تمام بڑی شاہراؤں پر کھڑے کئے گئے۔ اسلام آباد میں ہر طرح کی ٹریفک بند رہی اور مختلف ناکوں پر پولیس کی بھاری نفری تعینات تھی جبکہ اس دوران پاکستان مسلم لیگ نواز، پاکستان تحریک انصاف اور جماعت اسلامی سمیت دیگر تنظیموں جماعتوں اور وکلاء رہنماؤں کے خلاف کریک ڈاؤن بھی جاری رہا۔ سرکاری اہلکاروں نے ان دفاتر پر چھاپے مارے اور وہاں سے احتجاجی مظاہروں میں استعمال ہونے والا سامان جن میں ڈنڈے، ٹائر اور دیگر اشیاء تھیں قبضہ میں لے لیا۔ راولپنڈی پریس کلب کی اس وقت دوڑیں لگ گئیں جب سابق وزیراعلیٰ پنجاب اور پاکستان مسلم لیگ نواز کے رہنما شہباز شریف 15 مارچ کو اچانک صبح صبح نواز لیگ کے رہنما چودھری تنویر احمد کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ وہ نہ صرف وہاں کچھ دیر رہے بلکہ کارکنوں کو ہدایات بھی جاری کیں اور وہاں ناشتہ بھی کیا جب تک

Marfat.com

پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے دوسرے اہلکار وہاں پہنچ رہے تھے۔ شہباز شریف وہاں سے نکل چکے تھے۔ اسلام آباد کو لانگ مارچ سے تین روز قبل ہی سیل کرنے کی تیاریاں کی گئیں تھیں اور بڑے بڑے کنٹینرز سڑکوں کے کنارے رکھوا دیئے گئے تھے۔ اس سے قبل مشیر داخلہ رحمان ملک نے وزارت داخلہ میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس کے بعد نیوز کانفرنس کو بتایا کہ وکلاء اور سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کو انہوں نے لانگ مارچ اور دھرنے کے لئے شاہراہ دستور کی بجائے متبادل مقامات کی پیشکش کی لیکن وکلاء نہیں مانے وہ بضد تھے کہ انہوں نے شاہراہ دستور پر ہی لانگ مارچ کرنا ہے اور ان کا کہنا تھا کہ شاہراہ دستور ایک حساس علاقہ ہے اور یہاں اہم اہم عمارتیں ہیں کسی صورت یہاں دھرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ انہوں نے خبردار کیا کہ لانگ مارچ پرامن رہا تو ٹھیک لیکن اگر کسی ایک کا بھی جانی نقصان ہوا یا اگر لاشوں کی سیاست کی گئی تو پھر ایف آئی آر میں ان لوگوں کے نام شامل کئے جائیں گے جو لوگوں کو بغاوت پر اکسا رہے ہیں۔
مشیر داخلہ رحمان ملک نے میاں نواز شریف کی عوامی جلسوں سے خطاب کے بعض اقتباسات بھی نیوز کانفرنس میں پڑھ کر سنائے جن میں میاں نواز شریف کا کہنا تھا کہ شہباز شریف پنجاب کے آئینی وزیر اعلیٰ ہیں اور گورنر راج کی کوئی حیثیت نہیں اور سرکاری اہلکار شہباز شریف کا ساتھ دیں۔
یوں تو سپریم کورٹ کی طرف سے شریف برادران کی نا اہلی کے فیصلے کے بعد لانگ مارچ اور دھرنا میں نواز شریف کی طرف سے باقاعدہ اعلان کے بعد ملک میں سیاسی بحران اور سیاسی کشیدگی بڑھ گئی تھی لیکن جوں ہی لانگ مارچ کے دن قریب آئے میڈیا پر بھی پابندیوں کے لئے دباؤ بڑھنے لگا۔ جیو ٹیلی ویژن چینل کی نشریات بند بھی کی گئیں جس کے بعد وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات شیری رحمان نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا ان کا کہنا تھا کہ وہ میڈیا پر پابندیوں کے حق میں نہیں ہیں ان کے مستعفی ہونے کے بعد وزارت اطلاعات ونشریات کا قلمدان اضافی چارج کے طور پر وزیر امور کشمیر قمر الزمان کائرہ کو دے دیا گیا۔ شیری رحمان کا کہنا تھا کہ ان کو نجی ٹیلی ویژن چینل کے بارے میں اعتماد میں نہیں لیا گیا اور وزیر اعظم سے ملاقات میں انہوں نے وجوہات پیش کیں اور جن انہوں نے گورنر پنجاب سے رابطہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ صدر سے بات کریں اور ''میرے متھے نہ لگیں'' ان حالات میں کام کرنا مشکل ہے۔ اس سیاسی کشیدگی کے اثرات حکمران جماعت پر بھی پڑے تاہم رحمان ملک کی طرف سے تشویشناک بیانات بھی سامنے آئے۔ انہوں نے خدشات ظاہر کئے کہ لانگ مارچ میں دہشت گردی کے خدشات موجود ہیں اور سیاسی قیادت کو

Marfat.com

نشانہ بنایا جاسکتا ہے اس دھرنے کے دوران دشمن حملہ کرسکتا ہے اور اسلام آباد فتح کرنے کے لئے لانگ مارچ نہ کیا جائے۔ پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ نواز کے درمیان بڑھتے ہوئے اختلافات اس تمام صورت حال کے پیچھے ہے لیکن اس کی بنیاد عدلیہ کی بحالی اور آزادی کے لئے جاری وکلاء کی تحریک ہے۔ پاکستان مسلم لیگ نواز اور پیپلز پارٹی کے درمیان مفاہمت کی بات چیت جاری رہی اور اس بات کا انکشاف قومی اسمبلی میں پاکستان مسلم لیگ نواز کے رہنما اور اپوزیشن لیڈر چودھری نثار علی خان نے بھی کیا اور کہا کہ بات چیت بڑھ رہی تھی لیکن اس میں ایوان صدر رکاوٹ بنا۔ حکمرانوں کی طرف سے شریف برادران کے ساتھ کشیدگی کم کرنے کے لئے ایک کوشش کی گئی اور 14 مارچ کی شام کو ایوان صدر میں صدر وزیر اعظم ملاقات کے بعد اعلان کیا گیا کہ شریف برادران کی نا اہلی کے خلاف وفاق نظر ثانی کی اپیل دائر کرے گا اور یہ بھی کہا گیا کہ جج میثاق جمہوریت کے مطابق ہی بحال ہوں گے۔ اس سے قبل صدر زرداری اور وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے اسفند یار ولی خان، مولانا فضل الرحمن اور الطاف حسین سے ٹیلی فون پر بات چیت کی اور ان کو اعتماد میں لیا۔ آصف زرداری کا کہنا ہے کہ افتخار محمد چودھری کے علاوہ وہ تمام مطالبات ماننے کو تیار ہیں اور شریف برادران کے ساتھ بھی میثاق جمہوریت کے تحت ہی بات کرنے کو تیار ہیں۔ پاکستان میں جاری سیاسی کشیدگی اور وکلاء کی تحریک کے بارے میں عالمی سطح پر میں تشویش ظاہر کی گئی ہے۔ برطانیہ اور امریکہ کے عہدیداروں نے بھی آصف زرداری کو فون کئے۔ امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے آصف زرداری کو فون کیا اور صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا اور مشورہ دیا کہ مذاکرات کر کے حالات ٹھیک کئے جائیں۔ امریکہ پاکستان کو اس کی مشکلات پر قابو پانے کے لئے ہر ممکن حمایت فراہم کرے گا۔ امریکہ پاکستان میں جمہوری نظام کو مستحکم دیکھنا چاہتا ہے۔ حکومتی ارکان پارلیمنٹ اور رہنماؤں کا کہنا ہے کہ اپوزیشن کی جماعتیں مشرقی پاکستان کی صورت حال پیدا کر رہے ہیں۔ حکومتی عہدیدار الزام لگاتے رہے ہیں کہ نواز شریف اسلام آباد فتح کرنا چاہتے ہیں لیکن میاں نواز شریف کا کہنا تھا کہ ان کا احتجاج پر امن ہے اور وہ آصف زرداری سے اقتدار نہیں چھیننا چاہتے اب تبدیلی کی ہوا چل پڑی ہے اور روکنے والا تباہ ہو جائے گا۔ ملک کی تشویش ناک صورت حال اور نازک حالات میں اندرونی طور پر مفاہمت کے لئے موثر کوششیں نہیں کی گئیں تاہم اس انکشاف کے بعد کہ پاکستان میں فوج اقتدار سنبھالنا چاہتی لیکن امریکہ نے روک لیا۔ یہ انکشاف امریکہ کے چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی ایڈمرل مائیکل مولن نے

Marfat.com

ایک ٹیلی ویژن چینل کو انٹرویو میں کیا۔ان کا کہنا تھا کہ کوشش سے کچھ گھنٹے قبل دس بار جنرل اشفاق پرویز کیانی سے بات ہوئی ان کا کہنا تھا کہ سابق صدر مشرف دوبارہ اقتدار میں آسکتے ہیں ان کا کہنا تھا کہ جنرل کیانی سے بات چیت کے بعد انہوں نے ملک میں سویلین حکومت قائم رکھنے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ کیانی سیاست میں آنے کے خواہش مند نہیں ہیں تاہم انہوں نے پاکستان کی سیاسی اسٹیبلشمنٹ کے طرز عمل پر ناراضگی کا اظہار کیا جس میں کیانی کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی پہلے تو مائیکل مولن کو پاکستان کے اندرونی صورت حال پر بات کرنے کا حق نہیں اور دوسرا یہ کہ فوج کا سیاسی کردار سابق صدر مشرف کے بعد اب ختم ہو جانا چاہیئے۔ جنرل اشفاق پرویز کیانی اس سے قبل اس عزم کا اظہار کر چکے ہیں کہ فوج سیاست سے دور رہے گی۔عوام بھی اب کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ ایک بار پھر فوج آ جائے لیکن اگر مولن یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امریکہ کی مرضی سے ہی پاکستان میں حالات بدلتے ہیں اور پاکستان کی سیاست امریکہ کی مرہون منت ہے اگر چہ صورت حال پر قابو پانے کے لئے فوج کو الرٹ رہنے کی باتیں سامنے آتی رہی ہیں لیکن فوجی حکام یہ غلطی کبھی نہیں دہرائیں گے کہ اس کے بعد پھر اس ادارے کے خلاف عوام اٹھ کھڑے ہوں۔ ہمارے قبائلی علاقوں میں پہلے ہی فوج کے خلاف نفرت پائی جاتی ہے عوام فوجی آپریشن کے خلاف ہیں یہ صورت حال اگر شہروں میں ملک بھر میں مارشل کی صورت میں پیدا کی جاتی ہے تو پھر ملک کی سلامتی برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گی۔ امریکہ، برطانیہ اور ان کے اتحادی ممالک اس سے قبل پاکستان کے بارے میں اس طرح کی افواہیں پھیلاتے رہے ہیں لیکن حکومت کی طرف سے عدلیہ کی بحالی کے اعلان کے بعد وہ تمام خدشات اور خطرات دور ہو گئے ہیں۔حکومت نے دانشمندی کا مظاہرہ کیا ہے وکلاء سیاسی جماعتوں اور قوم کا بڑا مطالبہ عدلیہ کی بحالی کا تھا وہ پورا کر دیا گیا اب حکمرانوں اور پاکستان مسلم لیگ نواز کے درمیان جو کھیل کھیلا جانے والا ہے وہ ماضی کی یاد تازہ کر سکتا ہے لیکن اس بات کی امید کی جا سکتی ہے کہ سیاست دان ماضی کی غلطیاں نہیں دہرائیں گے۔اب ایک سنہری موقع ہے کہ دونوں بڑی سیاسی جماعتیں مفاہمت کو آگے بڑھائیں کیونکہ اب وکلاء، سول سوسائٹی اور عدلیہ کی آزادی کے لئے سرگرم دوسرے لوگ خاموش ہو جائیں گے اور یہ حکومت نے ایک کارڈ بھی کھیلا ہے۔عدلیہ کی بحالی کے بعد دیگر سیاسی جماعتیں اپنے اپنے پلیٹ فارم پر آ جائیں گی اور پاکستان مسلم لیگ نواز اپنے ہی کارکنوں کے بل بوتے پر اپنا سفر جاری رکھ سکے گی۔ججز کی بحالی کے حالیہ فیصلے کا کریڈٹ جہاں وکلاء کو جاتا ہے کہ

Marfat.com

انہوں نے اس تحریک کو زندہ رکھا اور پھر میاں نواز شریف کی طرف سے اس لانگ مارچ میں شرکت کے اعلان نے اس تحریک میں ایک نئی جان پیدا کر دی تھی اب مخالفت برائے مخالفت کی سیاست اور سیاسی انتقام کے خدشات ظاہر کئے جا رہے ہیں لیکن سیاسی جماعتوں کو سوچ سمجھ کر آگے بڑھنا ہوگا۔ اس تمام صورتحال میں فوج کا کردار مثالی رہا ہے اگرچہ غیر ملکی میڈیا اور عہدیداروں کی طرف سے بعض بیانات بھی سامنے آئے لیکن وہ حقیقت کے برعکس نکلے۔

☆☆☆

Marfat.com

وزیرِ اعظم یوسف رضا گیلانی کا قوم سے خطاب
(16 مارچ 2009ء 6 بجے صبح)

میں آج آپ سے ایک ایسے موقع پر مخاطب ہوں جب ہمارا ملک اپنی سیاسی تاریخ کے اہم دوراہے پر کھڑا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ سیاست میں مفاہمت' صبر وتحمل اور باہمی احترام کو اہمیت اور فوقیت دی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جمہوریت اور جمہوری ادارے اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتے جب تک سیاسی جماعتیں اور اکابرین ایک دوسرے کے مینڈیٹ کا احترام نہ کریں۔ آپ ان دنوں مشاہدہ کر رہے ہیں کہ وکلا اور ان کے حامی اپنے مطالبات کے حق میں جذبات کا اظہار کر رہے ہیں جو ان کا سیاسی اور جمہوری حق ہے۔ ایسے ماحول میں بھی مفاہمت اور صبر وتحمل کا وہ جذبہ سلامت ہے جس پر میں وزارت عظمٰی کی ذمہ داریاں سنبھالنے سے اب تک نہ صرف مسلسل زور دیتا آ رہا ہوں بلکہ اس پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرتا رہا ہوں۔ جہاں تک وکلا کے لانگ مارچ کا تعلق ہے تو میں آپ کو یہ تاریخی حقیقت یاد دلانا چاہوں گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور وکلا برادری کا سیاسی رشتہ بہت پرانا اور اٹوٹ ہے۔ جمہوریت کی بحالی' شہری آزادیوں اور انسانی حقوق کی خاطر جدوجہد میں ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے شانہ بشانہ رہے ہیں' ہم معاشرے کے اس تعلیم یافتہ' قانون کے پاسبان اور باشعور طبقے کا دل سے احترام کرتے ہیں' ہمارا ایمان ہے کہ ملک میں قانون کی حقیقی عملداری اور بالادستی کے لئے وکلا انتہائی مثبت اور مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ میں یہاں پر یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو معزول کیا گیا اور اس پر وکلا نے سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کے ساتھ مل کر جو تحریک شروع کی میری شہید قائد محترمہ بے نظیر بھٹو عملی طور پر اس تحریک میں شریک ہوئیں۔ انہوں نے لانگ

Marfat.com

مارچ میں حصہ لیا اور اسی پر ان کو نظر بند کیا گیا اور میں خود اسی تحریک میں گرفتار ہوا۔ اس تحریک میں وکلاء، پاکستان پیپلز پارٹی اور دیگر جماعتوں کے کارکنوں اور سول سوسائٹی کے ارکان نے عظیم قربانیاں دیں اور اپنی جانوں کے نذرانے بھی پیش کیے۔ میری قائد شہید بی بی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ افتخار محمد چودھری کو بطور چیف جسٹس اپنے عہدے پر بحال کریں گی جب ہماری حکومت بنی تو شریک چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی اور صدر آصف علی زرداری نے یہ وعدہ کیا کہ وہ معزول ججوں کو بحال کریں گے وہ اپنے عہد پر قائم رہے لیکن اس وقت افتخار محمد چودھری کو بطور چیف جسٹس بحال کرنے میں امر مانع یہ تھا کہ جسٹس عبدالحمید ڈوگر بطور چیف جسٹس تعینات ہو چکے تھے اور صدر آصف علی زرداری نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کسی جج کو اس کے عہدے سے قبل از وقت الگ نہیں کریں گے۔ اب کیونکہ اکیس مارچ کو چیف جسٹس عبدالحمید ڈوگر اپنے عہدے سے ریٹائر ہو رہے ہیں لہٰذا میں نے صدر آصف علی زرداری سے مشاورت کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب وعدہ پورا کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اس پر ہم نے اپنی اتحادی جماعتوں کے اکابرین سے بھی مشورہ کر لیا ہے۔ میں آپ کو یاد دلاتا چلوں کہ جب میں وزیراعظم منتخب ہوا تو فوری طور پر میں نے گرفتار شدہ جج صاحبان کو نہ صرف رہا کرنے کا اعلان کیا بلکہ ان کی تنخواہیں اور مراعات بھی بحال کر دیں۔ میں صدر پاکستان اور اپنے وعدے کے مطابق جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت تمام معزول جج صاحبان کی اپنے عہدوں پر بحالی کا اعلان کرتا ہوں۔ اکیس مارچ کو چیف جسٹس عبدالحمید ڈوگر کے ریٹائر ہونے پر جسٹس افتخار محمد چودھری چیف جسٹس آف پاکستان کا عہدہ سنبھال لیں گے۔ اس کا نوٹیفکیشن ابھی جاری کیا جا رہا ہے۔ اس اہم موقع پر میں آج پھر مفاہمت کی سیاست کو آگے بڑھانے کے عمل کا اعادہ کرتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ نواز شریف صاحب اور میاں شہباز شریف کے خلاف آنے والے سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف وفاقی حکومت خود نظر ثانی کی اپیل دائر کرے گی۔ میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ آئیں اور میثاق جمہوریت پر عملدرآمد کے لئے تمام سیاسی قوتوں کو ساتھ مل کر آگے بڑھیں۔ میں یہاں صوبائی حکومتوں کو حکم دیتا ہوں کہ لانگ مارچ کے دوران نافذ کی گئی دفعہ 144 کو فوری ختم کر کے اس دوران گرفتار کیے گئے سیاسی کارکنوں کو فوری رہا کیا جائے۔ میں اس تاریخی موقع پر چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی بلاول بھٹو زرداری، وکلاء، سیاسی کارکنوں اور سول سوسائٹی کے ارکان کو دلی طور پر مبارکباد دیتا ہوں۔ آئیں ہم سب مل کر اس تاریخی موقع پر باوقار طریقے سے خوشیاں منائیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اپنے عزیز

Marfat.com

وطن کو عظیم سے عظیم تر بنانے اپنے عوام کے مسائل کو حل کرنے' اپنی خودمختاری اور ملکی سلامتی کو یقینی بنانے اور اپنے سبز ہلالی پرچم کی سربلندی کے لئے ہمیشہ کی طرح محنت' دیانت اور لگن سے کام کرتے رہیں گے آپ کی مسلسل حمایت اور تائید ہمارے عزم اور حوصلے کو تازگی بخشے گی۔ محترمہ بینظیر بھٹو شہید کی سوچ کے مطابق ہماری حکومت قومی سیاست میں مفاہمت اور صبر و تحمل کی جس روایت کو مستحکم کر رہی ہے مجھے یقین ہے کہ اس کا ثمر نہ صرف آپ سب تک بلکہ ہماری آئندہ نسلوں تک ضرور پہنچے گا۔ یہی جذبہ خوشحالی اور عظیم پاکستان کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرے گا۔ آیئے ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ ہم اس جذبے کو ہمیشہ سلامت رکھیں گے۔ (پاکستان زندہ باد)

☆☆☆

Marfat.com

بحالی پر جشن

چیف جسٹس افتخار چودھری کی بحالی کی اطلاع ملتے ہی وکلا کی بڑی تعداد ان کے گھر پہنچ گئی ان کے گھر کے باہر سینکڑوں وکلاء سابق جج اور دیگر افراد پہنچ گئے اور وہاں جشن کا سماں پیدا ہو گیا۔ وکلاء بھنگڑے ڈال رہے تھے' مٹھائی تقسیم کی گئی۔ وکلاء کی آمد سے قبل چیف جسٹس کے گھر کے نزدیک تک کسی کو نہیں جانے دیا جا رہا تھا۔ ان کی بحالی کے بعد سخت سکیورٹی میں نرمی کر دی گئی اور وکلاء کو ان کے گھر کے باہر جمع ہونے دیا گیا البتہ چیف جسٹس کی سکیورٹی بڑھادی گئی لیکن ان سے ملنے کے لئے آنے والے وکلاء کو نہیں روکا گیا ان کے گھر پر قومی پرچم لہرا دیا گیا۔ اپنی بحالی کی اطلاع ملنے پر جسٹس افتخار نے فوری طور پر شکرانے کے نوافل ادا کئے۔

وکلاء عوام اور دیگر طبقات کی جانب سے خوشی کے زبردست اظہار کے ساتھ مٹھائیاں تقسیم کی گئیں اور اسے ایک عظیم قومی فتح قرار دیا گیا عوام سیاسی محاذ پر فتح کا کریڈٹ نواز شریف، قاضی حسین احمد، عمران خان اور عدالتی محاذ پر اسے جسٹس افتخار چودھری، خلیل رمدے سمیت وکلاء قیادت اعتزاز احسن، علی احمد کرد، جسٹس طارق محمود دیکھتے نظر آئے۔ صوبائی دارالحکومت لاہور میں ججز کی بحالی کے اعلان پر شکرانے کے نوافل ادا کرنے کے ساتھ لاہوریوں نے اپنے مخصوص انداز میں مختلف علاقوں، گلی، محلوں میں ایک دوسرے کو مبارکباد دی اور لوگ ایک دوسرے کے منہ میں مٹھائیاں ڈالتے نظر آئے مختلف وکلاء چوراہوں پر مٹھائیاں تقسیم کرتے ہوئے نظر آئے' لاہوریوں نے اس عظیم فتح کا کریڈٹ نواز شریف، شہباز شریف کو دیا۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی رہائش گاہ پر لوگوں کا تانتا بندھا رہا۔ ہر شخص 2 سالہ جدوجہد کے بعد منزل ملنے پر خوشی سے پھولے نہ سما رہا تھا اور ہر شخص اپنے اپنے انداز میں خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ وکلاء نے لاہور ہائیکورٹ کی مسجد

Marfat.com

میں شکرانے کے نوافل بھی ادا کیئے۔ وکلاء نے میدان جنگ بننے والے جی پی او چوک میں فتح کا خصوصی جشن منایا۔

لاہور ہائیکورٹ میں سارا دن جشن کا سماں رہا' مرد و خواتین ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑے ڈالتے رہے اور منوں مٹھائیاں تقسیم کی گئی۔ وکلاء کے علاوہ دیگر سیاسی و سماجی تنظیموں کے کارکن بھی ہائیکورٹ بار کے احاطہ میں آ کر نعرے لگاتے اور خوشی کا اظہار کرتے رہے۔ احاطہ میں عدلیہ بچاؤ کمیٹی' مسلم لیگ (ن) لارز فورم اور دیگر وکلاء تنظیموں' اسلامی جمعیت طلبہ' لیبر پارٹی' خاکسار تحریک اور دیگر تنظیموں کے کارکن بھی اپنی اس مشترکہ جدوجہد کی کامیابی پر جشن مناتے رہے۔

وکلاء نے سابق نائب صدر لاہور بار محمد ارشد کی قیادت میں ڈھول کی تھاپ پر پی ایم جی چوک میں بھنگڑا ڈالا اور پھر بھنگڑا ڈالتے ہی ہائیکورٹ تک گئے' ماتحت عدالتوں میں چھٹی کا سا سماں رہا اور عدالتوں میں معمول کی کارروائی برائے نام ہی ہوئی۔

جماعت اسلامی کے زیر اہتمام معزول ججز کی بحالی کی خوشی میں لٹن روڈ سے ہائیکورٹ تک ریلی نکالی جس میں سینکڑوں کارکنوں نے شرکت کی' اس موقع پر مٹھائی بھی تقسیم کی گئی۔ ریلی کی قیادت جماعت اسلامی پنجاب کے امیر لیاقت بلوچ' امیر لاہور امیر العظیم مرکزی رہنما فرید احمد پراچہ لاہور کے سیکرٹری اطلاعات راؤ جاوید اقبال نے کی جبکہ ریلی کے شرکا نے چیف جسٹس کے حق میں زبردست نعرے لگائے۔ تحریک انصاف کی طرف سے صوبائی دارالحکومت کے کئی علاقوں میں ریلیاں اور جلوس نکالے اور منوں مٹھائی تقسیم کی۔

قائد خاکسار تحریک حمید الدین المشرقی نے حکومتی اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے شکرانے کے نوافل ادا کیئے اور خاکسار تحریک کے کارکنوں' سول سوسائٹی کے نمائندوں' وکلاء اور میڈیا نمائندگان کا شکریہ ادا کیا۔

سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر علی احمد کرد کوئٹہ سے اسلام آباد پہنچ گئے۔ چیف جسٹس افتخار چودھری کے گھر کے باہر موجود سینکڑوں وکلاء اور سول سوسائٹی کے ارکان نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ اس موقع پر علی احمد کرد نے بات کرتے ہوئے کہا کہ ہم ہمیشہ سے یہ کہتے رہے کہ حکمران عوام کے جذبات و احساسات کو سمجھتے ہوئے احکامات دیں۔ آج تاریخ نے پھر ثابت کیا ہے کہ ہمیشہ حق اور سچائی کی جیت ہوتی ہے۔ آج عوام کے خوابوں کو تعبیر ملی ہے۔

کراچی کے وکلاء نے پیر کو یوم تشکر منایا۔ وکلاء کی بڑی تعداد صبح سویرے ہی کراچی سٹی کورٹ میں

Marfat.com

پہنچنا شروع ہوگئی اور ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کی گئی۔ وکلاء نے ایم اے جناح روڈ پر ریلی بھی نکالی جہاں جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے کارکنان کی بڑی تعداد نے ان کا استقبال کیا۔

شمالی وزیرستان اور قبائلی علاقوں میں بھی ججوں کی بحالی پر جشن کا سماں رہا' آزاد کشمیر میں بھی مختلف سیاسی جماعتوں کے کارکن گھروں سے باہر آ گئے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے رہے۔ اسلام آباد میں پورا دن وکلاء' سیاسی جماعتوں کے کارکن' سول سوسائٹی کے ارکان اور شہریوں کی بڑی تعداد قافلوں کی صورت میں چیف جسٹس کے گھر جمع ہو کر انہیں گلدستے پیش کئے اور مٹھائی تقسیم کرتے رہے۔ بحالی کے اعلان کے بعد چیف تیرے جانثار بے شمار بے شمار' عدلیہ کی آزادی تک چیف تیرے سنگ سنگ کے نعرے بلند کئے۔ پیپلز پارٹی کے کارکن اسرار شاہ کی قیادت میں یہاں پہنچے۔

پشاور ہائی کورٹ میں وکلاء نے یوم تشکر منایا اور وکلاء سمیت سیاسی کارکنوں نے ہائی کورٹ عمارت کے اندر اور باہر ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑا ڈالا۔ وکلاء نے پشاور ہائی کورٹ میں وکلاء رہنماؤں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں اور مٹھائیاں تقسیم کیں۔ اس موقع پر پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس طارق پرویز بھی وکلاء میں گھل مل گئے۔

چیف جسٹس نے سینیٹر ساجد میر سمیت ملاقات کے لئے آنے والے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میری بحالی ناانصافی کی چکی میں پسے ہوئے محروم طبقات کی کامیابی ہے' قوم ہمارے لئے دعا کرے کہ ہم قانون کی بالادستی اور انصاف کا علم بلند کئے رکھیں۔ چیف جسٹس سے سپریم کورٹ بار کے سیکرٹری شوکت عمر' ہائیکورٹ بار کے نائب صدر منور اقبال' انور کمال' رانا اسد اللہ' میاں اسلم منظور قادر سمیت لاہور کے سینکڑوں وکلاء نے ملاقات کی اور انہیں مبارکباد دی۔ اس موقع پر جسٹس افتخار نے کہا کہ میرے لئے دعا کریں کہ عوام کی توقعات پر پورا اتر سکوں۔

مسلم لیگ ن کے رہنما جاوید ہاشمی جنہیں 15 مارچ کی دوپہر کو گرفتار کیا گیا تھا رہائی کے فوراً بعد چیف جسٹس افتخار چودھری کے گھر پہنچ گئے۔ جاوید ہاشمی نے چیف جسٹس افتخار چودھری کے گھر کے باہر میڈیا سے جذباتی خطاب میں کہا کہ اس فیصلے سے وکلاء کی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی ہے یہ پوری قوم کی فتح ہے یہ سول سوسائٹی کی فتح ہے' عوام کی فتح ہے' وکلاء کی فتح ہے اور آصف زرداری کی فتح ہے۔ پیپلز پارٹی سمیت تمام سیاسی جماعتوں اور ان کے کارکنوں کی فتح ہے۔ اس

Marfat.com

سے قبل وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے 15 اور 16 مارچ کی نصف شب کو دوبار میاں نوازشریف اور میاں شہبازشریف سے فون پر تفصیلی بات کی ان کی اس سے پہلے چودھری نثار سے بات ہوئی تھی اور انہیں سب سے پہلے فیصلے کے بارے میں بتایا پھر انہوں نے صدر زرداری اور چیف آف آرمی سٹاف اشفاق پرویز کیانی سے ملاقات کی آرمی چیف نے بھی صدر سے ملاقات کی ان کی کئی بار آپس میں ملاقاتیں ہوئیں جس کے بعد وزیراعظم نے قوم سے خطاب کیا۔

ان سارے معاملات میں اہم کردار چیف آف آرمی سٹاف اشفاق پرویز کیانی نے ادا کیا جنہوں نے فریقین کو ملک کے مفاد میں فیصلے کرنے پر آمادہ کیا امریکی وزیرخارجہ ہلیری کلنٹن، رچرڈ ہالبروک اور برطانوی وزیرخارجہ ڈیوڈ ملی بینڈ نے بھی ایسی خواہشات کا اظہار کیا تھا۔ تاہم یہ فیصلہ ان کے کہنے پر یا دباؤ پر نہیں بلکہ فریقین نے ازخود مل بیٹھ کر کیا۔ اس سے قبل وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی سے چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے ملاقات کی، جس میں سیاسی بحران سمیت دیگر ملکی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ آرمی چیف کی وزیراعظم سے ملاقات دو گھنٹے سے زائد دیر جاری رہی۔ جس میں ملک میں سیاسی بحران کے حل میں پیشرفت ہوئی۔ وزیراعظم نے اتحادی جماعتوں کے قائدین، ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین، عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ اسفند یار ولی، جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن اور مسلم لیگ فنکشنل کے سربراہ پیر پگاڑا سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا ہے۔

چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے اپنی رہائش گاہ پر آنے والے لوگوں سے مختصر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پوری قوم کو آزاد عدلیہ مبارک ہو۔ تمام وکلاء، سول سوسائٹی اور سیاسی کارکنوں کو طویل جدوجہد کرنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ چیف جسٹس عوام کے بے حد اصرار پر اپنی رہائش گاہ کی بالکونی میں آئے اور مبارکباد پیش کرنے والوں کا ہاتھ ہلا کر شکریہ ادا کیا۔ ان سے خطاب کا مطالبہ بھی کیا گیا جس پر انہوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ اب وہ با قاعدہ چیف جسٹس ہیں اور وہ عوام سے خطاب نہیں کر سکتے۔

☆☆☆

84276

Marfat.com

نواز شریف شہباز شریف کا اظہارِ مسرت

وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کے قوم سے خطاب کے بعد پیر کی صبح گوجرانوالہ میں لانگ مارچ کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان مسلم لیگ (ن) کے سربراہ میاں محمد نواز شریف نے ججوں کی بحالی کے بعد لانگ مارچ ختم کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے وعدہ پورا کردیا ہے اب قوم کی تقدیر بدلے گی ججوں کی بحالی پر پوری قوم مبارکباد کی مستحق ہے۔ قوم کو آج بڑی خوشخبری ملی ہے اللہ تعالیٰ نے ہماری لاج رکھ لی اب حالات میں بہتری آئے گی، آج کا دن قوم کے لیے انتہائی مسرت کا ہے، ہم نے ججوں اور آزاد عدلیہ کی بحالی کا وعدہ کیا تھا اور اللہ کے فضل سے جج بحال ہوگئے۔ ججوں کی بحالی عوام اور وکلاء کی جدوجہد کا نتیجہ ہے، اب میثاق جمہوریت پر عمل کر کے پارلیمنٹ کو بالادست بنائیں گے، ملک میں قانون کی حکمرانی اور آئین کی بالادستی کو یقینی بنائیں گے۔ لانگ مارچ ختم کرنے کا فیصلہ وکلاء کے رہنماؤں اعتزاز احسن اور علی احمد کرد کے علاوہ وکلاء قیادت اور قاضی حسین احمد اور عمران خان سے مشاورت کے بعد کیا گیا ہے۔انہوں نے چیف جسٹس سمیت ججوں کی بحالی کے اعلان پر صدر آصف علی زرداری اور وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کو مبارکباد پیش کی۔انہوں نے کہا کہ میں اب عدلیہ آزاد ہوگی اور پارلیمنٹ کی بالادستی قائم ہوگی۔توقع کرتا ہوں کہ صدر وزیراعظم ملک میں جمہوریت رائج کرنے پارلیمنٹ کو سپریم بنانے عدلیہ کی آزادی کیلئے اب میثاق جمہوریت پر بھی عمل کریں گے۔ ججز کی بحالی کا اعزاز گوجرانوالہ کے حصے میں آیا ہے تاریخ میں لکھا جائے گا کہ جج گوجرانوالہ سے بحال ہوئے۔

رہنما اعتزاز احسن نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ چیف جسٹس سمیت تمام ججز کی بحالی قوم کی

Marfat.com

جفاکشی کا نتیجہ اور بڑی فتح ہے لانگ مارچ سے یہ بات عیاں ہوگئی تھی کہ یہ قافلہ نہ تو رکے گا اور نہ ہی مڑے گا جو فیصلہ 21 مارچ کو ہونا تھا وہ آج ہو گیا ہے۔ صدر اور وزیراعظم کو ججز کی بحالی کے اعلان پر میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

لاہور میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے نواز شریف نے کہا کہ تاریخ ساز جدوجہد کے نتیجے میں تاریخ ساز فیصلہ کے بعد نیا پاکستان وجود میں آیا ہے اور اس سے پاکستان کو قائدؒ اقبالؒ کے فرمودات کی روشنی میں عدل وانصاف کا گہوارہ بنانے کے ساتھ مضبوط جمہوریت' جمہوری ادارے قائم ہوں گے آئین وقانون کی بالادستی قائم ہوگی۔ پہلی دفعہ جمہوریت کے ثمرات اس غریب کے گھر تک پہنچیں گے جس کی جھولی میں ہمیشہ مایوسی آئی ہم عوام اور وکلاء کے ساتھ پاکستان کے میڈیا کی خدمات اور کردار کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔

آزاد عدلیہ کی بحالی کا ''نرم انقلاب'' کا پیش خیمہ ہے۔ اگلے قدم کے طرو پر ماضی وحال کی غلطیوں کا تدارک کرنا ہوگا۔ آزاد عدلیہ کی کامیابی کا کریڈٹ پاکستانی قوم' سول سوسائٹی وکلاء' سیاسی کارکنوں' تاجروں اور میڈیا کو جاتا ہے۔ نئی تاریخ بن رہی ہے' جدوجہد جاری رہے گی

نواز شریف نے میڈیا کو شاباش دی' نواز شریف نے میثاق جمہوریت کو انقلابی تاریخی دستاویز قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس پر عملدرآمد کے لئے پاکستان مسلم لیگ ن پورا تعاون کرے گی۔ اس حوالے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ وقت آگیا ہے کہ ماضی حال کی غلطیوں کا تدارک کیا جائے۔

اگلا قدم میثاق جمہوریت ہے عدلیہ میں تقرری کے حوالے سے بھی میثاق جمہوریت میں طریقہ کار موجود ہے۔ اس پر عملدرآمد انقلابی اقدام ہوگا۔ وزیراعظم ہمیں پیچھے نہیں پائیں گے سارے معاملے میں وزیراعظم کا مثبت کردار رہا ہے۔ سوچ بچار اور پارٹی سے مشاورت کے بعد حکومت کو میثاق جمہوریت کے بارے میں تجاویز دیں گے۔

مسلم لیگ (ن) کے صدر اور سابق وزیراعلیٰ شہباز شریف اسلام آباد سے لاہور پہنچے تو بڑی تعداد میں پارٹی کارکنوں اور عام لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ شہباز شریف نے ججز کی بحالی کی عظیم فتح کو پاکستان کے باشعور لوگوں اور وکلاء کا کریڈٹ قرار دیتے ہوئے کہا کہ نواز شریف کی قیادت میں جب کارواں اسلام آباد کی جانب رواں دواں تھا تو دنیا دیکھ رہی تھی کہ قوم جاگ رہی ہے۔

میں وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے ایسا فیصلہ کیا جس کی قوم کو توقع تھی اس میں کسی قسم کی تاخیر اس سسٹم اور حکومت کیلئے نقصان دہ ہوسکتی تھی' یہ بھی خوش آئند امر ہے

Marfat.com

کہ صدر آصف زرداری نے بھی بروقت نوشتہ دیوار پڑھ لیا' صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔

ہم نے بہت پہلے یہ واضح کر دیا تھا کہ ہمیں اب اپنے لئے کچھ نہیں لینا ہمیں خود صدر زرداری اور وزیر اعظم نے پیغام بھجوایا تھا کہ ہم پنجاب حکومت کو 24 فروری والی پوزیشن پر بحال کرتے ہیں مگر میں نے اور نواز شریف نے واضح کیا تھا کہ مسئلہ ہماری اہلیت یا پنجاب حکومت کی بحالی نہیں بلکہ ججز کی بحالی اور عدلیہ کی آزادی ہے یہ ہمارا نہیں قوم کا مسئلہ ہے پہلے ججز بحال ہوں گے اچھا ہوا کہ صدر زرداری صاحب کی سمجھ میں یہ بات آ گئی' قوم کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ قربانی ملک کو ایک ایسی راہ پر لے جائے گی جس کیلئے ہم 60 سال بھٹکتے رہے۔

2 نومبر کی عدلیہ بحالی پر پوری قوم کو مبارکباد دیتا ہوں۔ معزول ججوں کی بحالی سے عوام میں امید کی کرن پیدا ہوگئی ہے۔ عوامی توقعات کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔ 16 مارچ کا دن قوم کیلئے تاریخ میں باعث افتخار ہوگا اب پنجاب حکومت کا معاملہ بھی جلد طے ہو جائیگا۔ وزیر اعظم کا قومی امنگوں کے مطابق فیصلہ تھا۔ عوام قائدؒ اور اقبالؒ کا پاکستان چاہتے ہیں قوم کی ان تھک کوششیں رنگ لائی ہیں۔ اب ملک میں انصاف کا بول بالا ہوگا اور تمام معاملات پارلیمنٹ میں حل ہونگے۔

☆☆☆

شریف برادران کی یوسف رضا گیلانی سے گفتگو، مبارکباد کا تبادلہ

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے سربراہ نواز شریف اور مسلم لیگ (ن) کے صدر شہباز شریف نے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی سے فون پر بات چیت کی اور انہیں ججز کی بحالی کے اقدام پر مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے کہا ہے کہ ان کا یہ اقدام ملک' قومی مفاہت کے لئے معاون ثابت ہوگا۔ نواز شریف اور شہباز شریف نے فون پر گفتگو میں ان کے کردار کی تعریف کی اور کہا کہ مسائل کا سیاسی حل دیرپا ہوتا ہے۔ آپ نے اس ضمن میں پیشرفت کی جس پر ہم آپ کے شکرگذار ہیں۔ نواز شریف' شہباز شریف نے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کو ان کے دورہ لاہور کے وقت ان سے ملاقات کرنے کی دعوت دی۔

Marfat.com

وزیراعظم گیلانی نے شریف برادران سے کہا کہ پیپلز پارٹی میثاق جمہوریت کے تحت کئے گئے وعدے پورے کرنے کے لئے پرعزم ہے جس پر محترمہ بینظیر بھٹو شہید اور میاں محمد نواز شریف نے دستخط کئے تھے۔انہوں نے کہا کہ حکومت سے آصف علی زرداری ارو محترمہ بینظیر بھٹو کا کیا ہوا وعدہ پورا کیا ہے۔حکومت اداروں کو مستحکم کرنے اور اس معاملے میں تمام سیاسی جماعتوں کو ساتھ لے کر چلنے کا عزم رکھتی ہے۔تمام جمہوری قوتوں میں سیاسی مفاہمت پورے سسٹم میں مثبت تبدیلی لائے گی۔اس سے ملک کو چیلنجوں سے نکالنے میں مدد ملے گی۔حکومت جلد سپریم کورٹ میں شریف برادران کی نااہلی کے خلاف نظرثانی کی درخواست دائر کرے گی۔نواز شریف نے وزیراعظم کی طرف سے مفاہمت کی پیشکش پر اعتماد ظاہر کیا اور کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ (ن) اس سلسلے میں مشترکہ حکمت عملی طے کرے گی۔نواز شریف' شہباز شریف نے وزیراعظم کی اس بات پر اتفاق کیا کہ میثاق جمہوریت کو قومی سطح پر مفاہمت کی کوششوں کی بنیاد بننا چاہیئے۔
وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے وکلاء کو آرڈیننشن کونسل کے چیئرمین چودھری اعتزاز احسن سے رابطہ کر کے ججز کی بحالی اور ملک کی سیاسی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا گیا۔دونوں رہنماؤں نے ایک دوسرے کو ججز کی بحالی پر مبارکباد دی۔

☆☆☆

ججوں کی بحالی کا نوٹیفکیشن

وزارت قانون نے 17 مارچ 2009ء کو ججز کے بحالی کے دو نوٹیفکیشن جاری کر دیئے۔سیکرٹری قانون آغا محمد رفیق نے پریس کانفرنس میں بتایا''ایک نوٹیفکیشن کے تحت چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو دو نومبر کی پوزیشن پر بحال کر دیا گیا ہے' چیف جسٹس افتخار محمد چودھری 22 مارچ سے چیف جسٹس عبدالحمید ڈوگر کی ریٹائرمنٹ کے بعد منصب سنبھالیں گے' دوسرے نوٹیفکیشن کے ذریعے سپریم کورٹ کے چار اور ہائیکورٹس کے 6 ججز کو بحال کیا گیا ہے جن ججز کی بحالی کا نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ان میں سپریم کورٹ کے جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے' جسٹس جاوید اقبال' جسٹس راجہ فیاض' جسٹس چودھری اعجاز احمد' لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس اعجاز احمد چودھری' جسٹس خواجہ محمد

Marfat.com

شریف، جسٹس اقبال حمید الرحمٰن، سندھ ہائیکورٹ کے جسٹس مشیر عالم، جسٹس مقبول باقر اور پشاور ہائیکورٹ کے جسٹس اعجاز افضل شامل ہیں۔ ہائیکورٹس کے تمام ججز فوری طور پر اپنے عہدے سنبھالیں گے، تمام ججز دوبارہ بحال ہوئے انہیں کسی حلف کی ضرورت نہیں، یہ تمام جج صاحبان 2 نومبر کی سطح پر بحال کئے گئے ہیں"۔

پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سیکرٹری قانون آغا محمد رفیق کہا "چیف جسٹس 22 مارچ کو ہی منصب سنبھالیں گے اور چیف جسٹس کے لئے چھٹی کا دن نہیں ہوتا وہ ہر وقت چیف جسٹس ہوتے ہیں"

ججز کی بحالی کے نوٹیفکیشن کی زبان انتہائی سادہ رکھی گئی ہے۔ سپریم کورٹ اور ہائیکورٹس کے ججز فوری طور پر بحال ہو گئے اور انہیں 2 نومبر والی سنیارٹی دی گئی۔ وزیراعظم کی ایڈوائس پر صدر آصف زرداری کے دستخط کے بعد سمری وزارت قانون کو بھجوائی گئی جس نے ججز کی بحالی کے نوٹیفکیشن جاری کر دیئے۔ وفاقی سیکرٹری قانون آغا محمد رفیق نے بحال ہونے والے ججز سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور بحالی کے امور پر تبادلہ خیال کیا۔

وزارت قانون نے صدر زرداری کی جانب سے وزیراعظم کی ارسال کردہ سمری پر دستخط کئے اور نوٹیفکیشن وزیراعظم کے اعلان کے 36 گھنٹے بعد جاری کیا گیا ہے۔ پہلے نوٹیفکیشن میں جسٹس افتخار اور دوسرے میں دیگر 10 ججوں کی بحالی کے احکامات تھے۔ سیکرٹری قانون آغا محمد رفیق نے نوٹیفکیشن جسٹس افتخار محمد چودھری کو پیش کیا۔ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر علی احمد کرد نے اسے اطمینان بخش قرار دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

غیر متنازعہ ہیرو

صدر جنرل پرویز مشرف کلف لگی وردی میں آرمی کیمپ آفس میں چیف جسٹس آف پاکستان مسٹر جسٹس افتخار محمد چودھری کی آمد کے منتظر ہیں۔ انہوں نے 1999ء میں میاں محمد نواز شریف کی حکومت کا تختہ الٹنے کا محاذ سر کیا تھا۔ پھر ایک ایک کر کے ہر محاذ سر کرتے چلے گئے۔ ان کے پاس طاقت تھی اور اصول ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس' جس کا مظاہرہ نہ صرف پاکستانی قوم بلکہ پوری دنیا نے نواز شریف کی رخصتی' رفیق تارڑ کی سبکدوشی' سیاستدانوں کی جلاوطنی' صدارتی ریفرنڈم کے انعقاد' دو مرتبہ ضلعی حکومتوں کے انتخابات، 2002ء کے الیکشن' مسئلہ کشمیر پر اصولی موقف سے پسپائی اور کسی مشورے اور کوئی حکمت عملی طے کئے بغیر نام نہاد دہشت گردی کیخلاف جنگ میں پاکستان کو جھونک دینے کے اقدام اور تسلیم شدہ افغان حکومت سے یکلخت علیحدگی کی صورت میں دیکھا تھا۔

وہ آج ایک اور محاذ سر کرنے کیلئے باوردی ہو کر چیف جسٹس مسٹر جسٹس افتخار محمد چودھری کی آمد کے منتظر تھے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری پوری تیاری سے آ رہے تھے۔ ان کیخلاف کئی دنوں سے کھچڑی پک رہی تھی جس سے پوری قوم آگاہ تھی۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ خود آگاہ نہ ہوں۔ وہ ایک عزم کے ساتھ صدر سے ملاقات کرنے جا رہے تھے۔ ان کو پتہ تھا کہ وہ سٹیل ملز کی نجکاری' گوادر میں پلاٹوں کی الاٹمنٹ اور اسلام آباد میں زرعی فارمز کے مقامات پر پلازے بنانے کا از خود نوٹس لینے پر کچھ سابق جرنیلوں' سیاستدانوں اور حکمرانوں کی دم پر پاؤں رکھ چکے ہیں۔

صدر صاحب نے ملاقات کے دوران ماحول کو پراسرار اور خوفناک بنانے کیلئے باوردی جرنیلوں اور دیگر افسروں کی فوج بلا رکھی تھی۔ پانی پلانے والے تک ہر کوئی کلف لگی کڑکڑاتی وردی میں ملبوس

Marfat.com

تھا۔ وہاں اگر کوئی چیز بظاہر حوصلہ افزاء تھی تو وہ وزیراعظم شوکت عزیز کی سول کپڑوں میں ملبوس مسکین صورت تھی، لیکن وہ اندر سے پورے سارے تھے۔ اس سارے ڈرامے کے وہ اہم کردار تھے۔ ساری ان کے ایما پر بچھائی گئی تھی، اس لئے اس مسکین صورت سے خیر کے کلمے کی توقع نہ تھی۔ جسٹس افتخار محمد چودھری جرنیلوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے۔ کچھ بیٹھے اور کچھ ماحول کو دہشت زدہ کرنے کیلئے کھڑے تھے۔ شوکت عزیز کی پیشانی پر سخت سردی کے موسم کے باوجود پسینہ چمک رہا تھا۔

صدر پرویز مشرف نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ ''آپ کیخلاف ریفرنس آیا ہے۔ بہتر ہے سپریم جوڈیشل کونسل کا سامنا کرنے کے بجائے آپ استعفیٰ دیدیں۔ آپ کو گورنر بلوچستان یا کسی بھی پسندیدہ ملک کا سفیر بنا دیا جائیگا''۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کا مختصر جواب تھا ''مجھے منظور نہیں''......اس جواب پر صدر پرویز مشرف چونکے اور کہا ''پھر ریفرنس کا سامنا کرو''...... ''کروں گا'' چیف جسٹس کے اس جواب پر صدر پرویز مشرف آگ بگولا ہوگئے۔ وہ کسی سے بھی ناں سننے کے عادی نہیں تھے جبکہ سامنے بیٹھا شخص پرسکون اور پرعزم تھا۔ ایسے لوگوں سے جنرل پرویز مشرف کا واسطہ کم کم ہی پڑا ہے۔ گو انہیں نواز شریف اور رفیق تارڑ کی ناں بھی یاد تھی، وہ بھی ناں کہہ کر اس پر ڈٹ گئے تھے جس کے نتیجے میں ان کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا، خصوصاً میاں محمد نواز شریف کو سات سال جلاوطنی میں گزارنا پڑے۔ آصف علی زرداری پر مقدمات قائم ہوئے، بے نظیر بھٹو کو جبری جلاوطن رکھا گیا، جاوید ہاشمی کی طرح کے کارکنوں اور رہنماؤں کی قید و بند کی اذیت بھی جسٹس افتخار محمد چودھری کے سامنے تھی لیکن انہوں نے جس عزم کے ساتھ استعفیٰ دینے سے انکار کیا تھا اور گورنر یا سفیر کے عہدے کو جوتی کی نوک پر رکھا تھا۔ یہ صدر کے ساتھیوں کیلئے حیران کن اور خود صدر کیلئے پریشان کن تھا۔ اب غصے اور شرمندگی سے صدر صاحب بھی پسینے میں شرابور تھے۔ انہوں نے وہ بھی کہہ دیا جو ایک مہذب شخص کی زبان پر نہیں چاہئے۔ جواب میں کہا گیا وقت ثابت کریگا کون کیا ثابت ہوتا ہے۔ پھر وقت نے ثابت کردیا کہ کون کیا ثابت ہوا؟ صدر پرویز مشرف کیا ثابت ہوئے؟ اس کا فیصلہ تاریخ کریگی تاہم جسٹس افتخار محمد چودھری 16 کروڑ عوام کے ہیرو ضرور ثابت ہوگئے۔

جسٹس افتخار محمد چودھری کے اردگرد بیٹھے جرنیل جسٹس افتخار محمد چودھری کی جرأت رندانہ پرانگشت بدنداں تھے۔ ان جرنیلوں نے مشرقی پاکستان کے الگ ہونے کے محرکات کے بارے میں ضرور

Marfat.com

پڑھا اور سنا ہوگا۔ کارگل میں 2700 افسروں اور جوانوں کا خون بہتے دیکھا ہوگا۔ سرحد کے شمالی علاقہ جات میں فوج کو اپنے لوگوں پر بارود برساتے اور ان لوگوں کے ہاتھوں افسروں اور جوانوں کو ذبح ہوتے دیکھا ہوگا۔ آج ان کے سامنے انصاف کو قتل کیا جا رہا تھا' انصاف کا خون بہایا جا رہا تھا' انصاف کو اغوا کیا جا رہا تھا' لیکن یہ بے بس تماشائی تھے۔ ان میں سے کچھ کی تلواریں تو صدر صاحب کے ساتھ اور دل چیف جسٹس کے ساتھ تھے۔ چیف جسٹس کو پانچ گھنٹے تک یرغمال بنا کر رکھا گیا تو حفاظت پر مامور کچھ افسر اور جوان بے اختیار رو دیئے لیکن ان کے بس میں انصاف کے علمبردار کیلئے آنسوؤں کے نذرانے کے سوا کچھ نہ تھا۔

☆☆☆

دوسری طرف سرکاری اور نجی ٹی وی چینلز کی سکرینوں پر مسلسل ایک ہی تصویر دکھائی جا رہی ہے۔ جنرل پرویز مشرف آرمی کیمپ ہاؤس میں چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری کے ساتھ صوفے پر بیٹھے ہیں۔ تصویر کے نیچے' پٹی بھی تسلسل کے ساتھ گردش کر رہی ہے ''چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری کو معطل کر دیا گیا ہے''۔ صدر صاحب وردی میں ملبوس ہیں۔ چیف جسٹس آف پاکستان کے چہرے پر پریشانی کے کوئی تاثرات نہیں پائے جاتے۔ ان کا چہرہ واضح پُرعزم نظر آتا ہے۔ تصویر اور معطلی کی پٹی سے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کہ چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری نے استعفیٰ دینے سے انکار کر دیا ہے جس کے باعث حکومت تصویر اور خبر جاری کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ان کو چھ گھنٹے تک آرمی ہاؤس میں بٹھائے رکھا گیا اس دوران ان کو استعفیٰ دینے پر آمادہ کرنے کے لئے ہر لالچ دیا گیا۔ وہ لالچ میں نہ آئے تو ڈرایا دھمکایا گیا۔ ان کا ایک ہی جواب تھا استعفیٰ دیدوں، کبھی نہیں۔ جتنے چاہو الزامات لگاؤ، ان کو عدالت میں ثابت کرو۔ استعفیٰ کبھی نہیں دوں گا۔ اس کے بعد ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیئے گئے ان کی دو مرتبہ جان لینے کی کوشش کی گئی لیکن وہ پرعزم رہے۔ اپنے خلاف الزامات کا سامنا کیا اور سرخرو ہوئے۔ وہ ایک آزمائش سے تو کامیاب گزر گئے۔ ان کو آزمائش میں ڈالنے والوں کو آزاد عدلیہ قبول نہیں تھی۔ اس لئے چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری کو غیر مؤثر بنانے کے لیے پورے سسٹم کو تلپٹ کر کے رکھ دیا۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کسی بھی لمحے جھکے نہ کمزور پڑے، ہمیشہ پرعزم رہے۔ انہوں نے آمریت کے سامنے جو ناں کی اور اس پر ڈٹ گئے تو اسی

Marfat.com

تاں نے ان کو قومی لیڈر اور ہیرو بنا دیا۔
آرمی کیمپ آفس میں جسٹس افتخار محمد چودھری کے پہنچتے ہی ان کا پروٹوکول ختم کر دیا گیا تھا۔آرمی ہاؤس کو کمانڈوز نے گھیرا ہوا تھا، اندر بڑے بڑے فوجی افسر چیف جسٹس آف پاکستان کو گھیرے میں لئے ہوئے تھے۔ایسے ماحول میں کسی سویلین کے لئے دم مارنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔صدر کو یقین تھا کہ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری تمام الزامات تسلیم کر کے استعفیٰ ان کے قدموں میں رکھ دیں گے۔لیکن جسٹس افتخار محمد چودھری نے صاف انکار کر دیا۔اندرنی کہانی کے مطابق صدر صاحب چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے انکار پر غصے میں آ گئے تھے۔وہ آپے سے باہر ہوئے تو چیف جسٹس نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔پھر چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری کو جسٹس جاوید اقبال کے قائم مقام چیف جسٹس کا حلف لینے تک آرمی ہاؤس سے اُٹھنے نہیں دیا گیا ۔اس کے بعد جسٹس افتخار محمد چودھری کو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی طرح ان کی سرکاری رہائش گاہ پر نظر بند کر دیا گیا۔اسی روز ان کے خلاف ریفرنس سپریم جوڈیشل کونسل کو بھیج دیا گیا۔جو اس پر کارروائی کے لئے پہلے سے تیار بیٹھی تھی۔جس نے اگلے دن کے آغاز سے قبل پہلی سماعت کر ڈالی۔اس کے ساتھ ہی جسٹس افتخار محمد چودھری کے گھر کے فون بند کر دیئے گئے اور ان کا دنیا سے رابطہ مکمل طور پر کاٹ کے رکھ دیا گیا۔ان کے گھر والوں کے فون بھی ضبط کر لئے گئے۔گھر سے گاڑیاں لفٹر کے ذریعے اٹھالی گئیں۔بچوں کو سکول جانے تک کی اجازت نہیں تھی۔

☆☆☆

جسٹس افتخار محمد چودھری دنیا کے واحد چیف جسٹس ہیں جو اپنے عظیم ترین کردار کی وجہ سے اپنی سروس کے دوران دو مرتبہ زیرِ عتاب آئے۔افتخار محمد چودھری 1948ء میں پیدا ہوئے۔وہ بنیادی طور پر پنجابی ہیں لیکن کوئٹہ میں مستقل رہائش رکھنے کے باعث بلوچستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس رہے بعد میں صدر مشرف نے ان کو 2000 میں سپریم کورٹ کا جج مقرر کیا۔انہیں 2005 میں سپریم کورٹ کے کم عمر ترین چیف جسٹس ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔
جسٹس افتخار محمد چودھری نے سپریم کورٹ میں اپنے فیصلوں، عوامی مشکلات کے حوالے سے لئے گئے ایکشنوں کے باعث معاشرے میں پزیرائی حاصل کرنا شروع کی۔عدالتی سسٹم سے مایوس انصاف کے طلب گار عوام کو جسٹس افتخار محمد چودھری کی صورت میں ایک نجات دہندہ نظر آنے لگا

Marfat.com

جو نہ صرف انکے دکھ درد، مصائب و آلام، بے بسی و بے کسی، انصاف طلبی اور دادرسی کی اہمیت کو سمجھتا تھا بلکہ جس نے اپنے منصفانہ، دلیرانہ اور دانش مندانہ فیصلوں سے ثابت کیا کہ اگر کوئی انصاف کرنے پر آئے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کا راستہ نہیں روک سکتی۔ جسٹس افتخار محمد چودھری حکمرانوں کی مجبوریوں، دباؤ اور ہتھکنڈوں کو خاطر میں نہ لائے۔ انہوں نے بہت سے اہم کیسز میں انصاف پر مبنی فیصلے کئے جو عام، حساس اور محبِ وطن پاکستانیوں کے دل کی آواز تھے۔

حکومت نے پاکستان کے سب سے بڑے صنعتی یونٹ پاکستان سٹیل ملز کے 75 فیصد حصص 21 ارب 68 کروڑ میں فروخت کر دیے۔ جس رقبے پر ملز قائم تھی، اس کی کوئی قیمت نہ لگائی گئی۔ حکومتی وکیل نے عدالت میں اعتراف کیا تھا کہ صرف اور صرف زمین کی قیمت 70 ارب روپے ہے۔ کیس سپریم کورٹ میں گیا تو نجکاری میں بہت سی بے ضابطگیاں پائی گئیں جس پر چیف جسٹس پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری کی سربراہی میں قائم نو رکنی بنچ نے نجکاری کے خلاف حکم امتناعی جاری کر دیا۔ بعد ازاں اسی بنچ نے نجکاری کے عمل کو شفاف اور قانون کے تقاضوں کے مطابق نہ ہونے پر کالعدم قرار دیدیا۔

چیف جسٹس نے گمشدہ افراد کی بازیابی کے حوالے سے بھی مقدمات کی سماعت کی اور گمشدہ افراد کو عدالت میں پیش نہ کرنے پر حکومت کو آڑے ہاتھوں لیا جس سے حکومت کو ہر پیشی پر خفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

جسٹس افتخار محمد چودھری نے نیومری پروجیکٹ کو روکنے کے احکامات جاری کئے۔ اس کے علاوہ اسلام آباد کے ایک عوامی پارک کو بیچنے کی کوشش ناکام بنائی۔

جسٹس افتخار محمد چودھری نے 25 اکتوبر 2005 کو بسنت پر پابندی لگا دی۔ حکومت کی خواہش تھی کہ پابندی نہ لگائی جائے۔ بسنت کے دن قریب آئے تو صدر پرویز مشرف نے کہا کہ بسنت ضرور منائی جائے گی۔ پنجاب حکومت نے اس بیان کے بعد ایک آرڈیننس کے ذریعے پابندی ہٹا لی۔ اس پر چیف جسٹس نے کہا تھا کہ بسنت کے دوران جو ہلاکتیں ہونگی اس کی ذمہ دار حکومت ہو گی۔ 2006 میں 25 فروری سے دس مارچ تک بسنت منانے کی آزادی دی گئی اس دوران صرف لاہور میں معصوم بچوں سمیت آٹھ افراد جاں بحق ہوئے۔ یہ موت اور خون کا کھیل اگلے سال بھی کھیلا گیا تاہم 2008ء میں کنگز پارٹی عبرت ناک شکست سے دوچار ہوئی تو کی اس خونیں کھیل سے جان چھوٹی۔

Marfat.com

نجی زمین پر ریٹائرڈ فوجیوں کے قبضے اور چند فوجی افسروں کے زیرِ کنٹرول اداروں کے قبضے سے متعلق کئی مقدموں میں جسٹس افتخار محمد چودھری نے نہ صرف ان اداروں کے خلاف فیصلے دیئے بلکہ ناجائز قبضوں کو ادارتی تحفظ فراہم کرنے پر مذکورہ افسروں کی سرزنش بھی کی۔ گواہوں کے کٹہرے پولیس افسروں کی ڈانٹ ڈپٹ تو ان کا روز کا معمول تھا، خصوصاً بڑھتے ہوئے جرائم پر انہوں نے صوبے کی پولیس کو الٹی میٹم دیئے۔ حکومت کو ایک تکلیف لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے نوٹس لینے پر تھی۔ صدر کی طرف سے ریفرنس بھجوانے کی فوری وجہ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفاداروں کی یہ اطلاعات تھیں کہ چیف جسٹس پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری مشرف کے دو عہدوں سے متعلق نوٹس لینے والے ہیں۔

جسٹس افتخار محمد چودھری واقعی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے انسان ہیں۔ ایسے لوگ مدتوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اگر وہ عام آدمی ہوتے تو آرمی کیمپ آفس سے واپسی پر اپنے گھر میں نظر بند ہونے کے بجائے بلوچستان کے گورنر یا اپنے کسی پسندیدہ ترین ملک میں سفیر ہوتے۔ کسی بھی انسان کو رام کرنے کے لئے لالچ اور توڑنے کے لئے دھونس، ذہنی و جسمانی تشدد، اولاد، اہلیہ اور قریبی عزیزوں کو اذیت میں مبتلا کرنے کے طریقے آزمائے جاتے ہیں۔ جسٹس افتخار محمد چودھری پر ہر طریقہ آزمایا گیا لیکن وہ استعفیٰ دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ ہر انسان کی کوئی نہ کوئی قیمت اور کمزوری ہوتی ہے۔ صدر پرویز مشرف کی پوری ٹیم جسٹس افتخار محمد چودھری کی کمزوریاں ڈھونڈنے پر لگ گئی۔

اپنے اپنے طور پر صدر مشرف کے حواری دانشور جسٹس افتخار محمد چودھری کی کمزوریوں کے بنڈل اٹھائے سرکاری اور نجی ٹی وی چینلز پر نمودار ہو کر زہر اگلتے رہے۔ قیمت تو صدر مشرف نے گورنر اور سفیر بننے کی پیش کش کی صورت میں لگا دی تھی۔ فاضل جج لالچ میں آئے نہ دھونس میں اور نہ ہی بلیک میلنگ میں۔ انہوں نے سرے سے یہ مقولہ ہی غلط ثابت کر دکھایا کہ ''ہر انسان کی کوئی نہ کوئی قیمت اور کمزوری ہوتی ہے'' حکومت جو بھی الزامات ڈھونڈ کر لاتی وہ یہی کہتے کہ ان کو عدالت میں ثابت کرو۔ جو شخص ایسے حکمران کے سامنے ثابت قدم رہ جائے، جس حکمران کی زبان سے نکلے ہر لفظ کو قانون کا درجہ دینے کے لئے پارلیمنٹ بے تاب رہتی ہو وہ یقیناً غیر معمولی شخص ہی ہو سکتا ہے۔

جسٹس افتخار محمد چودھری کو تو اپنی جان تک کی بھی پروا نہیں تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ ان کو اور

Marfat.com

ان کے خاندان کو اگر بلڈوزر کے آگے رکھ کے کچل دیا جائے پھر بھی وہ اپنے مئوقف سے نہیں ہٹیں گے۔ بارہ اکتوبر 2007 کو ان کو کراچی میں اغوا کرنے کی کوشش کی گئی۔ 17 جولائی 2007 کو ان پر قاتلانہ حملے کا پورا پروگرام تھا لیکن وہ گھر سے ذرا دیر سے چلے تو بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس حملے میں بیس سے زائد افراد جاں بحق ہوئے۔ ان میں زیادہ تعداد پیپلز پارٹی کے لوگوں کی تھی جو ان کے استقبال کے لئے آئے تھے۔ دھماکے کے فوری بعد ان کی جان کو بدستور خطرہ تھا۔ وہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے گھر بیٹھ رہتے تو بہتر تھا لیکن وہ فوری طور پر اپنی جان خطرے میں ڈال کر جائے وقوع پر پہنچے اور ہسپتال بھی گئے۔ شوکت عزیز کو صدر مشرف نے وزیر اعظم نامزد کیا تھا، وہ اپنی انتخابی مہم پر چکوال میں تھے کہ ان پر خودکش حملہ ہو گیا جس میں چند مسلم لیگی جاں بحق ہوئے تو شوکت عزیز کو فوری طور پر وہاں سے نکال لیا گیا انہوں نے اسلام آباد پہنچنے تک پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

جسٹس افتخار محمد چودھری کو بار ایسوسی ایشن کی دعوت پر لاہور آنا تھا۔ پنجاب حکومت نے پورا زور لگا لیا کہ وہ جی ٹی روڈ کے بجائے جہاز سے لاہور آئیں۔ جواز ان کی جان کو خطرہ قرار دیا گیا اور انٹیلی جنس رپورٹس کا حوالہ دیا گیا کہ ان پر قاتلانہ حملہ ہو سکتا ہے۔ مزید کہا گیا کہ ان کے جلوس میں خودکش بمبار شامل ہو چکے ہیں۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کو ہر طریقے سے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی گئی لیکن ان پر کسی دھمکی کا اثر نہ ہوا۔ وہ اپنے پروگرام پر ڈٹے رہے۔ وہ براستہ جی ٹی روڈ اسلام آباد سے لاہور پہنچے۔ راستے میں ان کا جگہ جگہ شاندار استقبال کیا گیا۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کے استقبال کی داستانیں الگ ہیں جو پاکستان میں استقبال کی نئی تاریخ رقم کر گئیں۔ چار گھنٹے کا فاصلہ 26 گھنٹے میں طے ہوا۔ لاہور پہنچے تو استقبال کے لئے وکلاء ہر طبقہ فکر کے لوگوں کے ساتھ ساتھ ہائی کورٹ کے 20 ججوں نے بھی پوری رات آنکھوں میں گزار دی۔

9 مارچ 2007 دوپہر تک ایک عام دن تھا لیکن اس کے بعد یہ پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم ترین دن بن گیا۔ اس دن کی دوپہر تک 90 فیصد سے زائد پاکستانیوں کو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا نام تک معلوم نہ تھا لیکن نو مارچ کی دوپہر کے بعد نہ صرف پاکستان میں ان کا نام بلند ہونا شروع ہوا بلکہ پوری دنیا میں افتخار محمد چودھری کا نام گونج رہا تھا۔ وہ صدر مشرف کی صرف ایک ''نظرِ کرم'' کے باعث عالمی سطح پر شہرت حاصل کر گئے۔ پاکستان میں انکو ہر طبقہ نے آنکھوں پر بٹھایا۔

صدر مشرف اپنے سامنے بٹھا کر ان کو پہلا الزام سنایا تو باقی تمام خود بخود ان کی سمجھ میں آ گئے۔ یہ

Marfat.com

وہی الزامات تھے جو ایک ایڈووکیٹ نے ایک کھلے خط میں ان پر لگائے تھے ریفرنس دائر ہونے سے کافی دن پہلے یہ خط جسٹس افتخار محمد چودھری کو مل چکا تھا۔ انہوں نے اس پر کسی قسم کا ردِ عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ پوری دنیا نے دیکھا کہ لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس مولوی مشتاق احمد نے ذاتی پرخاش کی وجہ سے ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ ذاتی رنجش پر سزائیں دینے کی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔ خط لکھنے والے وکیل اس خط پر اپنے اوپر توہینِ عدالت لگتی محسوس کر رہے تھے اور دو مرتبہ چھ چھ ماہ کی قید بھگتنے کے لئے خود کو ذہنی طور پر تیار کئے ہوئے تھے لیکن سامنے ایک اعلیٰ ظرف انسان تھا جس نے کسی الزام پر باز پرس نہ کی۔

☆☆☆

جنرل پرویز مشرف اور ان کے وزراء کی ٹیم ٹی وی انٹرویوز، پریس کانفرنسوں اور بیانات میں جسٹس افتخار محمد چودھری کے خلاف کیا کچھ نہ کہتے رہے لیکن فاضل جج نے کسی ایک بات کا بھی جواب نہیں دیا۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کے ساتھ ریفرنس بھیجنے کے بعد جو بدسلوکی کی گئی ان کے بچوں کے ساتھ جس طرح کا انتقامی سلوک کیا گیا اس پر میڈیا میں آواز بلند ہوئی۔ وکلاء اور سول سوسائٹی نے اس پر زبردست تنقید کی، بیرونِ ممالک خصوصاً مغربی میڈیا نے بھی اسے بلا جواز قرار دیا تو 19 مارچ کو صدر پرویز مشرف نے ایک ٹی وی انٹرویو میں جس معصومیت کا اظہار کیا اس پر ہر کوئی ششدر رہ گیا۔ صدر فرماتے ہیں؛۔

'' جسٹس افتخار محمد چودھری نے خود میرے ملٹری سیکرٹری کو فون کیا تھا کہ وہ ملنا چاہتے ہیں، میں کیمپ آفس میں تھا۔ یہ وہی کیمپ آفس ہے جہاں بھٹو، ضیاسب بیٹھا کرتے تھے اور میں زیادہ تر یونیفارم میں ہوتا ہوں، جسٹس افتخار محمد چودھری ملنے آئے تو میں نے ان کے استفسار پر بتایا کہ آپ کے خلاف ریفرنس آ گیا ہے۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے اپنی فائل سے پشاور ہائی کورٹ کے ایک جج کا لیٹر نکالا جس میں انہوں نے چیف جسٹس کے خلاف الزامات لگائے تھے اور مطالبہ کیا تھا کہ ان کے خلاف ریفرنس سپریم جوڈیشل کونسل کو بھجوایا جائے ورنہ میں (جسٹس افتخار محمد چودھری) استعفیٰ دے دوں گا۔ میں نے ریفرنس اور شواہد کا پلندہ جسٹس افتخار محمد چودھری کو دیا جو انہوں نے دیکھا، اس دوران میں نے وزیر اعظم کو بھی بلا لیا۔ 2 بجے میں نے وزیر اعظم کے ہمراہ نماز جمعہ پڑھی بعد میں مجھے کراچی جانا تھا جس کے بعد میں اور وزیر اعظم کیمپ سے روانہ ہو گئے لیکن جسٹس

Marfat.com

افتخار وہاں ریفرنس کا جائزہ لیتے رہے، اس بات کا فیصلہ انہیں خود کرنا تھا کہ وہ استعفیٰ دینا چاہتے ہیں یا ریفرنس کا سامنا کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں آرمی ہاؤس میں پانچ گھنٹے تک روکا نہیں گیا بلکہ وہ اپنی مرضی سے ملٹری سیکرٹری کے دفتر میں بیٹھے رہے"

اس انٹرویو کے بعد بھی حکومت کی طرف سے جسٹس افتخار محمد چودھری کیخلاف زہریلے پراپیگنڈہ کا سلسلہ جاری رہا۔ جسٹس افتخار نے کئی بار ایسوسی ایشنز سے خطاب کیا لیکن ان کی زبان سے ایک مرتبہ بھی صدر مشرف کا نام نہیں آیا۔ انہوں نے کسی بھی وزیر، مشیر، وزیر اعلیٰ یا گورنر کے کسی بھی بیان کا جواب نہیں دیا وزیر اعلیٰ سندھ ارباب رحیم کے بیانات تو انتہائی توہین آمیز ہوتے تھے۔ جب الزامات کی انتہا ہوگئی تو جسٹس افتخار محمد چودھری نے اپنی پوزیشن واضح کرنے کیلئے قانونی طریقہ کار اپناتے ہوئے اپنے وکلا کے ذریعے بیانِ حلفی سپریم کورٹ میں داخل کرا دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

الف

جسٹس افتخار محمد چودھری کا بیانِ حلفی

''میں چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں نے آئین کے آرٹیکل (3) 184 کے تحت نو مارچ کو دائر کئے گئے ریفرنس نمبر 43/2007 اور نوٹیفکیشن نمبر F-(2)2005 کے خلاف درخواست دائر کی ہے۔ وجہ یہ ہے یہ مجھے غیر قانونی طور پر فاضل عدالت کے جج اور چیف جسٹس آف پاکستان کی حیثیت سے آئینی ذمہ داریاں ادا کرنے سے روکا گیا ہے۔ اس سے سپریم جوڈیشل کونسل نے آرڈر جاری کیا اور 15 مارچ کو مجھے جبری رخصت پر بھیج دیا گیا۔ اس سے سپریم جوڈیشل کونسل کی ساکھ، آئینی امور اور کونسل کی سماعت پر منفی اثرات پڑے۔ یہ حلف نامہ مذکورہ درخواست میں اٹھائے گئے نکات اور پیش کی گئی استدعاؤں کی حمایت میں داخل کیا گیا ہے۔ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ اس میں دی گئی معلومات میرے علم کے مطابق درست ہیں اور کچھ نہیں چھپایا گیا۔

9 مارچ 2007 کو میں چیف جسٹس آف پاکستان کی حیثیت سے بنچ نمبر ایک کی سربراہی کرتے ہوئے مختلف مقدمات کی سماعت ساڑھے دس بجے تک کرتا رہا۔ اس کے بعد بنچ کی دوبارہ تشکیل کی گئی کیونکہ میں صدر پاکستان سے ملاقات کے لئے آرمی ہاؤس راولپنڈی گیا۔ میں اپنے سٹاف کے ہمراہ ساڑھے گیارہ بجے آرمی ہاؤس پہنچا جہاں مجھے ویٹنگ روم میں بٹھا دیا گیا۔ پانچ منٹ کے انتظار کے بعد مدعا علیہ فوجی یونیفارم میں ملبوس اپنے ایم ایس اور اے ڈی سی کے ہمراہ آئے۔ یونہی وہ اپنی نشست پر بیٹھے، ٹی وی کیمرہ مینوں اور فوٹو گرافروں کی ایک ٹیم اندر داخل ہوئی۔ انہوں نے مختلف تصاویر اور مووی بنائی، سارک لاء کانفرنس سارک چیف جسٹسز کانفرنس اور سپریم کورٹ کی گولڈن جوبلی تقریبات کے بارے میں بات چیت کرتے ہوئے صدر نے بتایا کہ انہیں

Marfat.com

پشاور ہائی کورٹ کے ایک جج کی طرف سے میرے خلاف ایک شکایت ملی ہے جس پر میں نے جواب دیا کہ اس کیس کا فیصلہ دو رکنی بنچ نے حقائق کے مطابق کر دیا ہے اور یہ درخواست بھیجنے کا مقصد بنچ کے دوسرے رکن کو بدنام کرنا ہے۔ اس پر مدعا علیہ نے کہا کہ آپ کے خلاف کچھ اور شکایات بھی موجود ہیں۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے اپنے سٹاف کو ہدایت کی کہ وہ دیگر افراد کو بلا لائے۔ مدعا علیہ کی ہدایت پر جو لوگ کمرے میں داخل ہوئے ان میں وزیر اعظم شوکت عزیز، ڈی جی ملٹری انٹیلی جنس، ڈی جی آئی ایس آئی، ڈی جی آئی بی، چیف آف سٹاف اور دیگر حکام شامل تھے۔ مدعا علیہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ کے کچھ ٹکڑوں پر لکھے ہوئے نوٹس پڑھنے شروع کئے۔ ان میں سے ایک بھی ٹھوس دستاویز نہیں تھی۔ یہ الزامات مسٹر نعیم بخاری کی طرف سے لکھے گئے بدنام خط کے متن پر مشتمل تھے جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے، میں نے ان الزامات کو سختی سے مسترد کر دیا کیونکہ یہ بے بنیاد تھے اور مجھے ذاتی اور عدلیہ کو مجموعی طور پر بدنام کرنے کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ اس پر مدعا علیہ نے کہا کہ آپ اپنے اہل خانہ کے لئے سپریم کورٹ کی کاریں لیتے ہیں۔ میں نے اس الزام کی تردید کی۔ مدعا علیہ نے کہا کہ آپ نے مرسیڈیز میں سفر کیا۔ جس پر میں نے جواب دیا، وزیر اعظم یہاں موجود ہیں انہوں نے خود یہ کار بھیجی تھی۔ وزیر اعظم نے کوئی جواب نہ دیا۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ مدعا علیہ نے نے کہا کہ آپ نے لاہور ہائی کورٹ کے امور میں مداخلت کی اور چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کی بہت سی سفارشات کو قبول نہیں کیا۔ مدعا علیہ نے اصرار کیا کہ مجھے استعفیٰ دے دینا چاہیے اور کہا کہ میں استعفیٰ دے دوں تو مجھے اکاموڈیٹ کر لیا جائے گا اور کہا انکار کی صورت میں مجھے ریفرنس کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے میری بڑی سبکی ہو گی۔ میں نے حتمی طور پر پورے عزم کے ساتھ کہا کہ میں استعفیٰ نہیں دوں گا اور کسی بھی ریفرنس کا سامنا کروں گا کیونکہ میں بے گناہ ہوں۔ میں نے کسی قانون، ضابطہ اخلاق یا قواعد وضوابط کی خلاف ورزی نہیں کی۔ میں اس امر پر یقین رکھتا ہوں کہ میں خود قانون کا محافظ ہوں، مجھے خُدا پر یقین ہے جو میری مدد کرے گا۔ اس پر مدعا علیہ غصے سے کھڑے ہو گئے اور اپنے ملٹری سیکرٹری، چیف آف سٹاف اور وزر اعظم کے ہمراہ کمرے سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ دیگر لوگ مجھے شواہد دکھائیں گے۔ یہ ملاقات تیس منٹ سے زائد نہیں رہی۔ خفیہ اداروں کے سربراہ میرے ساتھ بیٹھے رہے۔ انہوں نے ایک بھی ثبوت نہیں دکھایا۔ صرف ڈی جی آئی ایس آئی کچھ دستاویزات اپنے ہمراہ لائے تھے لیکن انہوں نے بھی مجھے کچھ نہیں دکھایا تاہم انہوں نے کہا کہ جب میں بلوچستان

Marfat.com

ہائی کورٹ میں جج تھا تو میں نے بولان میڈیکل کالج میں اپنے بیٹے کے لئے نشست حاصل کی اور زور دیا کہ مجھے استعفیٰ دے دینا چاہیئے۔ میں نے سختی سے کہا کہ یہ الزامات بے بنیاد ہیں۔ اگلے چند گھنٹوں میں مجھے کمرے میں زبردستی روک لیا گیا۔ کچھ دیر کے لیئے تمام لوگ کمرے سے چلے گئے اور مجھے کمرے سے باہر جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ یہ بھی ظاہر تھا کہ کلوز سرکٹ کیمرے سے میرا جائزہ لیا جارہا ہے کیونکہ جب بھی میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو ایک باوردی افسر سے میرا سامنا ہوا جس نے مجھے روک دیا۔ میں نے کئی مرتبہ جانے کے لئے کہا لیکن مجھے کہا گیا کہ آپ بیٹھے رہیں اور انتظار کریں۔ ایک مرتبہ یہ بھی کہا گیا کہ پرویز مشرف دوبارہ ملاقات کریں گے۔ میں نے درخواست کی کہ میرے سٹاف اور پروٹوکول افسر کو بلایا جائے کیونکہ میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں لیکن کہا گیا کہ وہ اندر نہیں آسکتے۔ میں نے کہا کہ میرے سٹاف سے کہا جائے کہ وہ میرے اہل خانہ کو پیغام دیں کہ میں آرمی ہاؤس میں ہوں اور لاہور جانے کا پروگرام منسوخ کر دیا ہے۔ میں نے آرمی ہاؤس اور وہ کمرہ چھوڑنے کی بہت سی کوششیں کیں لیکن ہر مرتبہ مختلف بہانوں سے روک دیا گیا۔ درخواست کی گئی کہ جانے کے لئے گاڑی لائی جائے لیکن انکار کر دیا گیا۔ مدعا علیہ سے آدھے گھنٹے سے کم ملاقات کے بعد پانچ بجے تک مجھے میری مرضی کے بغیر روکا گیا۔ پانچ بجے کے بعد ڈی جی ایم آئی دوبارہ آئے اور کہا کہ باہر کار موجود ہے آپ گھر جاسکتے ہیں ڈی جی ایم آئی کمرے سے باہر آئے اور مجھے کہا کہ یہ ایک برا دن تھا۔ اب آپ کا راستہ الگ ہو چکا ہے اور آپ کو بتایا جاتا ہے کہ آپکو چیف جسٹس اور سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے کام کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ جب میں نے کار کو دیکھا تو چیف جسٹس آف پاکستان کے جھنڈے اتار لئے گئے تھے۔ میرے سٹاف افسر نے بتایا کی جسٹس جاوید اقبال نے قائم مقام چیف جسٹس کا حلف اٹھالیا ہے جو ٹی وی دکھایا گیا ہے۔ ڈرائیور نے بتایا کہ اسے ہدایت کی گئی ہے کہ مجھے سپریم کورٹ نہ لے جائے جب میں نے ڈرائیور کو سپریم کورٹ جانے لئے کہا تو سپورٹ کمپلیکس کے قریب ایک فوجی اہلکار نے مجھے مزید آگے جانے سے روک دیا۔ اسی اثنا میں ایس پی طارق مسعود یٰسین نے ڈرائیور کو باہر نکلنے کا حکم دیا اور کہا کہ وہ خود گاڑی چلا کر لے جائیں گے، انہوں نے میرے گن مین کو بھی گاڑی سے باہر بلالیا۔ میں نے کہا کہ میں سپریم کورٹ نہیں جاؤ نگا میرا ڈرائیور گاڑی چلائے گا اور گن مین ساتھ ہو گا۔ اس پر طارق مسعود یٰسین نے اجازت دیدی۔

Marfat.com

جب میں پونے چھ بجے گھر پہنچا تو مجھے یہ دیکھ کر صدمہ ہوا کہ پولیس اہلکار اور وردی کے بغیر ایجنسیوں کے لوگ میری رہائش گاہ کے اردگرد موجود تھے۔ میں نے دیکھا کہ میرے فون، سیلولر فونز، ٹی وی کیبلز اور ڈی ایس ایل جام یا منقطع تھے۔ میں اور میرے اہلخانہ کئی دن تک باہر کی دنیا سے کٹے رہے۔ نو مارچ کو رات نو بجے لفٹر کے ذریعے تمام گاڑیاں بشمول مرسڈیز اٹھالی گئیں۔ اسی رات ایک گاڑی واپس لائی گئی لیکن اس کی چابی نہیں دی گئی۔ دس مارچ کو سپریم جوڈیشل کونسل کی طرف سے ایک نوٹس موصول ہوا جس سے معلوم ہوا کہ میرے خلاف ریفرنس دائر کیا گیا ہے۔ مجھے صرف آرڈر کی کاپی دی گئی جس کے تحت کونسل نے مجھے کام کرنے سے روک دیا تھا۔ نوٹس کے ساتھ اگرچہ ریفرنس کی کاپی موجود تھی لیکن کوئی دستاویزی ثبوت نہیں تھے۔ یہ دیکھ کر بھی حیرت ہوئی کہ میرے خلاف ریفرنس اسی روز جلدی میں بھیج دیا گیا۔ کونسل کے دو ارکان نوائے وقت کی خبر کے مطابق خصوصی پروازوں پر لاہور اور کراچی سے اسلام آباد گئے تاکہ وہ کونسل میں شریک ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ کونسل کے سیکرٹری فقیر حسین کی طرف سے کوئی میٹنگ نہیں بلائی گئی۔ کسی کو کوئی ایجنڈا نہیں دیا گیا۔ کونسل نے ریفرنس کے مواد کا جائزہ لئے بغیر اور مجھے نوٹس جاری کئے بغیر ادارے اور میرے مفادات کے خلاف حکم جاری کر دیا اور مجھے سپریم کورٹ کے جج یا چیف جسٹس کی حیثیت سے فرائض انجام دینے سے روک دیا۔ مجھے میرے اہل خانہ بشمول سات سالہ بچے کے نو مارچ سے تیرہ مارچ تک زیر حراست رکھا۔ ان اقدامات سے ذاتی اور نجی زندگی کو شدید دھچکہ لگا اور پرائیویسی محض لفظ بن کر رہ گئی۔ میں نے کوئی گاڑی استعمال نہیں کی کیونکہ کوئی گاڑی موجود ہی نہیں تھی جس کے باعث مجھے پیدل چلنا پڑا اور پولیس افسر نے میرے ساتھ بدسلوکی کی۔ یہ بدسلوکی ہی تھی جس کے باعث مجھے پیدل چلنا پڑا۔ میرے ساتھ پولیس افسر کی بدسلوکی جوڈیشل انکوائری میں ثابت ہو چکی ہے۔ سپریم کورٹ کا میرا اسٹاف لاپتہ ہے اور اسے نامعلوم جگہ پر پہنچایا گیا ہے۔ میرے خلاف ثبوت گھڑنے کی کوشش کی گئی حتیٰ کہ میرے گھریلو ملازمین کو بھی لے جا کر خفیہ اداروں کے سامنے پیش کیا گیا اور انہیں دو تین روز بعد رہائی ملی، سبزی تک لانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ کہا گیا کہ سرکاری اہلکار ساتھ جائے گا، میرا چیمبر سیل کر دیا گیا اور کچھ فائلیں اٹھالی گئیں جن میں سے بعض نئے رجسٹرار کی نگرانی میں آئی ایس آئی کو دے دی گئیں۔ یہ اقدام عدلیہ کے قوائد و ضوابط سے مکمل طور پر متصادم ہے۔ چیف جسٹس کی حیثیت سے چیمبر میں سٹاف کے ساتھ بیٹھنا میرا حق ہے۔ مجھ سے کسی کو آزادی سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی حتیٰ کہ فاضل جسٹس

Marfat.com

منیر اے شیخ کو بھی ملنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ بچوں کو کالج، سکول اور یونیورسٹی جانے کی اجازت نہ دی گئی حتیٰ کہ میں اور میرے اہل خانہ زندگی کی بنیادی ضروریات، ادویات اور ڈاکٹروں سے بھی محروم کر دیئے گئے۔ جب جوڈیشل کونسل نے حکم دیا کہ مجھے قانونی امداد کے لئے وکلاء سے ملنے کی اجازت دی جائے تو پھر بھی ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی ٹارچر کا نشانہ بنایا گیا جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب ہتھکنڈے دباؤ ڈالنے کے لئے اختیار کئے گئے کہ میں چیف جسٹس کے عہدے سے استعفیٰ دیدوں۔ 13 مارچ کے بعد جب میں اپنے وکلاء کی ٹیم سے رابطے میں کامیاب ہوا اور سولہ مارچ کو کونسل کے سامنے پیش ہوا تو استعفے کا دباؤ کچھ کم ہوا۔ میں اب اس امر پر یقین رکھتا ہوں کہ میرے پورے گھر کی جاسوسی کی جارہی ہے اور اس کے سامنے قائم سندھ ہاؤس میں ایجنسیوں کے اہلکاروں نے اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا ہے۔ جہاں سے وہ ہر آنے جانیوالے پر نظر رکھتے ہیں۔ اس صورتحال میں میرے بچے اتنے خوفزدہ ہو چکے ہیں کہ وہ سکول اور یونیورسٹی نہیں جاسکتے۔ انہی وجوہات پر میری ایک بیٹی فیڈرل بورڈ کے امتحانات میں شریک نہیں ہوسکی اور میری دوسری بیٹی جو بحریہ یونیورسٹی کی طالبہ ہے کو انٹرنل سٹڈیز میں حاضری کم ہونے پر فرسٹ سمسٹر کے امتحانات کی اجازت نہیں دی گئی۔ میرا چھوٹا بیٹا سکول جانے کے قابل نہیں کیونکہ وہ بھی ان حالات کا شکار ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے“۔

جسٹس افتخار محمد چودھری کا بیانِ حلفی سامنے آیا تو ایوانِ اقتدار میں ہلچل مچ گئی اس کا جواب دینے کے لئے حکومتی حلقوں میں افراتفری مچ گئی۔ حکومتی مشیروں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، عقل استعمال کی نہ سمجھ بوجھ، بڑے اور چھوٹے افسروں سے بیانات حلفی لکھوا کر سپریم کورٹ میں جمع کرا دیئے وہ مزید حکومتی رسوائی کا سبب بنے ان میں سے اکثر حکومت نے واپس لے لیے۔ حکومت کو اس حوالے سے جرمانہ بھی ہوا۔ ایڈووکیٹ آن ریکارڈ کی نوکری جاتی رہی۔

☆☆☆

جسٹس افتخار محمد چودھری کے وکلاء نے سیکیورٹی کونسل کی تشکیل سپریم کورٹ میں چیلنج کی، اس کی سماعت کے خلاف حکم امتناعی کی درخواست کی تو قائم مقام چیف جسٹس مسٹر جسٹس رانا بھگوان داس نے لارجر بنچ تشکیل دیا۔

جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کی سربراہی میں تیرہ رکنی بنچ نے 20 جولائی کو جسٹس افتخار محمد چودھری کو

Marfat.com

بات کی لیکن ان پر کوئی الزام نہیں لگا کیونکہ ہر کام کے مختلف حالات ہوتے ہیں۔اس بار جو مارشل لاء ایمرجنسی لگی وہ عدلیہ کو تباہ کرنے کے لئے لگی تھی۔ ہم نہ ریٹائرڈ ججوں میں ہیں نہ حاضر سروس' موجودہ سپریم کورٹ ویلڈ نہیں ہے اسے پارلیمنٹ ویلڈیٹ کرے گی تو وہ سپریم کورٹ بنے گی۔ اس وقت تک وہ کچھ نہیں۔ ہمیں مزید مخمصے میں نہ ڈالا جائے اگر بحال کرنا ہے کریں ورنہ کہہ دیں ہم فارغ۔صدر مشرف کہتے ہیں کہ تم فوت ہو گئے ہو قوم کہتی ہے کہ ہمیں دفن نہیں ہونے دینا اس لئے میں صاحب اقتدار سے کہتا ہوں کہ جو کرنا ہے فوری کریں۔عدلیہ کو حکومت کا تیسرا ستون کہا جاتا ہے۔لوگ ہمارے لئے کیوں باہر نکلے وہ میرے رشتہ دار تو نہیں ہیں اس وقت سوال میرا یا کسی ایک شخص یا کسی اللہ دتہ کا نہیں بلکہ سوال اصول کا ہے۔اصول پر چلنا چاہئے آج مشکل یہ ہے کہ ہم غلط کو غلط یا صحیح کو صحیح نہیں کہہ رہے اگر حکومت ججز کو بحال کرنے کا فیصلہ کر بھی دے تو میں دس بار سوچوں گا کہ میں نے بحال ہونا ہے یا نہیں۔عوام نے فیصلہ کرنا ہے کہ انہیں آزاد عدالتیں چاہئیں یا کچھ اور۔میں نے ہمیشہ مظلوم کا ساتھ دیا اور ظالم کو پکڑا۔جو اختیار مجھے ملا تھا اس کو استعمال کرتے ہوئے فیصلہ کیا۔موجودہ حکمران آئینی پیکج کے ذریعے ہم سے جو کچھ چاہتے ہیں اتنا تو مشرف بھی نہیں چاہتے تھے۔آئینی پیکج کے تحت سپریم کورٹ کے بعض اختیارات پر پابندی لگنے' چیف جسٹس کے عہدے کی میعاد مقرر نہ کرنے اور 2 نومبر سے پہلے والے جج بحال ہونگے تو 3 نومبر والے بھی موجود رہیں گے۔مشرف تو ہم سے اتنا طلب نہیں کرتے تھے وہ تو صرف یہ چاہتے تھے کہ ان کی صدارتی اہلیت کے معاملے کو نہ چھیڑا جائے یا انہیں اہل قرار دے دیا جائے۔سپریم کورٹ سے یہ سند جاری ہو جاتی تو ہم سب سپریم کورٹ میں موجود ہوتے۔آئینی پیکج کے ذریعے سپریم کورٹ اور چیف جسٹس کے اختیارات کم ہوتے نہ ہی ہنگامہ ہوتا۔کوئی ہمیں بھی تو بتائے کہ خلیل رمدے افتخار چودھری' ناصر احمد الملک' تصدق جیلانی یا کسی اور جج نے 3 نومبر کو "یہ حماقت" یا یہ غلطی کی ہے جس کی سزا سپریم کورٹ کو ملنی چاہئے اور تمہیں بھی' اب غلط یا ماورائے آئین یا غیر آئینی اقدام کسی اور شخص نے اٹھایا اور سزا ہمیں اور سپریم کورٹ کو مل رہی ہے"۔

وکلاء کی تحریک میں لوگوں نے جانوں کے نذرانے دیئے' میڈیا نے اپنا خون بہایا' ڈنڈے کھائے' چینل بند کروائے' میڈیا نے جس طرح حوصلہ افزائی کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی۔

☆☆☆

Marfat.com

جولائی 2007ء۔ بحالی کے بعد عدالت میں پہلا دن

جسٹس افتخار محمد چودھری کو 20 جولائی کو بحال کیا گیا تو انہوں نے باقاعدہ طور پر 23 جولائی پیر کو چیف جسٹس آف پاکستان کا چارج سنبھالا۔ وہ صبح اپنے گھر سے سپریم کورٹ کے لئے روانہ ہوئے تو ان کو پولیس کے چاک و چوبند دستے نے سلامی دی۔ سپریم کورٹ پہنچے تو رجسٹرار ڈاکٹر فقیر حسین اور ایڈیشنل رجسٹرار سائرہ سعید نے ان کا استقبال کیا۔ جس کے بعد وہ اپنے چیمبر گئے اور مقدمات کی باقاعدہ سماعت شروع کی۔ پہلے دن انہوں نے 13 کیسز نمٹائے۔ انہوں ایک احتیاط ضرور برتی کہ صدر مشرف سے متعلق ایک بھی کیس اپنی عدالت میں نہیں لگایا۔

جسٹس افتخار محمد چودھری نے اس روز صدارتی ریفرنس میں اپنے خلاف پیش ہونے وکلا کے کیسز سننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ مقدمات دوسرے بنچز میں پیش ہونگے جن میں وہ خود نہیں بیٹھیں گے۔ اس دن بنچ کا زلسٹ میں کنٹونمنٹ کا کیس بھی شامل تھا جس میں شریف الدین پیرزادہ اور ابراہیم ستی پیش ہوئے، یہ صدارتی ریفرنس میں جسٹس افتخار محمد چودھری کے خلاف وکیل تھے۔ جیسے ہی کیس سماعت کے لئے پیش کیا گیا ابرہیم ستی اور دوسرے وکلا روسٹرم آ گئے اسی دوران شریف الدین پیرزادہ نظریں چراتے ہوئے وکلاء کی آڑ میں روسٹرم پر پہنچے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری نے ان کی موجودگی کا نوٹس لئے بغیر کہا کہ کیس کسی ایسے بنچ میں لگایا جائے جس میں وہ خود نہیں ہوں گے۔

☆☆☆

Marfat.com

مقدمات تیزی سے نمٹانے کا طریقہ کار

سب سے اہم مقدمہ لاپتہ افراد کی بازیابی کا تھا۔ البتہ افراد کے لواحقین بمعہ ان کے بیوی بچوں ، والدین ، بہن بھائیوں اور دیگر عزیزوں کے اسلام آباد کی سڑکوں پر خوار ہوتے پھرتے تھے۔ کوئی ان کی اشک شوئی کرنے والا نہیں تھا۔ ایک سپریم کورٹ تھی جس سے ان لوگوں نے توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ صدر مشرف تو کہتے تھے کہ یہ لوگ حکومت کے پاس نہیں ، یہ ملک چھوڑ کر جا چکے ہیں اور جہادیوں کے ساتھ مل چکے ہیں۔ جسٹس افتخار محمد چودھری نے اپنے طریقہ کار سے نوٹس لیا تو یہ لاپتہ لوگ ایجنسیوں کی تحویل سے برآمد ہونے لگے۔ آیئے 20 اگست کی سماعت پر نظر ڈالتے ہیں جس سے یہ اندازہ کرنے میں آسانی رہے گی کہ جسٹس افتخار محمد چودھری کا مقدمات تیزی سے نمٹانے کا طریقہ کار کیا تھا:

سینکڑوں افراد کے لاپتہ افراد کے کیس کی سماعت ، چیف جسٹس سپریم کورٹ جسٹس افتخار محمد چودھری کی سربراہی میں لارجر بنچ نے کی۔ بنچ کے دیگر ارکان میں جسٹس فقیر محمد کھوکھر ، جسٹس ناصر اور جسٹس راجہ فیاض احمد پر مشتمل تھا۔ آٹھ گھنٹے کی طویل سماعت کے دوران جب عدالت کو بتایا گیا کہ قاری عبدالباسط کو ڈی جی ایف آئی اے طارق پرویز کے حکم پر اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ ایڈیشنل آئی جی پنجاب تھے۔ اس پر عدالت نے طارق پرویز کی سخت سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ قاری عبدالباسط کو آج عدالت میں پیش کر دو یا پھر جیل جانے کے لئے تیار ہو جاؤ ، ساڑھے پانچ بجے اٹارنی جنرل ملک قیوم نے استدعا کی کہ ہمیں دو دن کی مہلت دی ہے جس پر عدالت نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ڈی جی ایف آئی اے کو دو دن گرفتار رکھیں گے جب آپ دونوں کو پیش کر دیں گے تو ہم انہیں رہا کر دیں گے ، اس پر اٹارنی جنرل نے کہا کہ رحم کریں اور انہیں ایک دن کی

Marfat.com

مہلت دے دیں۔ فاضل عدالت نے کہا کہ مہلت کا وقت گزر چکا، ان کی گرفتاری کے لئے آئی جی اسلام آباد کو بلوایا گیا ہے اس پر اٹارنی جنرل ملک قیوم کی درخواست پر عدالت نے انہیں ایک دن کی مہلت دیتے ہوئے کہا کہ ان کی گرفتاری کا حکم برقرار رہے گا اگر یہ مغوی کو پیش نہ کر سکے تو ان کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

عدالتی کارروائی کے دوران ڈی جی صاحب کی ٹانگیں مسلسل کانپتی رہیں اور وہ پسینے میں شرابور رہے۔ چیف جسٹس نے ڈی جی سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ تم نے خود قاری کو گرفتار کر کے فیصل آباد پولیس کے حوالے کیا، تم چاہتے ہو کہ سپریم کورٹ تھانوں میں بندے ڈھونڈتی پھرے، اسے جس کے حوالے کیا تھا اس سے لے آؤ، اب تم پر منحصر ہے کہ خود جیل جاؤ یا بندہ پیش کر کے جان چھڑاؤ۔ ایک بندہ آپ کے پاس گرفتار ہو کے آتا ہے تو یہ آپ کا کام نہیں بنتا کہ تم اسے خفیہ ایجنسیوں کے حوالے کرو۔

چیف جسٹس اصغر مینگل زئی نامی لاپتہ شخص کے حوالے سے اسے اٹھانے والے ISI کے کرنل بنگش سے متعلق کرائسز مینیجمنٹ سیل کرنل جاوید اقبال لودھی سے استفسار کیا تو انہوں نے کہا ''میں نہیں جانتا''، جس پر چیف جسٹس نے اس کی سخت سرزنش کی ایک موقع پر اس کی جانب سے عدالت میں دوبار بیان بدلنے پر فاضل چیف جسٹس نے کہا کہ ISI کے چیف کو بلواؤ، اس کے خلاف کیس رجسٹر ہوگا۔ جو لوگ غیر قانونی طور پر تمہارے پاس ہیں انہیں چھوڑتے کیوں نہیں ہو۔ اس موقع پر جسٹس راجہ فیاض نے کہا کہ تھانے خفیہ ایجنسیوں نے سنبھال لئے ہیں۔ اٹارنی جنرل نے عدالت کو بتایا کہ عمران منیر کے حوالے سے وہ کل عدالت کی معاونت کرنے کی پوزیشن میں ہونگے عدالت نے جرمن نژاد شہری علیم ناصر کو بھی عدالت میں پیش کرنے کا حکم دیا تھا۔ ایک موقع پر چیف جسٹس نے اپنے ریمارکس میں کہا کہ ہمیں مجبور نہ کیا جائے کہ ہم فورسز کے سربراہوں کو عدالت میں طلب کریں۔ اس روز ڈی جی FIA عدالت سے باہر آئے تو بے اختیار رو پڑے وقفے کے بعد طارق پرویز چار بجے دوبارہ عدالت آئے تو سخت گھراہٹ میں تھے۔

اگلے دن حیران کن طور پر عمران منیر، علیم ناصر اور قاری عبدالباسط کو رہا کر دیا گیا۔ یہ لوگ ان افراد میں شامل تھے جن کے بارے میں صدر پرویز مشرف بہ تکرار کہہ چکے تھے یہ حکومت کے پاس نہیں جہاد کے لئے افغانستان جا چکے ہیں لیکن اب یہ ایک ایک کر کے رہا ہو رہے تھے۔ یہی صدر صاحب کی ایک دکھتی رگ تھی جس پر عدالت نے جائز طور پر انگوٹھا رکھا ہوا تھا۔ چیف جسٹس افتخار

Marfat.com

محمد چودھری کہتے تھے کہ ان کے خلاف ثبوت لاؤ۔ بغیر کسی مقدمے اور ثبوت کے کسی کو ایک منٹ کے لئے بھی زیر حراست رکھنا جائز نہیں۔

☆☆☆

میاں نواز شریف کو ان کے پورے خاندان سمیت جلاوطن کیا گیا تو انہوں نے اپنے بعد پارٹی کے معاملات چلانے کے لیے مخدوم جاوید ہاشمی کو مسلم لیگ کا صدر مقرر کیا۔ جاوید ہاشمی پارٹی کو میاں نواز شریف کی خواہشات کے عین مطابق چلا رہے تھے کہ ان پر بغاوت کا مقدمہ بنا دیا گیا جس میں ان کو مجموعی طور پر 21 سال کی سزا سنائی گئی۔ دو اگست 2007 کو ان کی سزا کے خلاف نظر ثانی کی درخواست پر سماعت ہوئی۔ سماعت کے دوران جاوید ہاشمی کے وکیل اکرم شیخ نے کہا کہ جاوید ہاشمی سزا پوری کر چکے ہیں لہٰذا میری درخواست ہے کہ جاود ہاشمی کو ضمانت پر رہا کرنے کے بجائے ان کی سزا ختم کرنے کا حکم جاری کیا جائے۔

اس دن ایڈووکیٹ آن ریکارڈ چودھری ارشد علی نے کہا کہ سپیشل پراسیکیوٹر منیر بھٹی بوجوہ عدالت میں نہیں آسکے اس لئے ستمبر تک التوا دیا جائے جس پر چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے کہا کہ کوئی التوا نہیں دیا جائے گا۔ جو شخص اپنی سزا کاٹ چکا ہو اسے ایک دن بھی جیل میں نہیں رکھ سکتے، ایک شخص کو کس طرح بغیر کسی وجہ کے جیل میں رکھا جا سکتا ہے۔ فاضل عدالت نے سماعت اگلے دن تک ملتوی کرتے ہوئے حکومت کو ہدایت کی کہ کسی اور وکیل کا بندوبست کرے۔ اگلے دن تین اگست، جمعہ کو چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی سربراہی میں تین رکنی بنچ نے پھر سماعت شروع کی۔ بنچ میں جسٹس رانا بھگوان اور جسٹس فقیر محمد کھوکھر شامل تھے۔

حکومت کی طرف سے ایڈووکیٹ آن ریکارڈ نے نظر ثانی کی پیٹیشن کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ درخواست گزار ضمانت پر رہائی کا مستحق نہیں کیونکہ اس نے ابھی تک اپنی سزا مکمل نہیں کی وہ سزا میں عام معافی کا حقدار نہیں کیونکہ وہ ملک دشمن جرم میں سزا بھگت رہا ہے۔ جسٹس کھوکھر نے کہا کہ کیا آپ نے ملک دشمن سرگرمیوں سے متعلق ایکٹ 1974 پڑھا ہے۔ اگر درخواست گزار کی کوئی ملک دشمن سرگرمی تھی تو ان کا کیس سیشن جج نہیں بلکہ کوئی ٹریبونل سنتا۔ اکرم شیخ نے کہا کہ جیل رولز کے مطابق عام معافی صرف ان قیدیوں کا حق نہیں ہوتا جو غیر ممالک کے لئے جاسوسی کرنے جرم میں سزا یافتہ ہوں۔ سیاسی بنیادوں پر حکومت کی تبدیلی کے جرم میں بغاوت کے سزا پانے والوں پر

Marfat.com

اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ وکلا کے دلائل سننے کے بعد عدالت نے حکومتی وکلا کا مئوقف رد کرتے ہوئے جاوید ہاشمی کو ضمانت پر رہا کرنے کا حکم دیا۔ بعض قانونی معاملات کی وجہ سے ان کو چار اگست 2007 کو رہا کر دیا گیا۔ ان دنوں اٹارنی جنرل ملک قیوم تھے لیکن وہ عدالتی کارروائی میں شامل نہیں ہوئے۔

☆☆☆

مسلم لیگ ن کے سربراہ میاں محمد نواز شریف اور انکے اہلِ خانہ بشمول میں شہباز شریف کی وطن واپسی کے لئے سپریم کورٹ میں آئین کی دفعہ 184/3 کے تحت ایک آئیں درخواست دائر کی گئی جس میں عدالت عظمیٰ سے اپیل کی گئی کہ درخواست گزار میاں محمد نواز شریف اور انکے اہلِ خانہ بشمول میں شہباز شریف کو پاکستان آنے اور انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دینے کے احکامات دے جائیں اور یہ قرار یا جائے کہ انہیں واپس آنے سے بلواسطہ یا بلا واسطہ نہیں روکا جائے گا، انہیں دوبارہ ملک بدر نہیں کیا جائے گا اور درخواست میں استدعا کی گئی کہ سپریم کورٹ قرار دے کہ ان کا ملک میں رہنا اور انتخابات میں حصہ لینا ان کا بنیادی حق ہے۔، درخواست میں نواز شریف نے موقف اختیار کیا بارہ اکتوبر 1999 میں ان کی حکومت کو غیر آئینی طریقے سے ختم کر کے انہیں جھوٹے مقدمات میں ملوث کیا گیا، ہائی جیکنگ کا مقدمہ بنا کر گرفتار کر لیا گیا اور ایک سال بعد انہیں اور ان کے خاندان کو جبرا جلاوطن کر دیا گیا۔ حکومت کا دعویٰ ہے کہ ہم کسی ڈیل کے نتیجے میں خود باہر گئے جو مکمل جھوٹ ہے، سات سال ہو گئے ہیں، حکومت اپنے اس دعوے کے حق میں کوئی تحریری دلیل پیش نہیں کر سکی جس کی عدم موجودگی میں ایسی کسی بھی ڈیل کا تاثر غیر آئینی اور غیر قانونی ہوگا، درخواست میں وفاق پاکستان (بذریعہ وزارت داخلہ) اور چاروں صوبوں (بذریعہ چیف سیکرٹری) کو فریق بنایا گیا، یہ درخواست مسلم لیگ ن کے رہنما اور رکن قومی اسمبلی خواجہ آصف اور میاں نواز شریف (بذریعہ حمزہ شہباز شریف) نے دائر کی تھی۔

اس درخواست کی اگلی سماعت 16 اگست کو چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی سربراہی میں پانچ رکنی بنچ نے کی۔ دوران سماعت حکومت نے عدالت سے ایک ماہ کی مہلت کی استدعا کی جو نواز شریف کے وکیل کی مخالفت پر مسترد کر دی گئی۔ اٹارنی جنرل ملک قیوم نے موقف اختیار کیا کہ عدالت کا پہلا حکم نواز اور شہباز کے حق میں نہیں بلکہ اس پٹیشن کو نا قابل سماعت اور قبل از وقت قرار دے کر

Marfat.com

مسترد کر دیا گیا تھا۔ اس موقع پر عدالت نے کہا کہ شہباز کی پٹیشن کے فیصلے کی کون خلاف ورزی کر رہا ہے۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے کہا کہ کیس میں مزید التوا نہیں دیا جائے گا۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ نواز شریف کے حوالے سے حکومت کچھ دستاویزات عدالت میں پیش کرنا چاہتی ہے اور اس ضمن میں ان کی فریق دوست ملک سے بات چیت چل رہی ہے، اس کے بعد ہم عدالت میں جواب دیں گے اور پھر عدالت قومی مفاد میں جو حکم دیگی اس کی پابندی کی جائے گی۔ نواز شریف کے وکیل فخر الدین جی ابراہیم کی جانب سے ایک ماہ کی مہلت کی شدید مخالفت کی گئی۔ عدالت نے حکومت کو مبینہ معاہدے اور جواب عدالت میں پیش کرنے کے لئے ایک ہفتے کی مہلت دی جبکہ سماعت ایک ہفتے کے لئے ملتوی کر دی۔

قبل ازیں سماعت شروع ہوئی تو وفاق کے وکیل احمد رضا قصوری نے بتایا کہ حکومت نے کل ہی انہیں اور ابراہیم ستی کو وکیل مقرر کیا ہے' ہمیں تیاری کیلئے وقت چاہئے' کیس کو کم از کم ایک ماہ تک ملتوی کر دیا جائے۔ چیف جسٹس نے کہا کہ اس معاملے میں پہلے ہی ایک فیصلہ موجود ہے اور اس کا درخواست دہندہ اس فیصلے کی روشنی میں فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

22 اگست کو سپریم کورٹ میں مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف اور صدر شہباز شریف کی وطن واپسی کیلئے دائر آئینی درخواستوں پر اعتراضات سپریم کورٹ میں داخل کر دیئے' بیان حلفی میں میاں نواز شریف اور شہباز شریف کے سوا کسی کے دستخط نہیں تھے۔ بیان حلفی بھی موجود ہے' نواز شریف کے اقرار نامے میں کہا گیا کہ ''میں زیر دستخطی محمد نواز شریف اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان میں اپنی قید سے رہائی کے لئے ایک معزز شخصیت کی ان کوششوں کی منظوری دیتا ہوں جو وہ میری جانب سے مذاکرات کے ذریعے کر رہے ہیں' میں مزید اعتراف کرتا ہوں کہ ان مذاکرات کے عمل اور نتائج سے پوری طرح مطمئن ہوں جو میرے ایما پر کئے گئے' مذاکرات کے ہر مرحلہ پر مجھ سے مشاورت کی گئی اس کے ہر مرحلہ سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں' اس کے نتائج سے پوری طرح اتفاق کرتے ہوئے اسے تسلیم کرتا ہوں' میں نے جس ملک جانا قبول کیا ہے وہاں پہنچنے کے بعد 10 سال تک اسی ملک میں قیام کرنے سے اتفاق کرتا ہوں کہ کسی کو اپنی رہائی کے لئے کوشش کرنے والی معزز شخصیت یا اس میں شریک ملک اور وہاں منظور شدہ جگہ کے بارے میں ان کی پیشگی تحریری اجازت کے بغیر نہیں بتاؤں گا۔ زیر دستخطی خاص طور پر اس عمل میں شریک تمام فریقین کو اس معزز شخصیت کی جانب سے میرے ایما پر مذاکرات پاکستان سے میری پارٹی اور قبول

Marfat.com

کردہ ملک کو میری منتقلی کے بارے میں اپنے ہر دکھ سے مبرا کرتا ہوں" شہباز شریف اور نواز شریف کے اقرار نامے کے الفاظ من وعن ایک جیسے ہیں تاہم اس میں تاریخ 5 دسمبر درج ہے۔

سپریم کورٹ نے میاں نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کی وطن واپسی کے حوالے دائر آئینی درخواستوں کو قابل سماعت قرار دیتے ہوئے اپنے مختصر فیصلے میں کہا کہ آئین کی دفعہ 15 کے تحت میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف کا یہ ناقابل تنسیخ حق ہے کہ وہ بحیثیت پاکستانی شہری پاکستان آ کر رہ سکتے ہیں۔ اقرار نامہ اور دستاویزات کی کوئی حیثیت نہیں دونوں بھائی سیاست میں حصہ لے سکتے ہیں۔ وفاقی صوبائی حکومتیں یا کوئی بھی حکومتی ایجنسی ان کی وطن واپسی کی راہ میں رکاوٹ ڈالے گی، کسی بھی قسم کا حربہ استعمال کرتے ہوئے انہیں روکا جائے گا اور نہ ہی واپس بھیجا جائے گا۔ یہ فیصلہ عدالت عظمیٰ کے سات رکنی لارجر بینچ نے متفقہ طور پر دیا۔ لارجر بینچ چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری، جسٹس جاوید اقبال، جسٹس سردار محمد رضا خان، جسٹس ایم جاوید بٹر، جسٹس ناصر الملک اور جسٹس راجہ فیاض احمد پر مشتمل تھا۔

☆☆☆

2005ء میں جسٹس افتخار محمد چودھری چیف جسٹس بنے تو سپریم کورٹ میں مقدمات کی تعداد 36 ہزار تھی۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کو نو مارچ کو کام سے روکا گیا تو مقدمات کی تعداد کم ہو کر نو ہزار رہ گئی تھی، از خود نوٹسز پر کارروائیاں اس کے علاوہ ہیں۔ ان تعداد بھی بقول صدر مشرف ہزاروں میں ہے۔ 20 جولائی کو وہ بحال ہوئے تو مقدمات چودہ ہزار ہو چکے تھے۔

☆☆☆

باقی جج ان کے عزم، جدوجہد اور اعلیٰ کردار سے بہت متاثر تھے۔ یوں لگتا تھا کہ انہوں نے اپنے سب ساتھیوں، وکلاء بلکہ پوری قوم کو ہپناٹائز کر لیا ہے۔ اپنی معطلی کے دوران وہ جس شہر بھی گئے وہاں وکلاء کے ساتھ ساتھ ہائی کورٹ کے ججوں نے بھی حکومتی دباؤ کو ٹھکرا کر ان کا استقبال کیا۔ پھر جب تین نومبر 2007 کو ایمرجنسی کا نفاذ ہوا ساٹھ سے زائد ان کی پشت پر تھے۔ صدر نے پی سی او کے تحت حلف لینے کا حکم نامہ جاری کیا تو پہلے روز سپریم کورٹ کے 17 میں سے 5، سندھ

Marfat.com

ہائیکورٹ کے 28 میں سے چار' لاہور ہائیکورٹ کے 31 میں سے 13 'پشاور ہائیکورٹ کے 13 میں سے 7 اور بلوچستان کے پانچوں ججوں نے حلف اٹھایا۔

جسٹس افتخار محمد چودھری اپنی معطلی کے دوران کوئٹہ نہ جاسکے تھے، انہوں کوئٹہ جانے کا اعلان کر رکھا تھا کہ اس دوران وہ بحال ہو گئے۔ اگر انہوں نے کوئٹہ کا دورہ کر لیا ہوتا تو یقیناً جہاں بھی اکثر جج ان کی شخصیت کے سحر میں مبتلا ہو جاتے۔

☆☆☆

صدر مشرف کی حکومت کو سپریم کورٹ سے از خود نوٹس لینے کا شکوہ تھا جس پر باقاعدہ تنقید ہوتی رہی۔ ایسا ایک نوٹس جسٹس افتخار محمد چودھری نے سانحہ کارساز کا بھی لیا جس میں بینظیر بھٹو کی ریلی کے دوران حملے میں 48 افراد مارے گئے تھے۔ سپریم کورٹ کی طرف سے جاری ہونے والی پریس ریلیز میں کہا گیا کہ 18 اکتوبر کو یہ واقعہ ہوا جس میں پیپلز پارٹی کی قیادت کو نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ 31 اکتوبر تک ملزموں کا سراغ نہیں لگایا جاسکا اس واقعہ سے قوم کے اعتماد اور کاروباری سرگرمیوں کے ماحول کو خطرات لاحق ہوئے۔ سوموٹو کے ساتھ پیپلز پارٹی کی طرف سے دائر پٹیشن کو یکجا کر دیا گیا یہ سوموٹو جسٹس افتخار کی طرف سے آخری ثابت ہوا۔ جس دن سپریم کورٹ نے سانحہ کارساز پر از خود نوٹس لیا اس روز یعنی 31 اکتوبر کو ایک اور سوموٹو پر سماعت ہوئی سپریم کورٹ نے یہ سوموٹو 29 ستمبر کو صدر مشرف کے صدارتی کاغذات جمع کرانے کے موقع پر پولیس کی طرف سے وکلاء اور صحافیوں پر بہیمانہ تشدد کے خلاف لیا تھا اس روز چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی سربراہی میں جسٹس میاں شاکر اللہ جان اور اور جسٹس ناصر الملک پر مشتمل بنچ نے اٹارنی جنرل کو نوٹس جاری کیا کہ وہ اس بات کا تعین کریں کہ اس روز کس کے حکم پر سپریم کورٹ کے اندر آنسو گیس کے شیل پھینکے گئے۔ اس کیس میں مجسٹریٹ ڈپٹی کمشنر اور آئی جی اسلام آباد سوموٹو کے دوسرے دن ہی معطل کر دیئے گئے تھے۔ عدالت کے روبرو معطل مجسٹریٹ عارف رحیم نے کہا کہ ان کی ڈیوٹی سپریم کورٹ کے اندر تھی لیکن شیل ان کے حکم پر نہیں پھینکے گئے۔ معطل ڈپٹی کمشنر اسلام آباد محمد علی بھی مکر گئے۔ بنچ نے یہ کیس 12 نومبر تک ملتوی کیا تھا لیکن 12 نومبر کو نئی سپریم کورٹ وجود میں آچکی تھی یوں یہ سوموٹو بغیر کسی فیصلے کے اپنی موت آپ مر گیا۔ اس سوموٹو کے بعد پولیس اور دوسرے حکام بہت محتاط ہو چکے تھے لیکن جب 3 نومبر کو ایمرجنسی دوسرے لفظوں میں مارشل لاء

Marfat.com

کا نفاذ ہوا تو صدر مشرف نے اس کیس کے حوالے سے بھی تنقید کی۔ ایک اور سوموٹو پر جسٹس رانا بھگوان داس کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے جسٹس تصدق حسین جیلانی اور جسٹس ناصر الملک پر مشتمل بنچ نے جمعرات یکم نومبر فیصلہ سنایا۔ یہ از خود نوٹس جسٹس جاوید اقبال نے اس وقت لیا تھا جب چیف جسٹس افتخار محمد چودھری غیر فعال تھے۔ اس مقدمے کی بنیاد 13 مارچ 2007ء کا واقعہ تھا۔ جب چیف جسٹس افتخار محمد چودھری اپنے گھر سے سپریم کورٹ میں سپریم جوڈیشل کونسل کے اجلاس میں شرکت کیلئے پیدل جا رہے تھے اور انتظامیہ نے انہیں روکنے کی کوشش کی۔ اس موقع پر ان کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا، بالوں سے پکڑ کر کھینچا گیا۔ سپریم کورٹ نے جمعرات کو اپنے فیصلے میں اس وقت کے آئی جی چودھری افتخار اور ایس ایس پی ظفر اقبال کو پندرہ پندرہ دن قید کی سزا سنائی۔ ڈی ایس پی جمیل ہاشمی انسپکٹر رخسار مہدی اور آئی جی کے گارڈ اے ایس آئی سراج کو ایک ایک ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ عدالت نے چیف کمشنر اسلام آباد خالد پرویز ڈی سی محمد علی کو عدالت کی برخاستگی تک کی سزا سنائی۔ سزا سنائے جانے کے موقع پر آئی جی افتخار اور ایس ایس پی ظفر اقبال کے وکیل مجیب الرحمان نے عدالت سے اس سزا کے خلاف انٹرا کورٹ اپیل کرنے کی استدعا کی۔ جس پر عدالت نے ان کی سزا معطل کرتے ہوئے انہیں پندرہ دن کے اندر اپیل دائر کرنے کی مہلت دے دی۔ توہین عدالت میں سزا پانے والے یہ افسران عہدوں پر نہیں تھے۔ ڈی ایس پی جمیل ہاشمی ٹریفک پولیس میں اور انسپکٹر رخسار مہدی پولیس لائن میں تعینات کر دیئے گئے تھے۔ چودھری افتخار محمد ڈی جی مردم شمار اور ایس ایس پی ظفر اقبال او ایس ڈی مقرر کئے گئے تھے۔ چیف کمشنر خالد پرویز کا پنجاب میں تبادلہ ہو چکا تھا۔ جبکہ ڈی سی محمد علی کو سپریم کورٹ پہلے ہی معطل کر چکی تھی۔ جسٹس رانا بھگوان نے اپنے الگ فیصلے میں لکھا ہے کہ ملزمان کو عدالت کی طرف سے نوٹس لینے کے بعد اس واقعے پر معافی مانگنی چاہئے تھی۔ کم از کم اعلیٰ افسران کو اپنی غیر ذمہ داری کا اعتراف کرنا چاہئے تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور بعد میں انکوائری ٹریبونل نے انہیں ملزم نامزد قرار دیا۔ انہیں حالات میں ملزمان معافی کے مستحق نہیں اور عدالت کے وقار کو بحال رکھنے کیلئے مجوزہ سزا کا فیصلہ درست ہے۔ عدالت نے فیصلہ سناتے ہوئے ڈی ایس پی جمیل ہاشمی، انسپکٹر رخسار مہدی اور اے ایس آئی سراج خاں کو براہ راست بدسلوکی کے مرتکب قرار دیا۔ فیصلے میں کہا گیا کہ بدسلوکی یا تو آئی جی اور ڈی ایس پی کی اجازت سے کی گئی یا انہوں نے جان بوجھ کر انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی حالانکہ دونوں اعلیٰ افسران موقع پر موجود تھے جبکہ چیف کمشنر اور ڈپٹی کمشنر

Marfat.com

پولیس کی نگرانی کیلئے موقع پر موجود تھے۔

صدر مشرف نے اس کیس کے حوالے سے بھی سپریم کورٹ کو آڑے ہاتھوں لیا تو پولیس ایک بار پھر ہر قانون سے بالاتر ہو گئی جس کا ثبوت اس نے ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد وکلا سیاسی رہنماؤں کارکنوں اور صحافیوں پر بہیمانہ تشدد سے دیا۔ ایسے تشدد کا کسی مہذب معاشرے میں تصور تک نہیں کیا جا سکتا جو سیاستدانوں وکلاء صحافیوں اور سول سوسائٹی کے لوگوں پر سر عام کیا گیا۔ جیلوں میں تشدد الگ سے ہوتا رہا۔

☆☆☆

کیا تاریخ اور قدرت کسی کو اسکے اعمال پر معاف کر دیتی ہے؟ اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ نہیں، کبھی نہیں۔ اعمال کی سزا دینے میں قدرت تو قدرے ڈھیل دے دیتی ہے کیونکہ اسکے پاس وقت کی کمی نہیں لیکن تاریخ ڈھیل نہیں دیتی۔ اعمال کی جزا اور سزا تو اوپر جا کر ملتی ہے تاریخ بتاتی ہے کہ اس کا کچھ حصہ جہاں بھی نظر آتا ہے خدا کی طرف سے آزمائش اپنی جگہ ایک حقیقت ہے۔

جسٹس افتخار محمد چودھری کو آزمائش سے دو مرتبہ گزرنا پڑا۔ دونوں مرتبہ وہ ثابت قدم رہے۔ ہزاروں معاملات میں از خود نوٹس لینے سے بے نوا اور بے آسرا لوگوں کی دادرسی ہوئی۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کی اس خوبی کو بھی ایک الزام بنا دیا گیا۔ سٹیل مل کیس میں حکومت کی سبکی ہوئی۔ وہ حکمرانوں کے پتنگ بازی جیسے شوق کی راہ میں رکاوٹ بن رہے تھے۔ گوادر میں پراپرٹی کی بندر بانٹ پر باز پرس کی اسلام آباد میں زرعی مقاصد کے لئے خریدی گئی زمینوں پر پلازے بنگلے اور نائٹ کلبس بن چکی تھی ان کا نوٹس حکمرانوں کو گراں گزرا۔ وہ ایسے قاضی بنتے جا رہے تھے جس کا تقاضا مذہب اسلام میں کیا گیا ہے۔ جو ہمارے حکمرانوں کے مزاج کے مطابق نہیں تھا اس لئے ان پر دوبارہ وار کیا گیا۔

3 نومبر کو عدلیہ جسے 20 جولائی کے بعد آزاد عدلیہ کہا جانے لگا تھا صدر مشرف نے شریف الدین پیرزادہ کے مشورے پر اس عدلیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اپنی اہلیت کے کیس سے جان چھڑا لی۔ ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد اپنے قوم سے خطاب میں جو وجوہات بتائیں وہ چند روز بعد کی پریس کانفرنس اور سویلین صدر کا حلف اٹھانے کے موقع پر بدل چکی تھیں۔ صدر کے اقدامات اور ہر روز بدلتے بیانات کے باعث لوگ سوچنے پر مجبور ہیں کہ واقعی ہم مہذب دور میں رہ رہے ہیں؟

Marfat.com

صرف اپنے اقتدار کی خاطر 60 ججوں کو برطرف ہی نہیں ان میں سے کئی کو نظر بند کر دیا جائے کیا ایسا مہذب معاشروں میں ہوتا ہے؟ لیکن یہاں ایسا ہوا، پھر بھی ہم مہذب ٹھہرے!۔
انسانیت اور سچائی کیا ہوتی ہے؟ وہ کوئی ق لیگ کے وزراء سے سیکھے ق لیگ کی حکومت کے دوران اور بعد ازاں نگران حکومت کے وزراء یہ کہتے رہے کہ تمام جج آزاد ہیں 14 دسمبر کو جسٹس رانا بھگوان داس ریٹائر ہوئے وہ کراچی شفٹ ہونے والے تھے جسٹس افتخار محمد چودھری ان کو ملنے کے لئے جانے لگے تو پولیس نے ان کے ساتھ بدتمیزی کی اور گھر کے دروازے کو تالا لگا کر باہر نکلنے سے روک دیا۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کو عید کی نماز بھی ادا کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔
7 دسمبر بعد ازاں 23 جنوری کو نواز شریف جسٹس افتخار احمد چودھری کو ملنے گئے تو ان کو روک دیا گیا۔
نگران وزیر داخلہ اعتزاز احسن کی رہائی کا وعدہ کر کے مکر گئے عید پر تین دن کے لئے رہا کیا گیا تو عید کے روز اس وقت ان کو گرفتار کر لیا گیا جب وہ جسٹس افتخار سے ملاقات کرنے لاہور سے اسلام آباد جا رہے تھے۔ ان کو پولیس نے تشدد کا نشانہ بھی بنایا۔

☆☆☆

چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری کو 3 نومبر کو ایک بار پھر اسی قیامت کا سامنا تھا جیسی ان پر 9 مارچ کو گزری تھی۔ وہی جبر وہی، پابندیاں؛ وہی حراست، وہی جیل کا ماحول، لیکن وہ ابھی پہلے کی طرح ثابت قدم تھے۔ چار نومبر کو انصار عباسی کسی طرح ان سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ لکھتے ہیں ''جسٹس افتخار محمد چودھری جو کہ عبوری صدارتی آئینی حکم کا نشانہ بنے وہ اپنے منصب پر اپنی واپسی کے بارے میں پر اعتماد تھے اور انہوں نے موجودہ سیٹ اپ کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے کہا کہ اعلیٰ عدلیہ میں کی گئی تمام حالیہ تقرریوں کا کوئی جواز نہیں۔ اتوار کی شب جسٹس افتخار محمد چودھری نے کہا کہ ان کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے سات ارکان نے پی سی او کے خلاف حکم امتناعی جاری کر دیا تھا اور کسی بھی جج کو اعلیٰ عدلیہ کے رکن کی حیثیت سے حلف اٹھانے سے روکا تھا اور اس کے نتیجے میں موجودہ سیٹ اپ مکمل طور پر غیر قانونی ہے۔ ہفتہ اور اتوار کو چاروں صوبوں کی ہائیکورٹس اور سپریم کورٹ میں ہونے والی تقرریوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔'' ہر وہ اقدام جو آج اٹھایا جا رہا ہے وہ غیر قانونی' غیر آئینی اور سپریم کورٹ کے احکامات

Marfat.com

کے خلاف ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تین نومبر سے قبل کی صورتحال بحال ہوگی''۔ پراعتماد اور ریلیکس نظر آنے والے چیف جسٹس نے مزید کہا کہ انہوں نے نہ تو ماضی میں 9 مارچ کی معطلی کے وقت کوئی غلط کام کیا تھا نہ اب کی مرتبہ کوئی ایسا کام کیا۔ ''اللہ نے ماضی میں بھی مجھے کامیابی سے نوازا اور مجھے یقین ہے کہ ان دیگر قابل احترام ججوں کے ساتھ جنہوں نے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کیا وہ اس مرتبہ بھی ہمیں سرفراز کرے گا۔ چیف جسٹس نے جنرل پرویز کی تقریر میں عدلیہ کے خلاف عائد کئے گئے الزامات کا حوالہ دیئے بغیر کہا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ عدلیہ نے دہشت گردوں کے خلاف نرمی کا رویہ اپنایا۔ انہوں نے کہا کہ وہ دہشت گردوں کے خلاف کبھی بھی نرم نہیں رہے لیکن سپریم کورٹ کے ججوں کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ شواہد کی دستیابی کے بغیر لوگوں کو سزائیں دینا شروع کر دے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری نے انکشاف کیا کہ دہشت گردی کے خلاف ان کی تشویش کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے دہشت گردی کے کیسز کو جلد نمٹانے کو یقینی بنانے کیلئے ایک کمیٹی بنائی' اپنی سربراہی میں بنائی جانے والی اس کمیٹی میں انہوں نے چاروں ہائیکورٹس سے ایک ایک جج لیا۔ ہر ماہ اس کمیٹی کا اجلاس ہوتا تھا اور اس میں دہشت گردی کے کیسز پر ہونے والی پیشرفت پر غور کیا جاتا اور اس امر کو یقینی بنایا جاتا کہ ان کی سماعت میں کوئی تاخیر نہ ہو۔ لال مسجد کیس کا حوالہ دیتے ہوئے چیف جسٹس نے کہا کہ لال مسجد پر سپریم کورٹ کے جس ڈویژن بنچ نے جامعہ حفصہ کو دوبارہ تعمیر کرنے' زیر حراست تمام افراد کی رہائی اور ہرجانوں کی ادائیگی کا حکم دیا تھا' میں پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے دو جج جسٹس نواز عباسی اور جسٹس فقیر محمد کھوکھر پر مشتمل تھا۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ حکومت کی جانب سے اپنی نقل و حرکت محدود کئے جانے کے باوجود وہ پراعتماد ہیں' انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ ہے اور وہ قانون و آئین کے نفاذ کی جدوجہد پر یقین رکھتے۔ ''یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے امتحان کا وقت ہے اور میں اس صورتحال پر اسی طرح اپنے ردعمل کا اظہار کروں گا جیسا ہمارا خالق ہم سے چاہتا ہے''۔ اگرچہ ان کی نقل و حرکت پر پابندی ہے تاہم پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ایک برادر جج ان سے ملنے آئے۔ جسٹس افتخار نے اپنے ان جج بھائیوں کو شاندار خراج تحسین پیش کیا جنہوں نے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کیا۔ اس موقع پر انہوں نے بالخصوص جسٹس جاوید اقبال کا نام لیا جنہوں نے پی سی او کے ذریعے چیف جسٹس آف پاکستان بننے کا موقع ملنے کے باوجود پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کیا۔ چیف جسٹس آزاد عدلیہ کی آزادی اور آئین قانون کی بالادستی کیلئے

Marfat.com

جدوجہد کا نیا مرحلہ شروع کرنے کیلئے پرعزم ہیں کیونکہ ان کے خیال میں پاکستان اور پاکستان کے عوام کا مستقبل محفوظ کرنے کا یہی ایک واحد ذریعہ ہے۔ چیف جسٹس نے کہا کہ میرے پاس چھپانے کیلئے کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر میرا توکل میری طاقت ہے اور مجھے یقین ہے کہ قانون وآئین کی بالادستی کیلئے اپنی جدوجہد میں میں کامران وکامیاب ہوں گا۔

صدر پرویز مشرف نے جسٹس افتخار پر اپنے خلاف سازش کرنے کا الزام لگایا تھا۔ بعد ازاں اس سازش میں خلیل الرحمن رمدے اور اعتزاز احسن کو بھی شامل کردیا وہ ایمرجنسی کے نفاذ کو جائز ثابت کرنے کے لئے نئی سے نئی تاویل کرتے رہتے تھے۔ صدر پرویز مشرف نے انیس دسمبر کو کہا ''مجھے آئین کے مطابق صدر بننے سے روکنے کے لئے جو سازش کی گئی تھی اس میں سابق چیف جسٹس کے علاوہ جسٹس خلیل الرحمان رمدے' اعتزاز احسن اور نواز شریف بھی شامل تھے جواب کہہ رہے ہیں کہ سابق ججوں کو ہر صورت بحال کریں گے' جسٹس خلیل الرحمان رمدے اور اعتزاز احسن کی جنیوا میں ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری اس ساری سازش کی جڑ تھے۔ جب سٹیل مل کی نجکاری کے خلاف فیصلہ دیا تو اس سے ایک روز قبل انہوں نے میرے ملٹری سیکرٹری کو فون کیا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں اور سٹیل مل کے معاملے پر بات چیت کرنا چاہتے ہیں' میں نے کہا کہ میں قانونی معاملات کو زیادہ نہیں جانتا آپ اٹارنی جنرل سے بات کریں' اگلے روز چیف جسٹس میرے گھر ملنے آئے اور اٹارنی جنرل بھی تھے' سٹیل مل کے معاملے پر بات ہوئی کہ میں نے کہا کہ نجکاری ہماری معاشی پالیسی کی اساس ہے جس پر انہوں نے اٹارنی جنرل سے ملاقات کر کے مجھے بتایا ہے کہ ہم نے درمیانی راستہ ڈھونڈ لیا ہے' اگلے روز انہوں نے سپریم کورٹ میں جا کر سٹیل مل کیس کی سماعت کی اور بنچ کے دیگر ارکان کو بھی بتایا کہ صدر کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی ہے اور ایک درمیانی راستہ نکالا گیا ہے لیکن جب سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا تو وہ بالکل برعکس تھا۔

☆☆☆

پاکستانی قوم بے بس ضرور ہے بے حس ہرگز نہیں۔ وہ صدر مشرف کے ہر اس اقدام پر اظہار ناپسندیدگی کا اظہار کرتی رہی جو اس کی نظر میں غلط اور بلا جواز تھا۔ اس کے علاوہ قوم کے پاس کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو پسِ زنداں ڈالا گیا تو لوگ خون کے آنسوں پی کے رہ گئے، سڑکوں پے آئے، جلسے جلوس کئے، صدر چونکہ وردی میں تھے، اس لئے ان کے ساتھ بے

Marfat.com

ضمیروں کی بھی کمی نہ تھی، وہ ان کے ہر فیصلے کو سراہتے رہے۔قبائلی علاقوں میں فوج امریکہ کی جنگ ہماری فوج کے کندھے پر بندوق رکھ کے لڑی جارہی ہے، لال مسجد میں سینکڑوں معصوم بچوں کا بارود سے بھسم کر دیا گیا اس اقدام نے لوگوں کے دل چیر کے رکھ دیئے جہاں بھی عوام بے بس تھے۔عدلیہ کو دو مرتبہ سر قلم کیا گیا جس پر نہ صرف وکلا برادری بلکہ عام لوگ بھی سڑکوں پر آ گئے لیکن آمریت، آمریت ہوتی ہے جس کے سینے میں عموماً دل کی جگہ پتھر ہوتا ہے قوم اس باوردی آمریت کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ پھر ایسا موقع آیا کہ جمہوریت بے وردی ہوگئی۔ انتخاب ہوئے جن میں اندرونی و بیرونی دباؤ کے باعث دھاندلی نہ ہو سکی یوں قوم نے ووٹ کے ذریعے پچھلے 8 سال قرض چکا دیا۔آمریت کے ہر گناہ میں شامل حکمرانوں کو قوم نے عبرت کا نشان بنا دیا۔ق لیگ قومی اسمبلی کی 270 نشستوں میں سے صرف 37 حاصل کر سکی۔ مسلم لیگ جس نے ججوں کی بحالی کے ایجنڈے کو لے کر احتجاجاً الیکشن لڑا تھا۔اس نے تقریباً اپنے مقابل الیکشن لڑنے والے ق لیگ کے تمام امیدواروں کو اُڑا کے رکھ دیا۔ جہاں مسلم لیگ ن نہیں تھی وہاں پیپلز پارٹی نے صفایا کر دیا۔ق لیگ کے بڑے بڑے امیدواروں کی ضمانتیں تک ضبط ہو گئیں۔عوام نے واقعی ایک ایک گناہ کا بدلہ چکا دیا۔پیپلز پارٹی نے اس الیکشن میں 87 مسلم لیگ ن نے 68 نشستیں حاصل کیں۔ جو ججوں کی بحالی پر متفق تھیں۔

☆☆☆

Marfat.com

3 نومبر 2007ء کو آخری فیصلہ

ملک میں ایمرجنسی کی خبریں تو سہ پہر سے ہی ٹی وی چینل نشر کر رہے تھے تاہم کسی طرف سے باقاعدہ تصدیق نہیں ہو رہی تھی۔ جب نجی چینلز کی نشریات جام کر دی گئیں تو عام آدمی بھی سمجھ گیا کہ کوئی انہونی ہو چکی ہے۔ بالآخر ایمرجنسی کے نفاذ کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ اس موقع پر سپریم کورٹ میں جج رات 9 بجے تک موجود رہے۔ ان میں 7 ججوں پر مشتمل بنچ نے اپنا آخری حکم جاری کرتے ہوئے ایمرجنسی کے نفاذ کو غیر قانونی قرار دیا اور ایمرجنسی کو کالعدم قرار دے دیا۔ آرڈر سپریم کورٹ کے 7 ججوں نے دیا اس لارجر بنچ کی سربراہی چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کر رہے تھے جبکہ ان کے ہمراہ رانا بھگوان داس، جسٹس جاوید اقبال، جسٹس میاں شاکر اللہ جان، جسٹس ناصر الملک، جسٹس راجہ فیاض احمد اور جسٹس غلام ربانی تھے۔ سپریم کورٹ نے آرڈر شام 6 بجے کے قریب دیا۔ جس کی سپریم کورٹ کے باہر کاپیاں تقسیم کی گئیں۔ عدالت عظمیٰ نے یہ حکم جسٹس (ر) وجیہہ الدین احمد کی اس درخواست پر دیا جس میں سپریم کورٹ سے کہا گیا تھا کہ ملک میں حکومت مارشل لاء یا پی سی او نافذ کر کے ایمرجنسی لگ سکتی ہے۔ ایسی صورت میں عدالت عظمیٰ حکومت کو اس اقدام سے روکے۔ عدالت عظمیٰ میں یہ درخواست دائر کی تھی۔ فیصلہ میں یہ کہا گیا کہ یہ درخواست اس لئے نہیں سنی گئی تھی کیونکہ اس درخواست پر قواعد کے مطابق نمبر نہیں لگ سکا تھا۔ عدالت عظمیٰ نے اس درخواست کی باقاعدہ سماعت 5 نومبر کو مقرر کر دی اور کہا کہ فل کورٹ اس کی سماعت کرے گا۔ عدالت عظمیٰ نے تین پیروں میں فیصلہ سناتے ہوئے حکومت پاکستان، صدر اور وزیراعظم کو حکم دیا ہے کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جو آزاد عدلیہ کے خلاف ہو۔ سپریم کورٹ یا ہائیکورٹ کے ججز بشمول چیف جسٹسز صاحبان پی سی او یا پھر کسی ماورائے آئین کوئی حلف نہیں

Marfat.com

اٹھائیں گے۔ چیف آف آرمی سٹاف، کور کمانڈرز، سٹاف آفیسرز اور تمام متعلقہ سول اور ملٹری حکام پی سی او پر عملدرآمد کریں نہ اس کے تحت کام کریں اور نہ ہی چیف جسٹس اور دیگر جج صاحبان اور صوبائی ہائیکورٹس کے ججز نیا حلف اٹھائیں اور وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جو آزاد عدلیہ کے برعکس ہو اس کے علاوہ چیف جسٹس آف پاکستان اور سپریم کورٹ کے جج اور ہائیکورٹس کے چیف جسٹسز اور دوسرے صوبوں کے ججز کی نئی پیدا ہونے والی صورتحال کے تحت تعیناتی غیر قانونی اور اختیارات سے تجاوز ہوگا۔ عدالت عظمیٰ کے اس فیصلہ کے بعد ایمرجنسی کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا ہے۔

جسٹس افتخار اس روز اپنے پورے بنچ کے ساتھ اپنے چیمبر بیٹھے رہے اور اپنے کام کرتے رہے۔

چیف جسٹس نے آئی جی کو طلب کیا تھا۔ تاہم اس نے آنے سے انکار کر دیا۔ میڈیا کے ارکان چیف جسٹس اور دیگر ججز سے ملنا چاہتے تھے لیکن انہیں اجازت نہیں دی گئی۔

چیف جسٹس آف پاکستان نے 17 رکنی فل کورٹ تشکیل دیا تھا جس نے اس درخواست کی سماعت کرنا تھی۔ بنچ میں چیف جسٹس افتخار محمد چودھری، جسٹس بھگوان داس، جسٹس عبدالحمید ڈوگر، جسٹس رضا خان، جسٹس خلیل الرحمان رمدے، جسٹس نواز عباسی، جسٹس فلک شیر، جسٹس شاکر اللہ جان، جسٹس فقیر محمد، جسٹس جاوید بٹر، جسٹس گیلانی، جسٹس ناصر الملک، جسٹس فیاض احمد، جسٹس اعجاز، جسٹس جمشید اور جسٹس غلام ربانی شامل تھے۔

حکومت نے کہا کہ جسٹس رانا بھگوان داس، جسٹس خلیل الرحمان رمدے، جسٹس میاں شاکر اللہ جان، جسٹس فلک شیر، جسٹس راجہ فیاض، جسٹس ناصر الملک کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا جائے گا۔ پھر ان ججز کو آگاہ کر دیا گیا کہ ان کی مزید خدمات درکار نہیں۔ حیران کن طور پر حکومت کی اس فہرست میں جسٹس جاوید اقبال کا نام شامل نہیں تھا جو ایمرجنسی کو غیر قانونی قرار دینے والے بنچ میں شامل تھے۔ بعد ان کو پریس کونسل کا چیئرمین بنا دیا گیا۔ لیکن ان کے اس فیصلے کو ضرور سراہا جائے گا کہ ان کو حکومت نے چیف جسٹس بنانے کی پیش کش کی تھی جو انہوں نے قبول نہیں کی۔

3 نومبر کو نافذ کی جانے والی ایمرجنسی کو ایمرجنسی پلس کا نام دیا گیا جس کی اہمیت مارشل لاء سے کم اور ایمرجنسی سے زیادہ بتائی گئی۔ یہ دراصل ایمرجنسی کے بھیس میں مارشل لاء ہی تھا۔ اسے 1999ء کے واقعہ کا ایکشن ری پلے قرار دیا جا سکتا ہے اس مرتبہ اس کا شکار وزیراعظم کے بجائے چیف جسٹس ان کے ساتھی جج اور میڈیا تھے۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو جب یہ پتہ چلا کہ

Marfat.com

صدر نے اس کتاب کو بند کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے جس میں ججوں کے نام لکھے ہیں تو انہوں نے سپریم کورٹ کے تمام اندرونی دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ یہ دروازے کسی کے لئے بھی نہ کھولے جائیں اس موقع پر ایک کمانڈر نے چیف جسٹس کو پیغام بھیجا کہ تین منٹ میں دروازے نہ کھولے گئے تو انہیں توڑ دیا جائے گا۔ (اس سے قبل وہ ایمرجنسی کے خاتمے کا حکم جاری کر چکے تھے)۔ اس پر انہوں نے اپنے عملے کو دروازے کھولنے کا حکم دیا۔ انہوں نے بنچ کا آرڈر اس کمانڈر کو دکھایا جس نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔

ہفتہ 3 نومبر کی اہم واقعات سے بھرپور شام کو جب سپریم کورٹ کی عمارت میں وکلا سول سوسائٹی کے ارکان اور سیاستدانوں کی غیر موجودگی نے تابعداری سے انکار کرنے والے ان سات ججوں پر ہرگز کوئی اثر نہ ڈالا۔ جنہوں نے محاصرے میں لانے کے باوجود بھی لڑائی جاری رکھنے کا فیصلہ، اعلیٰ کردار اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ پیپلز پارٹی کے ایک سینٹر انور کے سوا باقی سیاستدان، وکلاء اور سول سوسائٹی کے ارکان نہایت خاموشی سے سپریم کورٹ کی عمارت سے دور تھے۔ سب سے غیر معمولی چیز جو محسوس کی وہ یہ تھی کہ دشمنوں کے محاصرے میں ہونے اور اپنے ہی ساتھی ججوں کی بے وفائی کے باوجود جنہوں نے پرویز مشرف کے پی سی او کے تحت حلف لیا ان ججوں نے اپنے بے وفا ساتھیوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر کے پاکستان کی تاریخ میں ایک نئی مثال قائم کی۔ ان ججوں نے شام کے اوقات میں عدالت کا انعقاد کیا اور یہ حکم نامہ جاری کیا کہ ایمرجنسی غیر قانونی اور غیر آئینی ہے۔ یہ اطلاعات کہ چار ساتھی ججوں جسٹس حمید ڈوگر جسٹس فقیر محمد کھوکھر، جسٹس نواز عباسی، جسٹس جاوید بٹر نے ایوانِ صدر میں پی سی او کے تحت حلف لے لیا ہے 7 ججوں کے اعصاب اور عزم پر کوئی اثر نہ ڈال سکی......

ایمرجنسی کی آڑ میں سپریم کورٹ کے ججوں کو ان کے عہدوں سے ہٹانے کے بعد سپریم کورٹ کے روبرو ملک کی آئینی اور سیاسی تاریخ کے اہم ترین مقدمات پر کارروائی بھی رک گئی۔ ان کیسوں میں لاپتہ افراد کی بازیابی، نواز شریف کی واپسی کے حوالے سے توہین عدالت کیس اور جامعہ فریدیہ کھولنے اور لال مسجد کے حوالے سے معاملات شامل تھے۔ اس کے علاوہ سینکڑوں سوموٹو کیسز تھے۔ تاہم نئی سپریم کورٹ نے صدر مشرف کی اہلیت اور ایمرجنسی کو جائز قرار دینے کے معاملات میں برق رفتاری کا مظاہرہ کیا۔

جب ایمرجنسی لگائی گئی تھی تو سپریم کورٹ کو فوج اور دیگر ایجنسیوں کے اہلکاروں نے گھیر لیا۔ پولیس

Marfat.com

نے سپریم کورٹ اور پارلیمنٹ جانے والے راستوں کو بلاک کر دیا تھا۔ رات نو بجے جسٹس افتخار محمد چودھری اور دوسرے ججوں کو اپنے گھروں کو روانہ کیا گیا۔ ۱۸

حکومت نے 5 دسمبر چیف جسٹس افتخار محمد چودھری، جسٹس خلیل رمدے، جسٹس بھگوان داس، سمیت سپریم کورٹ کے 12 اور 3 ہائیکورٹس کے تقریباً 32 ججوں کی برطرفی کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ نگران وفاقی وزیر قانون افضل حیدر نے اس امر کی تصدیق کی اور بتایا کہ برطرف کئے جانے والے ججوں میں دو قسم کے جج ہیں۔ ان میں ایک تو وہ ہیں جو سپریم کورٹ سے فارغ ہوئے اور دوسرے وہ ہیں جنہیں حلف کیلئے بلایا گیا اور وہ نہیں آئے۔ ججز کی برخواستگی کا نوٹیفکیشن چاروں صوبوں کے رجسٹراروں کو بھجوایا گیا۔ برطرف کئے جانے والوں میں لاہور ہائیکورٹ کے 10، سندھ ہائیکورٹ کے 12 اور پشاور ہائیکورٹ کے 2 جج صاحبان کے نام شامل تھے۔ نوٹیفکیشن کے مطابق برطرف کئے گئے لاہور ہائیکورٹ کے جج صاحبان میں مسٹر جسٹس خواجہ محمد شریف، جسٹس آصف سعید خان کھوسہ، جسٹس میاں ثاقب نثار، جسٹس ارشد جہانگیر، جسٹس ایم اے شاہد صدیقی، جسٹس افتخار محمد چودھری اعجاز احمد، جسٹس ثائر علی، جسٹس شیخ عظمت سعید، جسٹس عمر عطا بندیال اور جسٹس اقبال حمید الرحمٰن، سندھ ہائیکورٹ سے جسٹس رحمت حسین جعفری، جسٹس خلجی عارف حسین، جسٹس امیر حامد مسلم، جسٹس گلزار احمد، جسٹس مقبول باقر، جسٹس فیصل عارف، جسٹس سجاد علی شاہ، جسٹس ظفر احمد خان شیروانی، جسٹس سلمان انصاری، جسٹس عبدالرشید کلوڑ اور جسٹس ارشد سراج جبکہ پشاور ہائیکورٹ کے جسٹس اعجاز افضل اور جسٹس دوست محمد خان شامل تھے۔ نوٹیفکیشن میں بتایا گیا کہ ان جج صاحبان کو انکے عہدوں سے الگ کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا ہے لیکن ان کے سٹیٹس کے بارے میں ابھی کوئی تعین نہیں کیا گیا جبکہ انکی برطرفی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا گیا کہ انہوں نے پی سی او کے تحت اپنے عہدوں کا حلف نہیں اٹھایا تھا۔ دوسرا سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپنے ایک فیصلے میں قرار دیا تھا کہ پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے کے باعث وہ اب جج نہیں رہے۔ ۱۹

پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے ججز کو ان کے گھروں میں محصور کر دیا گیا اور ان کے گھروں کو تالے لگا دیئے گئے۔ جس کی وجہ سے ان کے اہل خانہ بہت پریشان رہے۔ بعض ججز جن کو طبی بنیادوں پر ادویات کی ضرورت تھی کو دوائیاں بھی مہیا نہیں کی جارہی تھیں۔ جسٹس رانا بھگوان داس نے کہا کہ وہ پیر پانچ نومبر کے روز سپریم کورٹ جانا چاہتے تھے مگر رات کو ہی ججز کے گھروں کو

Marfat.com

تالے لگا دیئے گئے اور ہم اپنے گھروں سے باہر سڑک پر بھی نہیں آ سکے جبکہ ہمارے سٹاف کو بھی گھروں تک محدود کر دیا گیا اور ضروریات زندگی کی سپلائی بھی بند کر دی گئی۔ باقی ججز کے ٹیلیفون بھی بند ہو چکے تھے۔ صرف میرا فون کام کر رہا تھا۔ جسٹس سردار رضا خان نے کہا انہیں ایک دوست کے ذریعے حکومت نے حلف اٹھانے کا کہا تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔ صرف پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے جج آزاد اور وہ تین دن سے بند ہیں کل کوئی ان کے گھر میں کود کر اندر سے تالے لگا گیا۔

سپریم کورٹ کے سابق رجسٹرار اور لاء کمشن کے سیکرٹری ڈاکٹر فقیر حسین نے کہا کہ عدالتی حکم انتظامی آرڈر کے ذریعے منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت نے چیف جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت حلف نہ اٹھانے والے سپریم کورٹ کے 5 ججوں کو گھروں میں قید کر کے باہر سے تالے لگا دیئے ہیں اور ان جج صاحبان کے بیوی بچے خوراک کی قلت کا شکار ہو گئے ہیں۔ چیف جسٹس محمد چودھری، جسٹس بھگوان داس، جسٹس جاوید اقبال، جسٹس شاکر اللہ جان اور جسٹس ناصر الملک کو ہفتہ کی رات پہلے گھروں پر نظر بند کیا گیا تھا اور اب ان کے گھروں کے باہر حکومت نے اپنے تالے لگا کر انہیں قید کر لیا ہے۔ میری ان جج صاحبان سے ٹیلیفون پر بات چیت ہوئی ہے اور یہ جج صاحبان ان کے اہل خانہ قید ہونے کی وجہ سے شدید مشکلات کا شکار ہو ہیں۔ جسٹس جاوید اقبال عارضہ قلب میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے فون پر مجھے کہا کہ مجھے سینے میں درد ہو رہا ہے۔ کسی ڈاکٹر کا بندوبست کرا دیں جس پر میں نے ڈاکٹر کا بندوبست کیا اور ان کے گھر بھجوایا۔ وہاں سکیورٹی نے کافی تکرار کے بعد ڈاکٹر کو فاضل جج کا چیک اپ کرنے کی اجازت دی۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے چھوٹے بیٹے کو بھی مستقل بنیادوں پر دوائیوں کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح جسٹس شاکر اللہ جان کا کمسن بچہ پمز ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ گھر میں علاج کی سہولت نہ ملنے پر اس کی طبیعت بگڑ گئی جس پر جسٹس شاکر اللہ جان نے فون پر ایمبولینس بھجوانے کیلئے کہا جس کی وجہ سے پمز سے ایمبولینس منگوائی گئی جسے سکیورٹی نے آدھ گھنٹہ باہر کھڑے کئے رکھا۔

سپریم کورٹ کے سابق رجسٹرار ڈاکٹر فقیر حسین پر خفیہ اداروں کی جانب سے دباؤ ڈالا جاتا رہا کہ وہ حکومت کے خلاف اپنا وہ مذمتی بیان واپس لیں جس میں انہوں نے برطرف ججوں سے بدسلوکی کئے جانے کا الزام عائد کیا تھا یا پھر سنگین نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ان کے گھر پر تعینات پولیس گارڈ بھی ہٹا لی گئی۔ ڈاکٹر فقیر حسین کے گھر پر رات کے وقت پولیس گارڈ برطرف چیف

Marfat.com

جسٹس افتخار محمد چودھری کے پرسنل سٹاف آفیسر حماد رضا کے پراسرار قتل کے پس منظر میں تعینات کی گئی، ہفتے کے روز چیف جسٹس کمیٹی کے اجلاس میں ان کی غیر حاضری بہت نمایاں تھی وہ اس وقت سیکرٹری لا اور جسٹس کمیشن کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے اور انہوں نے اجلاس میں یہ کہہ کر شرکت کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ ان کی طبیعت ناساز ہے۔ ڈاکٹر فقیر حسین نے اپنا بیان واپس نہ لیا

☆☆☆

جسٹس افتخار محمد چوہدری کی سولہ سالہ بیٹی پلواشہ افتخار جو اس وقت اے لیول کی طالبہ تھی نے پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے ججز کے نام ای میل کے ذریعے میڈیا کو بھیجے ایک خط لکھا، جس میں کہا گیا تھا ''ہمیں انتہائی مشکل وقت کا سامنا ہے ہمارے گھر جیل بن گئے ہیں، ہمیں باہر جانے سے روکا جا رہا ہے۔ فون جام کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہی وقت ہے قربانی کا اور اس فخر سے جینے کا کہ اللہ رب العزت نے اس ملک پر قربان ہونے کے لیے ہمارا انتخاب کیا۔ میرا یہ خط ان تمام ججز کے لئے جو میرے انکل ہیں اور انہوں نے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کیا۔ میں نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک دن آئے گا اور میں ایک ایسی حالت میں آپ کو خط لکھوں گی۔ جہاں میں قید ہوں لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ اسوقت اس ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس طرح نہیں ہو رہا جس طرح پہلے ہو رہا تھا اور یہی ہمارے امتحان کا دن ہے۔ یقیناً یہ ایک انتہائی مشکل وقت ہے جس کا آج ہم سامنا کر رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہمیں فخر بھی ہونا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں اس ملک پر قربان ہونے کے لئے منتخب کیا ہے۔ ہاں یقیناً یہ ایک بڑی قربانی ہے۔ ہماری زندگی ایک درخت کی مانند ہے اور عدلیہ اس کی ایک ٹہنی ہے ہم اسی ٹہنی کے ساتھ پلے بڑھے ہیں اور ہم اس ٹہنی کے ٹکڑے کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دیں گے۔ آج ہم اس درخت کو نہیں بچائیں گے تو کون بچائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں اپنے سکولوں اور کالجوں میں جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ ہمیں کسی سے ملنے نہ دیا جائے۔ ہمارے گھروں کو جیلیں ہی رہنے دیا جائے۔ ہمارے ساتھ عسکریت پسندوں یا دہشت گردوں جیسا سلوک کیا جائے۔ لیکن ہمیں اس سب کی کوئی پروا نہیں کیوں کہ یہ قربانی کا وقت ہے اور ہم یہ قربانی دیں گے۔ ہمیں آج فخر ہے کہ ہمارے سروں پر آپ جیسے محب وطن بزرگوں کا سایہ ہے اور ہمیں آپ بزرگوں پر فخر ہے۔ آپ بزرگوں

Marfat.com

نے قربانی دے کر نہ صرف ہماری زندگیاں بنادی ہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی یہ قربانی زندہ مثال بن گئی ہے ہم اپنے نوجوانوں کو یہ بتاتے ہوئے فخر محسوس کریں گے کہ ہمارے بزرگوں نے کڑے وقت کا سامنا تو کیا لیکن انہوں نے اپنا سر کسی بھی دباؤ کے آگے نہ جھکایا۔ ہم ہمیشہ اپنے سر فخر سے بلند کر کے چلیں گے اور ہمارے دل فخر سے معمور ہوں گے۔ ہم آپ بزرگوں کے انتہائی شکرگزار ہیں۔ جنہوں نے ہمیں فخر کا یہ ایک لازوال تحفہ دیا۔ مجھے امید ہے کہ آپ سب صحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔''

☆☆☆

صدر جنرل مشرف نے 11 نومبر کو اسلام آباد میں پریس کانفرنس سے خطاب میں کہا کہ ملک میں ایمر جنسی کا فیصلہ مجبوری اور قومی مفاد میں کیا تھا کیونکہ ملک میں بے یقینی کی کیفیت تھی اور اسی لئے مجھے جمہوری عمل کو جاری رکھنے کیلئے یہ فیصلہ کرنا پڑا، میں نے یہ فیصلہ وزیر اعظم' سیاستدانوں اور سول سوسائٹی کے نمائندوں سے مشوروں کے بعد کیا۔ سپریم کورٹ نے اداروں سے محاذ آرائی کی پالیسی اپنا رکھی تھی، عدلیہ کے بعض ارکان انتظامیہ اور مقننہ کے ساتھ الجھے ہوئے تھے، حکومت نیم مفلوج ہو کر رہ گئی تھی، حکومتی اہلکاروں کی عدالتوں میں بے عزتی کی جارہی تھی، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور پولیس کے حوصلے پست تھے جبکہ دہشت گردوں کو شہہ مل رہی تھی، مسئلے کی جڑ عدلیہ میں تھی اس لئے درستی ضروری تھی۔

ملک میں سیاسی عدم استحکام کی فضا پیدا ہوگئی تھی، عدلیہ میں شامل بعض لوگ ٹکراؤ کی صورتحال پیدا کر رہے تھے اس لئے ایمر جنسی کی کڑوی گولی نگلنا پڑی جو میری زندگی کا مشکل ترین فیصلہ تھا۔

جن ججوں نے پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھایا وہ اب قصہ پارینہ بن چکے ہیں، پریس کانفرنس میں ان سے پوچھا گیا تھا کہ کیا وہ سابق چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے ساتھ مفاہمت کے لئے تیار ہیں تو صدر نے کہا کہ بالکل نہیں، سابق چیف جسٹس سمیت جن ججوں نے حلف نہیں اٹھایا وہ جج نہیں رہے، اب نئی سپریم کورٹ اور نئی ہائی کورٹس ہوں گی، میں نے سابق چیف جسٹس کے خلاف جو ریفرنس دائر کیا تھا وہ قانونی طور پر صحیح تھا، اس ریفرنس میں جو الزامات لگائے گئے تھے ان کی تحقیقات نہیں ہوئی بلکہ سپریم جوڈیشل کونسل کے ادارے کو جو ایک آئینی ادارہ تھا بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ سابق چیف جسٹس یا کوئی شخص احتساب سے بالاتر نہیں ہوسکتا، سابق چیف جسٹس ہائی

Marfat.com

کورٹوں میں اپنی مرضی کے جج لگوانا چاہتے تھے، ہائی کورٹس کے چیف جسٹس صاحبان جن ججوں کی تقرری کی سفارش کرتے تھے انہیں مسترد کر دیا جاتا تھا، شریعت کورٹ پر اپنی مرضی کا چیف جسٹس مسلط کر دیا، انہوں نے ٹی اے ڈی اے اور میڈیکل بلوں میں گڑ بڑ کی، وہ بڑی گاڑیوں کے شوقین تھے، سندھ حکومت کی طرف سے پروٹوکول نہ ملنے پر انہوں نے چیف سیکرٹری اور سینئر افسروں کو تنگ کرنا شروع کر دیا، چھوٹے چھوٹے معاملات میں آئی جی اور وفاقی سیکرٹریوں کو بلایا جاتا تھا اور انہیں ہراساں کیا جاتا تھا۔

جنرل پرویز مشرف نے ماضی کے برعکس جسٹس افتخار محمد چودھری کے خلاف 9 مارچ کے ریفرنس میں عائد الزامات پر کھل کر روشنی ڈالی اور ان کا تفصیلی ذکر کیا' ان کا کہنا تھا اگر اب کوئی ان سے دریافت کرے کہ انہیں یہ ریفرنس بھیجنا چاہیے تھا یا نہیں تو وہ شاید کہتے کہ ''نہیں'' لیکن ریفرنس درست تھا یا غلط تو وہ کہیں گے کہ ''درست'' تھا' انہوں نے استفسار کیا کہ' کیا چیف جسٹس قانون سے بالاتر ہوتا ہے؟ کیا ان سے ملکی قوانین کے مطابق پوچھ گچھ نہیں کی جاسکتی؟' چیف جسٹس نے ججوں کیلئے اپنے نام دیئے اور حقداروں کو مسترد کر دیا۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس میں چپقلش شروع ہو گئی اکثر ہمیں مصالحت کرانی پڑتی۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کئی قسم کی عدالتی خلاف ورزیوں میں ملوث تھے۔ ان کی زبانی فیصلے کچھ اور ہوتے اور اگلے روز تحریری فیصلے کچھ اور ہوتے' وہ من مانی کرتے' بلوچستان ہائی کورٹ نے ایک شخص کو سزا دی مگر اگلے روز وہ مجرم رہا ہو گیا کیونکہ ان کا تعلق چیف جسٹس سے تھا' بلاوجہ ازخود نوٹسز لئے جاتے' نجکاری کے عمل میں مداخلت کی جاتی جس سے نجکاری کا عمل بری طرح متاثر ہوا۔

چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے صدر جنرل پرویز مشرف کی پریس کانفرنس پر شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ حکمرانوں کی یادداشت کمزور ہو سکتی ہے مگر ساری دنیا جانتی ہے کہ یہ الزامات 9 مارچ کے صدارتی ریفرنس میں بھی تھے جسے سپریم کورٹ کے 13 رکنی بنچ نے انہیں نہ صرف بے بنیاد قرار دیکر ختم کر دیا تھا بلکہ اٹارنی جنرل کو ایک لاکھ روپے کا جرمانہ ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اٹارنی جنرل نے دوران سماعت کئی الزامات واپس لے لئے تھے اور کئی پر عدالت سے معافی مانگی گئی تھی۔ نہ صرف صدر، وزیراعظم اور اٹارنی جنرل نے عدالت کے اس فیصلے کو تسلیم کیا تھا بلکہ اس پر نظرثانی کی اپیل بھی نہیں کی تھی۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ مضبوط عدلیہ کی موجودگی میں عام انتخابات میں دھاندلی کرنا مشکل ہوتا ہے، عدلیہ پر حالیہ حملے کا مقصد ملک میں من مانے انتخابات کرانا ہے۔

Marfat.com

سپریم کورٹ نے حال ہی اس میں اس ملک کی اعلیٰ قیادت کو سوالیہ بنا دیا۔ حکمرانوں نے صدر مشرف کی اہلیت کے مقدمہ اور نواز شریف کی توہین عدالت کی درخواست پر فیصلوں سے بچنے کیلئے سب کچھ کیا۔ نواز شریف کے کیس میں طیارہ تیار کرنے کا حکم دینے پر شوکت عزیز بھی توہین عدالت کے مرتکب ہوئے تھے۔ ہم نے ہمیشہ میرٹ پر فیصلہ کیا اور آئندہ بھی ہم صرف میرٹ اور شہادتوں پر ہی فیصلے کرینگے۔ بقول صدر جنرل مشرف اگر میرے خلاف الزامات تھے تو پھر ہائیکورٹس کے باقی 48 سے زیادہ ججوں کو کس بات کی سزا دی گئی۔ جنرل مشرف کو اپنے حلف کی پاسداری کرنی چاہیے۔ ملک میں آئین کی بحالی کے لیے ہر سطح پر جدوجہد کی جائے۔ یہ قربانی کا وقت ہے۔

صدر پرویز مشرف نے گیارہ دسمبر کو الجزیرہ ٹی وی چینل کو ایک انٹرویو میں کہا کہ سابق چیف جسٹس انہیں غیر قانونی طور پر ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے اور اگر وہ ان کا راستہ نہ روکتے تو ملک مشکل کا شکار ہو جاتا اگر سابق چیف جسٹس کو موقع مل گیا ہوتا تو ملک بدامنی کا سامنا کر رہا ہوتا۔

جسٹس افتخار محمد چودھری نے صدر پرویز مشرف کے اس بیان کو یکسر مسترد کر دیا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ وہ انہیں غیر قانونی طور پر صدارتی عہدے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ ایک ساتھی وکیل کے ذریعے پریس کے لئے جاری کردہ اپنے ایک بیان میں جسٹس افتخار محمد چودھری نے کہا کہ پرویز مشرف کا یہ الزام کہ میں انہیں غیر قانونی طور پر ان کے عہدے سے ہٹانا چاہتا تھا مکمل طور پر بے بنیاد اور خود ساختہ ہے۔ اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ پرویز مشرف کی اہلیت کے خلاف تشکیل پانے والے گیارہ رکنی بینچ میں میں نہیں تھا بلکہ اس بینچ میں 4 جج وہی تھے جنہوں نے آج پی سی او کے تحت حلف اٹھا رکھا ہے اور عدالت میں یہ مقدمہ پانچ نومبر کی سماعت کے بعد اب بھی التواء میں پڑا ہوا ہے۔ عدلیہ کے نظام کے تحت پاکستان میں کوئی بھی فیصلہ دینے سے پہلے ہر جج کی اپنی ایک آزاد حیثیت ہوتی ہے جس کے تحت وہ فیصلہ دیتا ہے پرویز مشرف اپنے 3 نومبر 2007ء کے غیر قانونی اقدام کو درست قرار دینے کے لئے مختلف بیانات اور وجوہات پیش کر چکے ہیں لیکن قانونی طور پر ان میں سے ایک بیان میں بھی کوئی صداقت نہیں میں اس بحث میں مزید تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ مجھے غیر قانونی طور پر حراست میں رکھا گیا ہے جو کہ قانون کی اقدار، خود قانون اور اخلاقیات کے سراسر منافی ہے میں آج بھی ملک کا آئینی چیف جسٹس ہوں۔

☆☆☆

Marfat.com

سال کے بہترین قانون دان منتخب

امریکہ میں وکلاء برادری کے سب سے بڑے ہفت روزہ اخبار نیشنل لاء جرنل نے برطرف پاکستانی چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو 2007ء کا لائر آف دی ایئر منتخب کیا انہیں یہ اعزاز عدلیہ کی آزادی اور قانون کی حکمرانی کے دفاع میں بہادر اور موثر مؤقف اختیار کرنے کے اعتراف میں دیا گیا۔ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ نیشنل لاء جرنل نے اپنی سالانہ اعزاز کی فہرست میں ٹاپ پر ایک غیر امریکی باشندے کو منتخب کیا نیشنل لا جرنل کے ایڈیٹر انچیف ریکس بوزرٹ نے بتایا کہ افتخار محمد چودھری کو خاموش رکھنے کی ہر کوشش کے باوجود وہ بول رہے ہیں اور پاکستان میں قانون کی حکمرانی کے لئے کوششوں میں ایک قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔

☆☆☆

عقیدت

حکومت نے ملک کے مختلف شہروں میں چوکوں اور سڑکوں کے نئے نام رکھے ہیں، یہ نام چودھری پرویز الٰہی، چودھری شجاعت حسین، شوکت عزیز اور دیگر سابق حکومتی زعما کے نام پر رکھے گئے ہیں لیکن عوام انہیں نئے نام سے پکارنے کو بالکل تیار نہیں۔ وہ انہیں ان کے سابقہ ناموں سے ہی پکارتے ہیں لیکن جو نام عوام نے از خود عدلیہ کی آزادی کی تحریک کے حوالے سے رکھے تھے وہ عوام میں سند مقبولیت حاصل کر چکے ہیں اور انہیں نئے ناموں سے ہی پکارا جانے لگا۔ بی بی سی کی ایک

Marfat.com

رپورٹ میں بتایا گیا کہ فیصل آباد میں ایک چوک کا نام انصاف چوک رکھا گیا ہے جہاں اپوزیشن کی جماعتوں کے علاوہ وکلا' صحافیوں اور سول سوسائٹی کے ارکان کے احتجاجی جلسے ہو رہے ہیں' لوگ اس چوک کے پرانے نام کو بھول کر صرف انصاف چوک کے نام لے کر ہی یاد کرتے ہیں۔ اسی طرح قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں ایک میدان کا نام افتخار چودھری کے نام پر رکھ دیا گیا۔ اسکا پرانا نام میدان عدل تھا لیکن اب اسے افتخار چودھری کے نام سے پکارا جانے لگا ہے۔ فیصل آباد کا وہ گاؤں جہاں جسٹس افتخار محمد چودھری کے والد آباد تھے اور جہاں سے اٹھ کر وہ بلوچستان جا کر آباد ہو گئے تھے آج عوام کی نگاہوں کا مرکز بن چکا ہے اور روزانہ اس گاؤں میں سینکڑوں کی تعداد میں گلدستے بھیجے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سندھ' پنجاب' بلوچستان اور صوبہ سرحد میں کسی سے بھی چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے بارے میں رائے لی جائے انکا احترام کرتا نظر آتا ہے اور دل سے انکی بحالی کا خواستگار نظر آتا ہے۔ پشاور کے فوارہ چوک کا نام جسٹس افتخار محمد چودھری چوک رکھ دیا گیا۔

ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد سے لوگ ججوں کے ساتھ اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے ان کی رہائش گاہوں پر پھولوں کے گلدستے لے کر حاضر ہوتے رہے۔ پولیس ان لوگوں کو جہاں روکتی یہ وہیں گلدستے رکھ کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

عالمی رہنماؤں کے نام خط

20 جنوری کو صدر پرویز مشرف یورپ کے 9 روزہ دورے پر روانہ ہوئے ان کی پہلی منزل بیلجیئم کا شہر برسلز تھا۔ ملک میں تو وہ ان دنوں جسٹس افتخار محمد چودھری کو طنز وتنقید کا نشانہ بنائے رہتے تھے۔ باہر جا کر بھی اس موضوع کو فراموش نہ کر سکے۔ اپنے دورے کے دوسرے روز انہوں نے اپنے خطاب میں کہا جسٹس افتخار نے اپنی برطرفی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی انہوں نے ملک میں عدم استحکام پیدا کرنا چاہا، اگلے مرحلے میں ڈیووس میں تھے تو جہاں بھی جسٹس افتخار کے بارے میں ہرزہ سرائی کی گئی، 25 جنوری کو لندن گئے تو اگلے روز اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ جسٹس افتخار کی برطرفی انسانی حقوق کا معاملہ نہیں تھا۔ مغرب نے اسے غلط طور پر انسانی حقوق کی پامالی کا معاملہ قرار دیا۔ جسٹس افتخار بدعنوان اور اقرباء پرور تھے۔

اس دورے کے دوران صدر کی طرف سے ڈیووس میں اقتصادی کونسل کے اجلاسوں کے موقع پر جسٹس افتخار محمد چودھری کے بارے میں ایک کتابچہ تقسیم کیا گیا اسکے جواب میں جسٹس افتخار محمد چودھری نے اپنی پوزیشن واضح کرنے کے لئے جسٹس افتخار محمد چوہدری نے امریکی وزیر خارجہ کونڈا لیزا رائس، برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن، فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی، یورپی پارلیمنٹ کی خارجہ امور کی کمیٹی کے چیئرمین ہادیئر سولانا اور ڈیووس میں ورلڈ اکنامک فورم کے چیئرمین کلاز شواب کو ایک تفصیلی خط ارسال کیا ہے جس میں انہوں نے صدر پرویز مشرف کی جانب سے اپنے اور دیگر ججوں پر لگائے گئے الزامات کو جھوٹ اور حقائق کے منافی قرار دیا۔

خط کا متن:

''صدر پرویز مشرف نے برسلز، پیرس، ڈیووس اور لندن کے اپنے حالیہ دوروں کے دوران مجھ اور میرے ساتھی ججوں پر پریس کانفرنسوں اور دیگر تقریبات میں کھلم کھلا الزامات عائد کیے۔ صدر مشرف نے جن لوگوں سے ملاقاتیں کیں ان میں ''پروفائل آف دی فارمر چیف جسٹس آف پاکستان'' کے نام سے ایک دستاویز بھی تقسیم کی۔ شاید میں صدر مشرف کے زبانی الزامات کا جواب دینا ضروری نہ سمجھتا مگر میرے خلاف ان کی دستاویز نے مجھے یہ خط لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ یہ بات

Marfat.com

تعجب خیز ہے کہ ریاست کا سربراہ اپنے ہی ملک کے چیف جسٹس کے خلاف کھلے عام تہمتیں لگائے۔صدر مشرف کی آئینی مدت صدارت 15 نومبر 2007ء کو ختم ہوگئی تھی اور ان کی جانب سے اگلی مدت صدارت کی اہلیت کا کیس سپریم کورٹ کے سامنے زیر غور ہے۔اس کیس کی گیارہ رکنی بنچ کے سامنے سماعت جاری تھی کہ صدر مشرف نے تین نومبر کو مجھ سمیت ججوں کی اکثریت کو گرفتار کرلیا۔انہوں نے خود ہی عدالتی عمل میں رکاوٹ بننے کی کوشش کی جس کی وجہ سے ان کی نااہلیت کا کیس اب بھی تین نومبر والی پوزیشن پر منجمد ہے۔صدر مشرف نے مجھے اور دیگر ججوں کو گرفتار کرنے کے علاوہ آئین کو بھی معطل کیا اور عدلیہ سے آزاد ججوں کا صفایا کردیا۔صدر مشرف کے تمام اقدامات سپریم کورٹ کے تین نومبر کے جاری کردہ احکامات کی بھی خلاف ورزی ہیں۔نہ صرف مجھے بلکہ میری اہلیہ اور تین کم عمر بچوں کو بھی قید میں رکھا گیا ہے۔میرے بچوں کو سکول جانے کی اجازت نہیں،ان میں سے ایک خصوصی توجہ کا مستحق (معذور) ہے۔ہماری قید کی شرائط اتنی سخت ہیں کہ ہم اپنے گھر کے صحن تک بھی نہیں جاسکتے کیونکہ اس پر پولیس نے قبضہ کر رکھا ہے۔میری رہائش گاہ کے اردگرد خاردار تاروں کے ذریعے رکاوٹیں قائم کی گئی ہیں اور فون لائنیں بھی کاٹ دی گئی ہیں حتیٰ کہ میری رہائش گاہ کے پانی کا کنکشن بھی کچھ عرصے کیلئے بند رکھا جارہا ہے۔مجھے استعفیٰ دینے اور اپنا عہدہ چھوڑنے کیلئے مجبور کیا جارہا ہے مگر میں اس کیلئے تیار نہیں ہوں۔ایسا سلوک تو قرون وسطیٰ کے دور میں بھی کسی سے نہیں کیا گیا ہوگا جبکہ ہم پر یہ پابندیاں اکیسویں صدی کے دور کی ایک ایسی حکومت نے عائد کی ہیں جس کی مغربی ممالک حمایت کررہے ہیں۔کوئی آرمی چیف آئین کو معطل نہیں کرسکتا نہ ہی پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر کسی فوجی حکم نامے کے ذریعے آئین میں کوئی ترامیم کی جاسکتی ہیں۔صدر مشرف کی جانب سے تین نومبر کے بعد اٹھائے گئے تمام اقدامات غیر قانونی اور آئین کی خلاف ورزی ہیں۔مجھے یقین ہے کہ وکلاء اور سول سوسائٹی کی جانب سے چلائی جانیوالی دلیرانہ تحریک میں آئین کو ہی بالاآخر فتح نصیب ہوگی۔صدر مشرف کی جانب سے یورپ میں میرے خلاف جاری کی گئی آٹھ صفحات کی دستاویز ان کی بے چینی کا واضح ثبوت ہے۔صدر مشرف نے صدارتی ریفرنس میں میرے خلاف جو الزامات عائد کئے تھے انہیں گزشتہ سال 20 جولائی کو سپریم کورٹ کے ایک تیرہ رکنی بنچ نے متفقہ طور پر مسترد کردیا تھا۔صدر مشرف نے اپنی تازہ دستاویز میں دو اہم قسم کے الزامات عائد کیے ہیں۔ایک وہ الزامات جو میرے خلاف صدارتی ریفرنس میں موجود تھے اور دوسرا وہ جو اس ریفرنس میں شامل نہیں تھے۔

Marfat.com

صدارتی ریفرنس والے الزامات کو دوبارہ دوہرانے کا اب کوئی فائدہ نہیں کیونکہ سپریم کورٹ انہیں غلط قرار دے چکی ہے۔ دیگر الزامات بھی اتنے بوگس ہیں کہ ان میں سے کسی ایک میں بھی سچائی کا عنصر نہیں پایا جاتا۔ صدر مشرف نے میرے خلاف الزامات ایسی تقریبات میں لگائے جہاں ان سے کوئی سوال کرنے والا نہیں تھا۔ انہوں نے ہر موقع پر پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے بری طرح بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ میں نے اپنے خلاف صدارتی ریفرنس کے کیس کی سپریم کورٹ میں سماعت کے دوران سیاسی وکلاء اعتزاز احسن اور زمرد خان کی مدد حاصل کی۔ اعتزاز احسن پارلیمنٹ کے رکن ضرور رہے ہیں مگر وہ پاکستان کے سب سے بلند پایہ وکیل بھی ہیں۔ وہ ایک ایسی شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں جو کسی کے دباؤ میں نہیں آتے۔ دوسری طرف زمرد خان بھی ایک پیشہ ور وکیل ہیں اور اعتزاز احسن نے میرے کیس میں ان کی مدد حاصل کی تھی۔ یہ الزام بھی غلط ہے کہ میں نے سابق وزیراعظم ظفر اللہ جمالی کی گاڑی استعمال کی۔ 13 مارچ کو سپریم کورٹ میں اپنے خلاف ریفرنس کی سماعت کے دوران مجھ سے میری سرکاری گاڑی چھین لی گئی جس کی وجہ سے میں پیدل ہی سپریم کورٹ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں میڈیا کے سامنے مجھ سے انتہائی برا سلوک کیا گیا اور میرے بال کھینچے گئے۔ یہ پوری کارروائی پولیس اہلکاروں نے آئی جی کی نگرانی میں کی۔ اس جسمانی اذیت سے بچنے کیلئے میں نے ظفر اللہ جمالی کے پاس پناہ لی اور ان کی گاڑی میں سپریم کورٹ پہنچا مگر حکومت نے چیف جسٹس کے ساتھ بدسلوکی کرنے والوں کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے مجھے ہی غلط قرار دیدیا۔ میں نے اپنے خلاف صدارتی ریفرنس کی سماعت کے دوران کبھی سیاسی فضاء پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی اور کبھی میڈیا یا سیاسی ریلیوں سے خطاب نہیں کیا۔ جنرل مشرف اور ان کے وزراء میرے خلاف آئے روز بیانات دیتے رہے مگر میں نے انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ بھی ان کے خلاف زبان نہیں کھولی۔ ملک بھر میں صرف وکلاء سے خطاب کیا اور ان سے صرف پیشہ وارانہ اور آئینی معاملات پر گفتگو کی۔ مجھ پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ معزول ہونے کے بعد میں نے سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں مگر یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ مجھ سے صرف وہی لوگ ملاقات کر سکتے تھے جن کو حکومت سے اجازت ملتی تھی۔ اگر کوئی شخص میری رہائش گاہ پر آتا ہے تو میں اس کو کوئی الزام کیسے دے سکتا ہوں؟ میں نے ان ملاقاتوں کو بھی سیاسی رنگ دینے کی کوشش نہیں کی اور میڈیا کو بھی ملاقاتوں کی کوریج کیلئے مدعو نہیں کیا۔ صدر مشرف سچ برداشت

Marfat.com

کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں ان کا یہ کہنا کسی طور بھی درست نہیں کہ مجھ پر لگائے گئے الزامات کی تحقیقات کے ذریعے تصدیق ہوئی تھی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سپریم کورٹ نے ان الزامات کو مسترد کر دیا تھا۔ صدر مشرف کے حالیہ اقدامات کے پاکستان اور دنیا پر سنگین اثرات مرتب ہوں گے۔ انہوں نے ملک میں سول اور مہذب معاشرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اگر پاکستان میں انصاف کے مہذبانہ اصولوں کو پروان نہ چڑھایا گیا تو اس سے پیدا ہونے والے خلاء کو ایسے لوگ پر کرینگے جو فوری اور سخت گیر انصاف پر یقین رکھتے ہیں۔ آزاد عدلیہ کے بغیر پاکستان میں جمہوریت پروان نہیں چڑھ سکتی اور پاکستان میں اس وقت تک آزاد عدلیہ کا وجود قائم نہیں ہو سکتا جب تک تین نومبر کے اقدامات واپس نہیں لئے جاتے۔ سپریم کورٹ اور دو صوبائی ہائی کورٹس کے چیف جسٹسز کے علاوہ 57 دیگر برطرف ججوں کو بحال کرنا ضروری ہے ورنہ پاکستان مشکلات سے دوچار ہو جائے گا۔ ''اس شخص نے محض اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے عدلیہ اور دیگر اداروں کو تباہ کر دیا۔'' خط میں سپریم کورٹ کے موجود ججوں پر تنقید کی گئی ہے جن میں اتنی بھی سکت نہیں ہے کہ وہ ججز کالونی میں معزول چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو ان کے گھر میں قید کرنے کا نوٹس لیں۔

جسٹس افتخار نے مغرب پر زور دیا کہ وہ ''انتہا پسند'' صدر مشرف کی حمایت روک دے''۔

☆☆☆

Marfat.com

ججوں کی بحالی کے لیے تاریخی بھوربن معاہدہ

نو مارچ 2008ء کو مری میں مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی نے مشترکہ حکومت سازی کے حوالے سے اہم نکات پر اتفاق رائے کرتے ہوئے ایک معاہدے پر دستخط کیے ہیں جس کے مطابق حکومت بننے کے 30 دن کے اندر پارلیمنٹ میں قرارداد کے ذریعے ججوں کو بحال کیا جائے گا۔ مسلم لیگ (ن) مرکز میں اور پیپلز پارٹی پنجاب کابینہ میں حصہ دار ہوگی۔ وفاقی حکومت میں سپیکر و ڈپٹی سپیکر پیپلز پارٹی اور پنجاب میں سپیکر و ڈپٹی سپیکر مسلم لیگ (ن) کا ہوگا۔ معاہدے پر دستخط پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری اور مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف نے کیے۔ مسلم لیگ (ن) کے وفد کی قیادت نواز شریف نے کی جبکہ ان کی معاونت راجہ محمد ظفرالحق، شہباز شریف، مخدوم جاوید ہاشمی، چودھری نثار علی خان، سردار مہتاب احمد خان، محمد اسحاق ڈار، احسن اقبال خواجہ آصف اور اقبال ظفر جھگڑا نے کی۔ پیپلز پارٹی کے وفد کی قیادت آصف علی زرداری نے کی۔ ان کی معاونت میاں رضا ربانی، پرویز اشرف، خورشید شاہ، نوید قمر، شیری رحمٰن، فہمیدہ مرزا، فاروق اے نائیک نے کی۔ دونوں جماعتوں کی قیادت کے درمیان 3 گھنٹے سے زائد مذاکرات جاری رہے جس کے بعد اعلان مری پر اتفاق رائے ہوگیا۔ اس موقع پر دونوں رہنماؤں نے مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔

نواز شریف نے کہا کہ جس میثاق جمہوریت پر میں نے اور محترمہ نے دستخط کیے تھے اب وہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے مجھے بھی اس پر فخر ہے۔ 73ء کے آئین کے بعد میثاق جمہوریت بہترین دستاویز ہے۔ جس سے قوم کی تقدیر بدل سکتی ہے۔ آج میثاق جمہوریت کا پہلا قدم ہے۔ میں سمجھتا ہوں 18 فروری کو عوام نے ہم دونوں کو مینڈیٹ دیا۔ وہ مینڈیٹ عوام نے دیا ہے کہ

Marfat.com

پاکستان کی مشکلات کو ختم کرو۔ اگر مشرف اوران کے حواری یہ کہیں کہ معلق پارلیمنٹ ہے لیکن یہ معلق پارلیمنٹ ڈکٹیٹرشپ کے خلاف ہے اب مشرف کو عوام کے فیصلے کو قبول کرنا چاہیے اور عوام کے فیصلے میں رخنہ نہیں ڈالنا چاہیے۔ عوام نے پیپلز پارٹی مسلم لیگ (ن) اور اے این پی کے حق میں فیصلہ دیا ہے آج ہمارے تفصیلی مذاکرات ہوئے ہم نے مشترکہ اعلامیہ تیار کیا ہے جس کا عنوان ہے پی پی پی، مسلم لیگ (ن) جمہوری پاکستان کے لیے مخلوط حکومتیں بنائیں گے۔ ججوں کو پارلیمنٹ کی قرارداد کے ذریعے مرکزی حکومت کے قیام کے ایک ماہ کے اندر بحال کیا جائیگا۔

مرکز اور پنجاب میں دونوں جماعتیں حکومت کا حصہ ہوں گی مسلم لیگ (ن) مرکز اور پیپلز پارٹی پنجاب کابینہ میں شامل ہوگی اعلامیہ میں فوری طور پر قومی وصوبائی اسمبلی کے اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا گیا۔ مشترکہ پریس کانفرنس میں آصف علی زرداری اور نواز شریف نے اعلامیہ پر دستخط کر کے دستاویز کا تبادلہ کیا۔

نواز شریف نے کہا ملک میں پارلیمانی نظام جمہوریت ہے صدارتی نظام نہیں اس لیے ہم پارلیمانی جمہوریت کی طرف واپس آئیں گے ہم دونوں نے آج بہت کچھ حاصل کیا ہے آج ہی کے دن جسٹس افتخار کے خلاف ایکشن ہوا اور آج ہی کے دن ان کی بحالی کا فیصلہ کیا گیا۔ وزراء کے صدر سے حلف لینے کے سوال پر کہا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ اقدام کرنا پڑیں گے۔

ہمیں کس قسم کا پاکستان مل رہا ہے جہاں کمر توڑ مہنگائی اور بے روزگاری عروج پر ہے اور اس پر بڑا احسان جتلایا جا رہا ہے بس بہت ہو گیا مشرف صاحب آرام کریں اب ڈکٹیٹرشپ نہیں چلے گی۔ ہم ان کو غیر آئینی صدر سمجھتے ہیں ان کو قبول کر کے آٹھ سالہ جدوجہد پر پانی نہیں پھیر سکتے۔

آصف علی زرداری نے کہا کہ یہ اجلاس پاکستان کی تاریخ میں ایک اہم اجلاس ہے۔ بے نظیر کی خواہش کو آج ہم نے پورا کر کے ملک کو جمہوریت کی راہ پر گامزن کر دیا اور ایک ایسے معاہدے پر دستخط کیے ہیں جس سے ملک میں جمہوریت مضبوط ہوگی ہم مل کر ملک کو درپیش چیلنجز کا مقابلہ کریں گے اور اس حوالے سے ہر فیصلے سے قوم کو آگاہ کیا جائے گا۔ ہم نے اس معاہدے پر جمہوریت اور آئین کی بحالی کے لئے دستخط کیے ہیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمام سیاسی جماعتیں عوام کی توقعات پر پوری اتریں گی۔ دنیا ہمیں جمہوریت کا موقع دے۔ مشرف عوامی فیصلہ تسلیم کر لیں۔ ہمیں ملک میں موجودہ جمہوریت پر اعتراضات ہیں۔ ہم انشاء اللہ عوام کی توقعات پر پورا اتریں گے اور عوام کے تمام مسائل حل کریں گے اور ملک میں امن وامان قائم ہوگا۔

Marfat.com

سیاسی جماعتیں اس بات پر یقین رکھتی ہیں کہ صدر اور وزیر اعظم کو مل کر کام کرنا چاہیے تاکہ جمہوریت مضبوط ہو سکے۔ میں چاہتا تھا کہ میاں نواز شریف مجھ سے وزیر اعظم کا بوجھ لے لیں لیکن انہوں نے معذوری ظاہر کر دی۔ پارلیمنٹ 30 دن میں ججوں کے حوالے سے فیصلہ کرے گی۔ میرے اور میاں نواز شریف کے خیالات میں کوئی فرق نہیں اور ہم دونوں کے اب تک کے جمہوریت کے سفر سے عوام مکمل آگاہ ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر کی رہائی کے حوالے سے ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ یہ سوال صدر مشرف سے پوچھا جانا چاہیے اور صدر مشرف عوامی فیصلہ جلد مان لیں گے۔ ہم موجودہ اور معزول تمام ججوں کو اکاموڈیٹ کریں گے۔

اسی روز جسٹس افتخار محمد چودھری کی پہلی نام نہاد معطلی کو ایک سال بھی ہو گیا تھا۔ پھر جب دوبارہ تین نومبر 2007ء کو ایمرجنسی کے نام پر عدلیہ پر شب خون مارا گیا تو وکلاء دوبارہ سڑکوں پر آ گئے۔

وکلاء قیادت نے 9 مارچ سے بلیک فلیگ ویک (ہفتہء سیاہ پرچم) منانے کا اعلان کر رکھا تھا۔ اس روز پورے ملک میں وکلا اکثر سیاسی پارٹیوں مختلف طبقہء فکر کے لوگوں نے دفاتر دکانوں اور گھروں پر سیاہ پرچم لہرائے اور مظاہرے کئے۔ اسلام آباد میں وکلاء اور مختلف طبقہء فکر کے لوگوں نے زیر حراست ججوں سے اظہار یکجہتی کے لئے ہفتہ سیاہ پرچم کے آغاز میں جسٹس افتخار محمد چودھری کو پھول پیش کرنے کی کوشش کی جس پر ججز کالونی کے باہر پولیس نے زبردست شیلنگ، لاٹھی چارج اور پتھراؤ کیا، آنسو گیس کی شدت سے کئی خواتین بے ہوش اور درجنوں کارکن زخمی ہو گئے، وکلاء، سیاسی کارکن اور سول سوسائٹی کے سینکڑوں افراد جسٹس (ر) طارق محمود اور عمران خان کی قیادت میں ججز کالونی کی طرف سے مارچ کرنا چاہتے تھے جن کو پولیس نے خاردار تار لگا کر روک دیا، اس دوران تصادم ہونے پر پولیس اور شہریوں میں پتھراؤ کا تبادلہ ہوا اور پولیس نے زبردست شیلنگ کی۔ پولیس کی طرف سے پھینکے گئے آنسو گیس کے شیل وکلاء نے اٹھا کر پولیس کی طرف پھینکے، مظاہرین نے کالے رنگ کے پرچم اٹھائے ہوئے تھے۔

لاہور میں اعتزاز احسن کی رہائش گاہ سے جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کی جی او آر میں واقع رہائش گاہ تک بھی ریلی نکالی گئی اعتزاز احسن بھی شرکاء سے اظہار یکجہتی کیلئے جسٹس رمدے کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ اعتزاز احسن نے جسٹس رمدے سے ملاقات بھی کی۔

۸

☆☆☆

Marfat.com

ججوں کی رہائی کا حکم

۲۴ مارچ کو وزیر اعظم کا انتخاب ہوا جس میں یوسف رضا گیلانی پیپلز پارٹی مسلم لیگ ن ! اے این پی، جے یو آئی ف اور ایم کیو ایم کے مشترکہ امیدوار تھے۔ ان کو چودھری پرویز الٰہی کے صرف 42 ووٹوں کے مقابلے میں 264 ووٹ ملے۔ انتخاب کے فوری بعد یوسف رضا گیلانی نے زیرِ حراست ججوں کی رہائی کو حکم دیا جس پر منٹوں میں عمل ہوا۔

نو منتخب وزیر اعظم مخدوم یوسف رضا گیلانی کی جانب سے ججز کی غیر قانونی حراست ختم کرنے کے حکم کے بعد جسٹس افتخار محمد چودھری کے گھر پر سینکڑوں کی تعداد میں وکلاء، سول سوسائٹی کے اراکین اور سیاسی جماعتوں کے کارکن جمع ہو گئے جہاں جشن کا سماں بندھ گیا اور کارکن ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے رہے۔ پولیس کی جانب سے بلوچستان ہاؤس کے قریب ججز کالونی جانے والے راستے سے رکاوٹیں ہٹا دی گئیں تاہم سکیورٹی خطرات کے پیش نظر لوگوں کو واک تھرو گیٹ سے گزار کر آگے جانے کی اجازت دی گئی۔ اس موقع پر سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر اعتزاز احسن، جسٹس (ر) طارق محمود، اطہر من اللہ ایڈووکیٹ نے چیف جسٹس سے ملاقات کی ! اور انہیں فیملی سمیت اپنے گھر کی بالکونی میں لے آئے۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ ججز کو غیر قانونی اور غیر آئینی طور پر گھروں میں قید کیا گیا تھا۔ آج رہائی پر پوری قوم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ابھی ہماری منزل آگے ہے جسکے لئے ہمیں منظم طریقے سے چلنا ہوگا تاکہ ہماری منزل میں کوئی رکاوٹ نہ آسکے، میں آپ لوگوں سے تعاون کا ہمیشہ طلبگار رہوں گا۔

سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر اعتزاز احسن نے کہا کہ ہمارا سفر ابھی ختم نہیں ہوا تاہم نو منتخب وزیر اعظم کا یہ اقدام عدلیہ کی بحالی کی جانب بہت بڑا اقدام ہے۔ وزیر اعظم کی ہدایت پر آج دنیا

Marfat.com

کا سب سے کم عمر سیاسی قیدی بالاچ افتخار بھی 5 ماہ بعد قید سے آزاد ہوا۔ انہوں نے وکلاء کو نعرے بازی سے روکتے ہوئے ججز کی رہائش گاہوں کے تقدس کا خیال رکھنے کی ہدایت کی۔ اس روز جسٹس افتخار کی رہائی کے حکم کے بعد پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائدین مخدوم جاوید ہاشمی، خواجہ آصف، رانا ثناء اللہ، ایاز امیر سمیت جماعت اسلامی کے لیاقت بلوچ اور میاں محمد اسلم بھی سینکڑوں کارکنوں کے ہمراہ ان کی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ کارکنوں نے پھول، گلدستے اور مٹھائیوں کے ڈبے اٹھا رکھے تھے اور زبردست نعرے بازی کر رہے تھے۔ جسٹس افتخار کے گھر کے احاطے میں موجود افراد عدلیہ کی بحالی اور آزادی کے حق میں اور صدر مشرف کے خلاف نعرے بازی کرتے رہے۔ کئی افراد رکاوٹیں توڑتے ہوئے گیٹ پھلانگ کر چیف جسٹس ہاؤس داخل ہو گئے۔ اس موقع پر رقت آمیز مناظر بھی دیکھنے میں آئے۔ سول سوسائٹی اور وکلاء کے متعدد لوگ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور انہوں نے جسٹس افتخار کے گھر کے باہر رونا شروع کر دیا۔ اس موقع پر ضلعی انتظامیہ اور پولیس نے چیف جسٹس کے گھر آنے والے لوگوں سے ماضی کی نسبت بہتر سلوک کیا۔

مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف نے جسٹس افتخار محمد چودھری کو فون کیا اور انہیں بحال کرانے کی یقین دہانی کرائی۔ نواز شریف نے کہا کہ ہم ججوں کو بحال کرانے کے عزم پر سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ مری معاہدے کے تحت ججز کی 30 دن کے اندر بحالی یقینی بنائی جائے گی۔ نومنتخب وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کے ججوں کی رہائی کے حکم کے بعد لاہور میں بھی جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے اور جسٹس فلک شیر سمیت دیگر ججوں کے گھروں کے باہر سے رکاوٹیں ہٹا لی گئیں اور سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کے لوگوں کی بڑی تعداد جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کی رہائش گاہ کے باہر پہنچ گئے۔ انہیں پھولوں کے ہار پہنائے اور گھر کے باہر لے آئے جہاں لوگ انہیں سلیوٹ کرتے رہے جبکہ پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے ججوں کے گھروں میں ٹیلی فون کالوں کا لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ لوگ اور عزیز اقارب انہیں مبارک بادیں دیتے رہے جس پر جج صاحبان ان کا شکریہ ادا کرتے رہے۔ اس موقع پر مسلم لیگ (ن) کے خواجہ حسان، پیر طارق رضوی، سپریم کورٹ بار کے نائب صدر غلام نبی بھٹی، ممبر ایگزیکٹو کمیٹی سپریم کورٹ بار خواجہ طارق سہیل، میڈیا ایڈوائزر محمد اظہر صدیق، لاہور ہائیکورٹ بار کے سیکرٹری رانا اسد اللہ خان، لاہور بار کے صدر منظور قادر اور دیگر بھی وہاں موجود تھے۔ ٹی وی چینلز نے اسلام آباد اور لاہور سے تمام کارروائی براہِ راست نشر کی۔

Marfat.com

رہائی کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے نے کہا ہے کہ ججوں کی رہائی درست سمت کی جانب پہلا قدم ہے۔ یہ کہنا کہ ہم نظر بند نہیں تھے شرمناک بات ہے۔ اب یہ فیصلہ قوم نے کرنا ہے کہ انہیں کیسے جج چاہئیں۔ مجھے نہ تو نظر بندی کے احکامات ملے تھے نہ رہائی کے اور ٹی وی پر ایک اعلیٰ حکام فرما رہے تھے کہ ہماری نظر بندی کا کوئی حکم جاری نہیں ہوا۔ جس پر حیرت ہوئی۔ جو کچھ 9 مارچ سے لے کر 20 جولائی تک اور اس کے بعد اور پھر 3 نومبر کے بعد سے آج تک ہمارے وکلاء سول سوسائٹی خواتین نے بیٹوں نے بھائیوں نے اور پاکستانی عوام نے میڈیا نے جو قربانیاں دی ہیں ہم ان پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور انشاء اللہ انہیں اجر ضرور ملے گا۔ ہم نے 3 نومبر کے بعد سے کوئی احتجاج کیا ہے اور نہ آئندہ کرنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں یہ احتجاج پوری قوم نے کیا ہے۔

☆☆☆

ججوں کی بینظیر بھٹو کی شہادت پر تعزیت

محترمہ بینظیر بھٹو شہید ہوئیں تو بیشمار لوگوں نے آصف علی زرداری سے تعزیت کی۔ بہت سے لوگوں نے تو گڑھی خدا بخش پہنچ کر مزار پر حاضری دی۔ محترمہ کی شہادت کے دنوں میں چیف جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت ساٹھ کے قریب جج زیرِ حراست تھے۔ اس لئے ان میں سے جو تعزیت کرنا چاہتے تھے وہ نہ کر سکے۔ ۲۴ مارچ کی رات یہ رہا ہوئے اور اپنی رہائی کے تیسرے دن ۲۷ مارچ کو چیف جسٹس افتخار محمد چودھری بینظیر بھٹو کی شہادت پر پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری سے اظہارِ تعزیت کیلئے ساتھیوں سمیت زرداری ہاؤس پہنچ گئے۔

ان کے ساتھ جانیوالوں میں پشاور ہائی کورٹ کے معزول چیف جسٹس طارق پرویز، جسٹس شاہ جہاں، جسٹس دوست محمد، جسٹس اعجاز افضل، جسٹس (ر) طارق محمود سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے سابق صدر حامد خان، سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر اعتزاز احسن منیر اے ملک، علی احمد کرد، رشید اے رضوی، سردار عصمت اللہ نیازی، زمرد خان، نیر بخاری، ڈاکٹر اسرار شاہ شامل تھے۔ ملاقات میں مرحومہ کے ایصال ثواب کیلئے دعا کی اور تعزیت کے بعد محترمہ بینظیر بھٹو کو شاندار

Marfat.com

خراج تحسین پیش کیا گیا۔

اظہار تعزیت کے بعد معزول چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری اور پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئر مین آصف علی زرداری کے مابین وفود کی شکل میں بات چیت ہوئی جس میں پاکستان پیپلز پارٹی کی نمائندگی خورشید شاہ، سینیٹر رضا ربانی، نوید قمر سمیت دیگر شامل تھے۔۔ ملاقات کے بعد صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے جسٹس ریٹائرڈ طارق محمود نے کہا کہ معزول چیف جسٹس افتخار محمد چودھری چونکہ گزشتہ پانچ ماہ سے نظر بند رہے ہیں اس لئے وہ محترمہ بینظیر بھٹو کی شہادت پر آصف علی زرداری سے تعزیت نہیں کر سکے تھے' چنانچہ اپنی رہائی کے بعد وہ صرف اور صرف تعزیت کیلئے آصف علی زرداری کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ اعتزاز احسن کے ذریعے بدھ کو چیف جسٹس نے آصف علی زرداری سے ملاقات کیلئے ٹائم لیا تھا اس ملاقات میں تعزیت کے علاوہ کوئی دوسرا معاملہ زیر بحث نہیں آیا۔ چودھری اعتزاز احسن نے میڈیا کو بتایا کہ چیف جسٹس نے غیر ملکی وفد سے ملاقات کی مجھے محسوس ہوا کہ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ جو کچھ 3 نومبر کو ہوا وہ آئین کے مطابق تھا؟ وہ ان باتوں کی وضاحت چاہتے تھے میں نے انہیں بتا دیا کہ یہ سب غیر آئینی تھا۔ جب ہم نے وضاحت کر دی تو انہوں نے خاصی تشویش کا اظہار کیا ان کیلئے یہ ناقابل فہم تھا کہ چیف جسٹس کے گھر کو جیل بھی بنایا جا سکتا ہے کہ ان کے بچے جن کا کوئی قصور بھی نہیں ایک عمارت میں 5 ماہ بند رہے یہ ان کیلئے چونکا دینے والی بات تھی۔

☆☆☆

Marfat.com

لانگ مارچ جون 2008

10 جون 2008 کو وکلاء نے کراچی، کوئٹہ، پشاور اور ملک کے دیگر حصوں سے اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کیا۔ تعداد، جوش وولولے اور نظم وضبط کے حوالے سے پاکستان کی تاریخ کا عظیم ترین مارچ اور اسلام آباد میں اجتماع تھا۔

۹ جون کو کراچی اور کوئٹہ سے قافلے سکھر پہنچ گئے۔ ان قافلوں نے دس مارچ کو ملتان پہنچ کر لانگ مارچ کا باقائدہ آغاز کرنا تھا۔

کراچی سے قافلے کی روانگی سے قبل فخر الدین جی ابراہیم، صبیح الدین اور رشید اے رضوی نے خطاب کیا۔ فخر الدین جی ابراہیم نے کہا کہ وکلاء تحریک کسی فرد یا جماعت کے خلاف نہیں ہے بلکہ وہ ملک کی بقاء کیلئے ہے۔ ہائیکورٹ بار کراچی کے صدر رشید اے رضوی نے کہا کہ ہمیں جیلوں میں بھی جانا پڑا تو جائیں گے۔ تحریک سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

کوئٹہ سے وکلاء کا قافلہ لانگ مارچ میں شرکت کے لئے ضلع کچہری کوئٹہ سے سکھر گیا۔ سیاستدانوں مزدوروں اور سول سوسائٹی کے افراد نے وکلاء کو رخصت کیا۔ کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر شہروں کے وکیل صبح ضلع کچہری میں جمع ہو گئے تھے جہاں سے گاڑیوں میں یہ قافلہ روانہ ہوا۔ اس قافلے کی قیادت وکیل رہنما علی احمد کرد ایڈووکیٹ بلوچستان ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر ہادی شکیل ایڈووکیٹ اور بلوچستان بار ایسوسی ایشن کے صدر باز محمد کاکڑ کر رہے تھے۔ نیشنل پارٹی کے سربراہ ڈاکٹر عبدالحئی کے علاوہ دیگر جماعتوں کے کارکن مزدور اساتذہ اور سول سوسائٹی کے دیگر ارکان نے وکلاء کو رخصت کیا۔

مسلم لیگ (ق) یوتھ ونگ ملتان کی پوری باڈی نے پارٹی کی بنیادی رکنیت سے مستعفی ہو کر لانگ

Marfat.com

مارچ میں شرکت کا اعلان کر دیا۔

10 مارچ کو جسٹس افتخار محمد چودھری ملتان پہنچ گئے' ملتان پہنچنے پر وکلاء' سیاسی' مذہبی جماعتوں' سول سوسائٹی سمیت شہریوں کی بڑی تعداد ایئرپورٹ پہنچ گئی' اس موقع پر ایئرپورٹ سے سرکٹ ہاؤس تک کا علاقہ گل پاشی سے سرخ ہو گیا' ڈھول کی تھاپ پر عوام والہانہ رقص کرتے رہے' خواتین' بچے' بزرگ اور دیگر شہری چیف جسٹس افتخار کی گاڑی اور ہاتھوں کو والہانہ انداز سے چومتے رہے۔

ان کی فلائٹ پی کے 687 نے جیسے ہی ملتان ایئرپورٹ پر لینڈ کیا تو فضا ''چیف تیرے جانثار بے شمار بے شمار'' سے گونج اُٹھی۔

ملتان پہنچنے کے بعد مختلف وکلاء وفود سے باتیں کرتے ہوئے جسٹس افتخار محمد چودھری نے کہا ''آج ملک میں آئین کی بحالی کی ایسی تحریک چل رہی ہے جو دنیا کے لئے ایک مثال بن چکی ہے ہمارے پاس اب صرف ایک ہی راستہ ہے کہ غلامی کی زنجیریں توڑ کر اصل آزادی کی طرف قدم بڑھائیں، وکلاء کی جدوجہد دیکھ کر میں اکثر سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ پاکستان کے عوام کس قدر حساس اور عزت نفس رکھنے والے ہیں مجھے تو خود بھی کبھی گمان نہیں تھا کہ میرے انکار کے بعد میرے ساتھ اتنا بڑا قافلہ بن جائے گا۔ اس تحریک میں میڈیا کے کردار کو ہرگز فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ میڈیا ہی ہے جس کے کردار کے باعث آج ہر پاکستانی کو شعور مل رہا ہے، آج اندرون سندھ اور اندرون بلوچستان کے بچہ بچہ کی زبان پر آئین کی بالادستی کی بات اس بات کی شاہد ہے کہ یہ میڈیا کی ہی تحریک ہے۔ جب کبھی کسی وکیل پر تشدد ہوتا ہے تو میری آنکھیں بھیگ جاتی ہیں، کسی وکیل کو بھی آئین کے بحال ہونے سے کوئی ذاتی فائدہ حاصل نہیں ہو گا بلکہ ہر وکیل صرف قوم کے لئے ظلم و جبر سہہ رہا ہے میں اس کردار پر وکلاء برادری کو سلام پیش کرتا ہوں۔

ملتان ہائی کورٹ بار کے زیر اہتمام منعقدہ وکلاء کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے جسٹس افتخار محمد چودھری نے کہا ''عوام کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جب انہیں انصاف ملے گا تو ان کا ملک ترقی کرے گا اور جب ملک ترقی کریگا تو ان کا مستقبل محفوظ ہو گا۔ ہماری بقاء آزاد عدلیہ اور آئین کی بالادستی میں ہے۔ ملک کا ہر طبقہ آزاد عدلیہ کیلئے جدوجہد کرے تاکہ عوام کو سکھ کا سانس مل سکے۔ میں ملک میں عدلیہ کی بحالی اور آئین کی بالادستی کیلئے سول سوسائٹی، وکلاء اور مختلف طبقہ فکر کی جانب سے کی جانیوالی کوششوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور اس تحریک میں ان کی شرکت پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ وکلاء آزاد عدلیہ کا مطالبہ پوری طاقت سے جاری رکھیں کیونکہ جب ملک میں عدلیہ

Marfat.com

آزاد ہوگی تو انصاف کا بول بالا ہوگا اور ملک کو درپیش مسائل کا خاتمہ ہوگا۔ وکلاء کی تحریک ملک میں آئین' قانون اور جمہوریت کی بالادستی کے لئے جاری ہے۔ جس ملک میں عدلیہ کمزور ہوتی ہے وہاں کبھی معاشی اور اقتصادی ترقی نہیں آسکتی جس ملک میں عدلیہ مضبوط اور آزاد ہوتی ہے صرف وہی ممالک ترقی کرتے ہیں۔ میں جہانگیر ارشد سمیت اعتزاز احسن' منیر اے ملک' رشید اے رضوی سمیت صدر ملیر بار یوسف زئی کا خصوصی طور پر مشکور ہوں جو اس قافلہ میں شریک ہیں۔ اسی طرح بلوچستان' اندرون سندھ اور پورے جنوبی پنجاب سے آنے والے قافلوں کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس قدر گرمی میں ان کا جوش وجذبہ قابل قدر ہے۔ یہ سب پاکستان کو مستحکم کرنے کے لئے جمع ہیں۔ میں میڈیا کا بھی بے حد مشکور ہوں جو اصل میں وکلاء کی آواز ہیں۔ آج کا دن میرے لئے خصوصی اہمیت کا دن ہے۔ پچھلے سال بھی انہی دنوں میں ملتان آیا تھا۔ گزشتہ سال بھی سخت گرمی کے باوجود وکلاء اور عوام نے میرا بھرپور استقبال کیا تھا۔ ویسا ہی اس سال بھی استقبال کیا ہے۔ 9 کا ہندسہ ملکی تاریخ میں اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ 9 مارچ 2007ء' 9 مارچ 2008' 9 اپریل 2008 سے وکلاء اور عوام کو تقویت ملی۔ اب 9 جون 2008ء کو رشید اے رضوی نے کراچی سے لانگ مارچ کا آغاز کیا۔ یہ نیا اور اہم فیصلہ نیا پاکستان تشکیل دے گا۔ سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ 15 ماہ سے میڈیا' وکلا اور سول سوسائٹی رول آف لاء کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ ملک میں آئین' قانون اور اصول کی بالادستی چاہتے ہیں۔ آج اس پنڈال میں جنوبی پنجاب سمیت سندھ' بلوچستان سے بھی بھرپور نمائندگی ہے۔ خواتین اپنے بچوں سمیت اس لانگ مارچ میں شریک ہیں۔ ہر شہر میں ان کا فقید المثال استقبال ہوگا۔ وکلاء کے لانگ مارچ کا سفر کٹھن اور دشوار ہے مگر وکلا اپنے مقاصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ اس وقت سول سوسائٹی کے ساتھ ساتھ طلبہ اور معذور بچے بھی ساتھ ہیں۔ میں ایسی خاتون کو بھی جانتا ہوں جو اپنے 4 ماہ اور 2 سال کے بچے کے ساتھ حیدرآباد سے آئی ہیں۔ میڈیکل کالجز' یونیورسٹیوں کے طلبہ آخر کس مقصد کے لئے جمع ہیں۔ اب مقتدر حلقوں کو یہ سوچنا ہوگا کہ ملک میں اس وقت آزاد عدلیہ کی ضرورت ہے۔ معصوم بچے آزاد عدلیہ کو سمجھتے نہیں ہیں مگر اگلی نسل تک آزاد عدلیہ کا پیغام ضرور پہنچائیں گے۔ تاجر اور معذور بچے آخر کیوں آزاد عدلیہ کے لئے جمع ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ دراصل آزاد عدلیہ ہی سے ملک بچایا جا سکتا ہے۔ یہ سب ملک بچانے کے لئے باہر نکلے ہیں۔ 30 جون 2005ء میں جب عہدہ کا چارج سنبھالا تو میرا مقصد صرف یہی تھا کہ ملک کے ہر گھر میں انصاف پہنچا دوں۔

Marfat.com

1988ء میں بے نظیر بھٹو کی رٹ پر ماضی میں عدلیہ نے غیر جماعتی الیکشن پر تاریخی فیصلہ دیا گیا۔ بھٹہ مزدوروں کے حق میں بہترین عدالتی نظائر آئے۔ میں نے سندھ' بلوچستان کے علاقوں کے بھٹہ مزدوروں کی بغیر کسی رٹ کے محض سادہ درخواستوں پر کارروائی کی۔ ملتان کے نواحی علاقہ شجاع آباد کے ایک گاؤں میں ایسا گاؤں ہے جہاں گردہ فروختگی کا کاروبار ہوتا تھا۔ ہر شخص کا وہاں صرف ایک گردہ ہی ہوتا ہے۔ میں نے اس معاملہ پر ایکشن لیا۔ اس طرح رحیم یار خان میں بچی گٹر میں گر گئی اور مر گئی۔ میٹل ایکسیڈنٹ ایکٹ میں جاتے تو کئی سال لگتے میں نے انتظامیہ کو بلا کر اسے لواحقین کو 4 لاکھ روپے دلوائے۔ یہ سب از خود نوٹس لینے کی وجہ سے ممکن ہو سکا۔ آج پاکستان کا ہر شہری آزاد عدلیہ کے لئے کوششیں کر رہا ہے۔ اگر نارمل عدالتی کارروائی میں بھی جاؤ تو عام آدمی کو کئی سال لگ جاتے ہیں۔ آج اس ملک کی ضرورت یہ ہے کہ ہر شخص کو انصاف اس کی دہلیز پر پہنچانا ہوگا۔ ملک اس وقت مستحکم ہوتا ہے جب ملک کی عدلیہ مضبوط ہوگی۔ ملک کا ہر ادارہ جائز اور قانونی کام کر سکے گا۔ کسی بھی غیر قانونی کام پر عدلیہ اس کو ٹھیک کر سکتی ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کی حفاظت عدلیہ کا کام ہے۔ بنا لائسنس کے آپ کسی جانور یا پرندہ کو بھی نہیں مار سکتے ہیں۔ اگر عام آدمی کو حقوق ملیں گے تو ملک پھلے اور پھولے گا۔ اگر عدلیہ آزاد ہوگی تو ملک سے بے روزگاری اور غربت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ پنشنروں سمیت لاپتہ افراد کے معاملہ پر ایکشن لینا عدلیہ ہی کا فرض ہوتا ہے۔ پولیس اور دیگر اداروں کا بھی فرض ہے کہ کسی بھی طرح سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہ کریں۔ عدلیہ کی بحالی کے فوائد صرف امیروں کو نہیں بلکہ پاکستان کے 95 فی صد عوام کو حاصل ہونگے۔''

لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس محمد جہانگیر ارشد نے کہا کہ چودھری اعتزاز احسن میرے استاد ہیں جبکہ چودھری افتخار محمد مردِ حُر اور مرد بحران ہیں۔ ملتان میں سخت گرمی کے باوجود والہانہ استقبال ملتانیوں کے جوش و جذبہ' مہمانداری کی غمازی کرتا ہے۔ اگر پرویز مشرف کو آئین کے آرٹیکل 8 کے تحت سزا نہ دی گئی تو پھر ملک میں استحکام نہیں آ سکے گا۔ اگر مجھے پی سی او کے ججز کے ساتھ بحال کیا گیا تو میں کبھی بحال نہیں ہونگا۔ سپریم کورٹ سمیت پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججز قومی مجرم ہیں انہیں بھی سزا ملنی چاہیے وگرنہ پاکستان میں استحکام نہیں آ سکتا کیونکہ وہ مشرف کے اصل ساتھی ہیں''۔

ادبی تنظیم ''روش'' کے زیر اہتمام ادیبوں' شاعروں اور اہل قلم کی بڑی تعداد نے لاہور ہائیکورٹ

Marfat.com

کے گیٹ پر جسٹس افتخار کا استقبال کیا اور ان کے حق میں ہونے والی شاعری پر مشتمل ہینڈ بل دس ہزار کی تعداد میں تقسیم کیے۔ لاہور کے ادیبوں اور شاعروں نے آزادی چوک میں لانگ مارچ کے شرکاء کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا اور انہیں الوداع کیا ان ادیبوں اور شاعروں میں سعد اللہ شاہ‘ رخسانہ نور‘ رانی نذیر‘ پروفیسر تنویر حسین‘ نواز کھرل‘ ثناء اللہ شاہ‘ حسن بانو خان‘ عالی جاہ‘ عمران شناور‘ فاطمہ احمد‘ نوید انور‘ عرفان حسن‘ تیمور خالد اور دیگر شامل تھے۔

جسٹس افتخار محمد چودھری نے لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن میں 12 جون کو لاہور ہائیکورٹ بار‘ لاہور بار‘ پنجاب بار کونسل‘ ٹیکس بار اور سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا۔ اس موقع پر سپریم کورٹ کے معزول جج جسٹس راجہ فیاض احمد‘ جسٹس سید جمشید علی‘ جسٹس تصدق حسین جیلانی‘ جسٹس اعجاز احمد‘ لاہور ہائیکورٹ کے معزول جج عمر عطا بندیال‘ جسٹس ساحر علی‘ جسٹس اقبال حمید الرحمٰن‘ جسٹس آصف سعید کھوسہ‘ جسٹس ایم اے صدیقی‘ جسٹس خواجہ محمد شریف‘ کراچی ہائیکورٹ کے معزول جج جسٹس سرمد جلال عثمانی‘ جسٹس گلزار احمد‘ جسٹس مقبول باقر‘ جسٹس مشیر عالم‘ جسٹس محمد اطہر سعید‘ جسٹس ارشد سراج میمن‘ جسٹس عبدالرشید کلور اور جسٹس سلمان انصاری‘ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر چودھری اعتزاز احسن‘ پاکستان بار کے ممبر علی احمد کرد‘ پاکستان بار کے ممبر حامد خان‘ لاہور ہائیکورٹ بار کے صدر انور کمال‘ لاہور بار کے صدر منظور قادر اور سابقہ جج سمیت وکلاء کی بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ انہوں نے کہا ”چھ عشروں سے زائد پر محیط پاکستان کی تاریخ واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے یہ بنیادی طور پر ریاست کے ادارہ جاتی نظام میں کمزوریاں ہی تھیں جنکی وجہ سے پاکستان کو کئی زخم لگے اور اسکے شہریوں کیلئے یہ ملک جہنم بن گیا‘ وکلاء کی جدوجہد ایک نئے پاکستان کے لئے ہے جس پر ہم اور ہماری آنیوالی نسلیں فخر کر سکیں گی‘ وکلاء نے کبھی قانون توڑنے کا اقدام کیا نہ قانون کو کبھی ہاتھ میں لیا ہے انکی جدوجہد ضرور رنگ لائے گی اور ایک دن ملک میں عدلیہ کی آزادی کیساتھ آمریت کا بھی خاتمہ ہو جائیگا‘ میں اپنے ملک کے عوام میں عدلیہ کی آزادی کیلئے اٹھ کھڑے ہونے اور جدوجہد کرنے کا ایک نیا جذبہ دیکھ رہا ہوں‘ عدلیہ کی آزادی و خود مختاری بے لاگ طور پر غیر جانبداری کے ساتھ احسن طریقے سے انصاف فراہم کرنے کیلئے ناگزیر ہے‘ پاکستان اس وقت اپنی تاریخ کے ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن موڑ پر کھڑا ہے‘ ضروری ہے کہ قانون کو بالادست حیثیت حاصل ہو اور کوئی بھی فرد خواہ وہ کسی بھی اعلیٰ مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو اسے بھی قانون سے بالاتر نہیں ہونا چاہیے۔

Marfat.com

اس تحریک میں وکلاء اب اکیلے نہیں بلکہ پاکستان کی ساری عوام انکی پشت پر ہے حتیٰ کہ پوری د بالخصوص جمہوری ممالک کی وکلاء برادری بھی انکی تائید اور حمایت کر رہی ہے' یہ ہماری ملکی تاریخ ک انتہائی اہم حالات ہیں جن میں نہ صرف ایک نئی تاریخ رقم کی جا رہی ہے بلکہ تاریخ کو ایک نیا مو بھی دیا جا رہا ہے۔ یہ جدوجہد ایک ایسے نئے پاکستان کیلئے ہے جس پر ہم اور ہماری آنیوالی نسلیں فخر کر سکیں' ایک ایسا پاکستان جس کا خواب علامہ اقبالؒ نے دیکھا اور جس کے لئے قائداعظمؒ او انکے ان گنت دیگر آزادی کے متوالوں نے آئینی، قانونی اور سیاسی جدوجہد کی تاکہ ایک ای پاکستان وجود میں آئے جس میں ریاست عوام کی بے لوث خدمت کرے' عوام کے حقوق محفو ہوں کسی کے ساتھ زیادتی یا ناانصافی نہ ہو پائے بلکہ زیادتی کرنے والے ہاتھ کو خواہ وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو اسے روکا جائے اور مظلوم کی دادرسی ہو' اس مقصد کیلئے ایک آزاد اور خود مختار عدلی کا ہونا ناگزیر ہے۔ ایک ایسی آزاد اور خود مختار عدلیہ جسکے سامنے لوگ اپنے مقدمات اور تنازعات تصفیہ کیلئے پیش کرنے پر رضامند ہوں' عدلیہ کو ایک مضبوط اور نمایاں تشخص کیساتھ ابھارنا ہے ایک ایسی عدلیہ کے طور پر جس پر لوگ اعتبار اور بھروسہ کر سکیں جو لوگوں کی عزت اور ناموس ان کی آزادی اور جان و مال کی حفاظت کر سکے۔ عدلیہ کے تشخص کی عمارت دو ستونوں پر قائم ہے اور وہ بنچ اور بار ہیں جن میں کئی حیثیتوں سے امتیاز اور تفریق نہیں کیا جا سکتی' نہ صرف تشخص کی تعمیر میں بلکہ اپنے مقررہ اہداف کے حصول میں بھی دونوں یکجاں اور دو قالب ہیں۔ منزل اب زیادہ دور نہیں ہے، وکلاء ثابت قدم رہیں ان کی تحریک منطقی انجام تک نہ پہنچی تو قوم مایوس ہوگی۔ پاکستان میں قانون سے وابستہ افراد عدلیہ کی آزادی کے حصول کے مطالبے کیلئے کبھی بھی اتنے متحد اتنے پرعزم اور اتنے مؤثر نہیں رہے جتنے آج ہیں' عوام کے اندر موجود اس عزم اور جذبے کو زیادہ دیر نہیں دبایا جا سکتا جس میں عوام عدلیہ کی آزادی جمہوریت کی مکمل بحالی اور آمریت کا خاتمہ چاہتی ہو۔ آزاد عدلیہ ملک کی بقاء اور ترقی کی ضامن ہے' قرآن مجید کی متعدد آیات کے علاوہ اسلامی لٹریچر بھی ایسی باتوں سے بھرے پڑے ہیں جن میں انصاف کے قیام پر زور دیا گیا ہے۔ گزشتہ چھ عشروں سے زائد محیط پاکستان کی تاریخ میں دیگر اداروں کی طرح عدلیہ بھی وقتاً فوقتاً دباؤ کا شکار اور گردش میں رہی' عدلیہ شدید دباؤ کا شکار رہی اس نے انتہائی اہم قانونی سیاسی اور آئینی معاملات پر فیصلے دیئے' سپریم کورٹ کے بعض ایسے فیصلوں کو تحسین کی نظر سے دیکھا گیا جبکہ بعض فیصلوں کو ہدف اور تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

Marfat.com

میڈیا کی بدولت وکلاء نے 16 کروڑ عوام کو نیند سے جگا دیا۔ فرد واحد کے تحفظ کا حلف اٹھانے والی عدلیہ آئین کی صحیح تشریح اور عوام کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتی۔ وکلاء کی عظیم تحریک نے 60 سال بعد انقلاب برپا کر دیا ہے آج ہر شخص کا مطالبہ آزاد عدلیہ ہے کیونکہ اسی سے ترقی کے راستے کھلیں گے۔ انہوں نے وکلاء اور لانگ مارچ میں شامل عوام سے اپیل کی کہ اب منزل دور نہیں ثابت قدم چلتے رہیں آپ انشاء اللہ سرخرو ہونگے اور راستے میں اگر کوئی رکاوٹ بھی آئے تو صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں''۔

جسٹس خواجہ محمد شریف نے کہا ''پرویز مشرف دنیا کے جھوٹے ترین شخص ہیں جنہوں نے ججز کو گرفتار کرنے سمیت سب کچھ کیا لیکن اب اپنے ان مظالم سے مکر رہے ہیں' جسٹس افتخار کے ایک انکار نے قوم کو عزت کیساتھ جینا سکھایا انہیں صرف انصاف فراہم کرنے کی سزا دی گئی ہے۔ پاکستان کا سب سے بڑا ڈاکو شوکت عزیز تھے جو وزارت عظمیٰ سے علیحدگی کے بعد ملک سے بھاگ گئے وہ اور پرویز مشرف دو سو ارب کی سٹیل ملز چند ارب روپے میں اپنے حواریوں کو دینا چاہتے تھے جو سازش افتخار محمد چودھری نے ناکام بنا دی''۔

جسٹس سرمد جیلانی نے کہا ''تین نومبر کو پرویز مشرف نے جو اقدامات اٹھائے وہ غیر آئینی تھے اور عدلیہ کی آزادی کسی فرد کا نہیں بلکہ قوم کا مسئلہ ہے اور جب تک آئین کی بالادستی نہیں ہوگی ججز بحال نہیں ہونگے اور پاکستان آگے نہیں بڑھ سکتا۔ پاکستانی قوم نے اٹھارہ فروری کو آمریت کے خلاف فیصلہ دیدیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ججز کی بحالی اور عدلیہ کی آزادی کیساتھ ساتھ فوج کی دیگر اداروں میں مداخلت بھی ختم ہونی چاہیے''

12 جون کو لاہور ہائیکورٹ سے ہزاروں وکلاء اور سیاسی کارکنوں پر مشتمل لانگ مارچ اسلام آباد کیلئے چل پڑا۔ راستے میں کئی شہروں سے آنیوالے قافلے اس لانگ مارچ میں شامل ہوتے گئے۔ نواز شریف نے آزادی چوک سے لانگ مارچ کے شرکاء کو رخصت کیا۔ اس سے قبل ایک بہت بڑی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا ''اب جنرل مشرف سے نجات کیلئے زور لگانے کی ضرورت نہیں وہ جا رہے ہیں اب زور چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کیلئے درکار ہے۔ قوم کو جاگنا ہوگا باہر نکلنا ہوگا اور طوفان بن کر آگے بڑھنا ہوگا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ایک سال پہلے قوم چیف جسٹس اور ججز کی بحالی کیلئے سراپا احتجاج تھی پھر انتخابات ہوئے اور حکومت بن گئی۔ جمہوریت بحال ہونے کے باوجود آج بھی احتجاج جاری ہے کہ ججز بحال ہوں۔ افسوس اس امر کا

Marfat.com

ہے کہ نقلی جج اندر بیٹھے ہیں اور اصلی جج باہر ہیں یہ نقلی جج قوم اور ملک کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں اور اصل ججز کی بحالی کیلئے ہمیں جدوجہد جاری رکھنا اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا جب تک یہ بحال نہیں ہو جائیں۔ آمریت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دفن نہ ہو جائے''۔

جنرل مشرف نے جھوٹ بولا کہ انہوں نے افتخار چودھری کے خلاف ریفرنس جوڈیشل کونسل کو بھجوایا حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے تین ساتھی جرنیلوں کی موجودگی میں ان سے استعفےٰ مانگا۔ ان کے جواب پر انہوں نے ریفرنس بھجوایا' انہوں نے ان سے زبردستی استعفٰی لینے کی کوشش کی اس بات پر افسوس بھی ہے اور دکھ بھی کہ یہ سلوک ایک چیف جسٹس سے کیا گیا قوم آج جمہوری حکومت بننے کے بعد پھر سراپا احتجاج ہے اور آج قوم کو ایسے جج ملے جنہوں نے پاکستان سے حلف اٹھانے کی بجائے ایک ڈکٹیٹر کا حلف لیا۔ یہ تحفے ہمیں ملے ہیں یہ انصاف کیا دیں گے۔ کیا ہماری قسمت میں ''بکاؤ مال'' جج ہیں جو ایک ڈکٹیٹر کے سامنے جھک جھک جاتے ہیں ہاں انہیں دو اعزازات تمغے اور ہلال امتیاز اور پھر انہیں دفنانا بھی پاکستانی پرچم میں لپیٹ کر جیسے مشرقی پاکستان گنوانے کے ذمہ دار جرنیلوں کو قومی پرچم میں لپیٹ کر دفنایا گیا یہ ہماری تقدیر ہے۔ یہ بکاؤ مال ہمارے ہاں اعزازات کے مستحق ہیں یہ جرنیلوں کو جھک کر سلام کرنے والے ہماری قسمت ہیں۔ ان کے خلاف قوم کو جاگنا' اٹھنا اور طوفان بننا ہوگا۔

جنرل مشرف نے ہمیں ہتھکڑیاں لگائیں' ملک پر غاصبانہ قبضہ کیا' اور ہماری حکومت کو چلتا کر کے قوم پر مسلط ہوا۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ اپنے انجام کو پہنچ رہے ہیں ان کا جھوٹ کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ سچ سرخرو ہو رہا ہے باطل کو شکست فاش ہو رہی ہے ان کی حالت یہ ہے کہ اپنی مرضی کے لوگوں کو بلایا لیکن اس کی باڈی لینگویج اس کے اندر کا خوف ظاہر کر رہی تھی۔ میں آپ کو نوید دے رہا ہوں کہ جنرل مشرف جلد جا رہا ہے جنرل مشرف سے نجات کے بعد قوم کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آمریت سے نجات ملے گی اور وہ سلسلہ ختم ہوگا کہ ہر پانچ دس سال کے بعد ایک وردی والا آ کر ملک پر قبضہ کر لیتا ہے۔ کیا ہم بھیڑ بکریاں ہیں ہم کیا مٹی کے بت ہیں کہ ہم پر کوئی مسلط ہو۔ ہم غیرت مند لوگ ہیں۔

میں سلام پیش کرتا ہوں چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو ان 60 ججوں کو جنہوں نے پی سی او کے تحت حلف نہ لیا جنرل مشرف کہتے ہیں کہ 60 جج خود گئے یہ خود نہیں گئے انہوں نے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کیا وہ ان کی ذات کا حلف نہیں لینا چاہتے تھے۔ یہ پاکستان کا حلف

Marfat.com

لیں گے یہ بحال ہوں گے۔ چودھری اعتزاز احسن، اعلیٰ احمد کرد، حامد خان اور وکلاء برادری کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں ایسے 40-50 اور لوگ ہوں تو پاکستان کو مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے انہیں خراج تحسین پیش کرو، یہ قوم کے ماتھے کا جھومر ہیں ہمارا مشن وکلاء کی جدوجہد سے ملکر ججز کی بحالی، لانگ مارچ کے ساتھ ساتھ چلیں گے۔ اس وقت تک جب تک عدلیہ آزاد نہیں ہو جاتی۔ ججز بحال نہیں ہو جاتے عدلیہ آزاد اور ججز بحال ہوں گے تو اور مسائل بھی ختم ہوں گے۔ ہم کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ عدلیہ آزادی ہوگی تو مہنگائی کا طوفان ختم ہوگا، غربت کا خاتمہ ہوگا، بے روزگاری دفن ہوگی، ظلم و انصافی کا سدباب ہوگا''۔

راولپنڈی میں لانگ مارچ کے شرکاء کے بھرپور استقبال کیلئے مسلم لیگ (ن) نے تمام تر انتظامات مکمل کئے تھے اور لیاقت باغ چوک سے فیض آباد تک مجموعی طور پر پچاس سے زائد استقبالیہ کیمپ لگائے گئے۔

مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف نے پریڈ گراؤنڈ میں لانگ مارچ کے لاکھوں شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''اعتزاز احسن، منیر اے ملک، حامد خان، رشید اے رضوی، طارق محمود اور دیگر وکلاء رہنماؤں کو دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتے ہیں، علی احمد کرد جو طبعیت خراب ہونے پر پنڈال میں نہیں آسکے، انہیں بھی سلام پیش کرتا ہوں، اپنی ماؤں، بہنوں، بہادر میڈیا اور غیور عوام کو سلام پیش کرتا ہوں اور سلام پیش کرتا ہوں جو رات 3 بجے تک لانگ مارچ میں بیٹھے ہیں اور عدلیہ کی آزادی کو اپنا مشن بنالیا ہے، یہ وہی جگہ ہے جہاں مشرف نے 12 مئی کو کراچی کے قتل عام کا نداق اڑایا تھا اور طنز کہا تھا کہ ''یہ عوامی طاقت کا مظاہرہ ہے''۔ مشرف اب آ کر دیکھیں کہ عوامی طاقت کا مظاہرہ کیا ہوتا ہے، یہ پولیس افسروں کے لائے ہوئے لوگ ہیں نہ سرکاری بسوں میں بیٹھ کر آئے ہیں، مشرف کے جلسے میں آئے ایک شخص نے کہا تھا کہ مجھے معلوم نہیں یہاں کیسے آ گیا، مجھے دھوکہ دے کر لایا گیا، وہ کرائے کے لوگ تھے اور آج یہ لوگ جو تن من دھن قربان کر کے یہاں بیٹھے ہیں کہ عدلیہ کی آزادی چاہتے ہیں اور مشرف سن لیں یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں، اس پر لوگوں نے زبردست انداز میں ''گو مشرف گو'' کے نعرے لگائے۔ میں نہیں سمجھتا کہ مشرف آج ایوان صدر میں موجود ہیں، 18 فروری سے کہہ رہے ہیں کہ عوام کے فیصلے کا احترام کرو اور اگر گھر عزت سے جاسکتے ہو تو جاؤ، لیکن مشرف نے عوام کا فیصلہ نہیں مانا، اب عوام کیا چاہتے ہیں وہ خود بتائیں گے'' اس پر عوام نے ''مشرف کو پھانسی دو'' کے نعرے لگائے۔

Marfat.com

نوازشریف نے کہا ''یہ جلسہ اب مشرف کا مواخذہ نہیں بلکہ محاسبہ چاہتا ہے اور مشرف کو 8 سال کے اقدامات اور شہیدوں کے لہو کا حساب دینا ہوگا' اب مشرف کو محفوظ راستہ نہیں دیا جاسکتا۔ مشرف وہ دن یاد کریں جب جامعہ حفصہ کی بچیاں ان سے محفوظ راستہ مانگ رہی تھیں اور تم نے آگ لگانے والے بم مار کر زندہ جلا دیا' 5 برس کی بچیوں کو شہید کیا' قرآن پاک پڑھتے بچوں کو تم نے شہید کیا اور آج مشرف محفوظ راستہ مانگتے ہیں'' اس پر شرکاء نے ''مشرف کو پھانسی دو'' کے پھر نعرے لگائے۔ ''کیا مشرف کو محفوظ راستہ ملنا چاہئے؟ کیا پھانسیاں صرف سیاستدانوں کے لئے ہیں''؟ اس پر شرکاء نے مسلسل ''پھانسی'' ''پھانسی'' کے نعرے لگائے۔ ''آدم خور آمر نے عوام کو بھوکا مار دیا' معیشت کو ڈبو کر رکھ دیا' پاکستان کے 33 برس آمر کھا گئے' بار بار آئین اور قانون توڑا' اسمبلیاں توڑیں حتیٰ کہ ملک توڑا اور دشمن کے سامنے ہتھیار پھینکے' عوام کے مقبول لیڈروں کو پھانسیاں دیں' ملک بدریاں دیں اور ججوں کو قید کر کے بچوں کو سکول تک نہیں جانے دیا' بھوک کی فصل بوئی' عوام نے جو آمر کے بارے میں فیصلہ سنایا ہے اس پر میں عوام اور شرکاء کے جذبے اور وکلاء کو سلیوٹ کرتا ہوں' کراچی سے اسلام آباد آنے والے وکلاء کا لاکھوں افراد نے استقبال کیا۔ اسلام آباد نے اس سے بھی بڑھ کر مثال قائم کردی ہے اور بڑے جلسے کی تاریخ رقم کردی ہے' سپریم کورٹ میں کون لوگ بیٹھے ہیں؟ جیسے مشرف ظلم کرتا ہے ویسے پاکستان پر ظلم نہ کرو' نوازشریف پر ظلم کرو' اس آمر نے پاکستان پر چھری چلائی' بلوچستان اور سرحد کا کیا حال کردیا' پھر 12 مئی کو کراچی میں 50 افراد خون میں نہا گئے لیکن مشرف کے کان پر جوں تک نہیں رینگی اور میں انکوائری نہیں کراؤں گا' لیکن مشرف جان لیں کہ اب ساری انکوائریاں ہوں گی۔ معاملہ صرف ججوں کی بحالی نہیں 3 نومبر کے غیر آئینی اقدامات کا ہے' مشرف نے بھی اسے غیر آئینی مانا ہے پھر ہمیں کیوں شرم آرہی ہے ہمیں ان اقدامات کو 18 فروری کو آتے ہی غیر آئینی قرار دے کر پی سی او کو باہر پھینک دینا چاہئے تھا اور ججوں کو رہا کرنے کے علاوہ انہیں عدالتوں میں بٹھا دینا چاہئے تھا۔ زرداری صاحب نے ججوں کی بحالی سے اتفاق کیا لیکن سمجھ نہیں آتا اعلان مری پر عمل کیوں نہیں ہوا'' اس پر شرکاء نے شیم شیم کے نعرے لگائے۔ ''مشرف نے ہی ہمیں ہتھکڑیاں لگائی تھیں لیکن آج اللہ کے فضل سے ہمیں عزت نصیب ہوئی ہے۔ ہم اتنے کمزور نہیں کہ 3 نومبر کے اقدامات کو کالعدم نہ قرار دے سکیں' ملک کی تقدیر بدلنے والی ہے اور آپ کا جذبہ آئین' قانون بحال کرائے گا اور ججوں کو بھی بحال کرائے گا۔ ہاتھ کھڑا کر کے بتائیں کتنے لوگ تین نومبر کے فیصلے کو صحیح سمجھتے ہیں''، تو ایک شخص نے

Marfat.com

بھی ہاتھ کھڑا نہیں کیا' جب نواز شریف نے کہا کہ کتنے لوگ غلط سمجھتے ہیں تو سب نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔ ''آج پارلیمنٹ کا اجلاس ہے وہ عوام کا فیصلہ دیکھ لے اور وہی فیصلہ کرے جو عوام چاہتے ہیں' مجھے اقتدار کی کوئی خواہش نہیں' میں چاہتا ہوں کہ میری قوم سرخرو ہو جائے اور نوجوانوں کو روزگار ملے' آٹا ملے' ان مسائل کو حل کرنا ہے لیکن سب سے پہلے عدلیہ کو بحال کرنا ہے' عدلیہ بحال ہو گی تو سب کچھ مل جائے گا۔ اگر ججوں کو بحال نہ کرایا تو نواز شریف کی سیاست کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی میں ایسی سیاست کرنا چاہتا ہوں' مجھے کچھ نہیں چاہئے' اگر میں پاکستان کو قانون کے راستے پر ڈالنے کے لئے کردار ادا کرتا ہوں اور پاکستانی عوام خوشحال ہو جاتے ہیں تو خدا کی قسم مجھے کچھ اور نہیں چاہئے' سب قسم کھائیں ججوں کی بحالی تک چین سے نہیں بیٹھیں گے اور نہ بیٹھنے دیں گے' جس پر شرکاء نے کہا کہ ہم ایسا ہی کریں گے' انہوں نے اعتزاز احسن' میڈیا' شرکاء' عوام اور سب کو پھر خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ مجھ سمیت مسلم لیگ (ن) کا ایک ایک کارکن' مائیں' بہنیں' بیٹیاں' وکلاء کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہیں' کامیاب جلسے پر آپ کو مبارکباد دیتے ہیں اور دھرنے کے معاملے پر بھی ہم آپ سے مکمل مشاورت کریں گے اور مل کر فیصلہ کریں گے۔ لاپتہ افراد کے لواحقین آج بھی اپنے پیاروں کا انتظار کر رہے ہیں لیکن مشرف نے نہ جانے انہیں کہاں بھجوا دیا ہے' میں نے اپنے ارکان کو کہہ دیا ہے کہ یہ معاملہ قومی اسمبلی میں پورے زور سے لٹھایا جائے۔ آپ جتنے بھی لانگ مارچ کریں گے ہم آپ کے ساتھ ہوں گے' امریکی طیاروں نے پھر پاکستانی شہریوں اور فوجیوں کو نشانہ بنایا ہے' میں چاہتا ہوں کہ اس بہیمانہ واقعہ کی سب ملکر مذمت کریں' جب بھی وکلاء کی کال آئے گی ہم سب میرے سمیت آئیں گے' پاکستان سے آمریت اور غیر قانونی اقدامات کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیں گے' پوری عوام اور یہ مجمع یہی چاہتا ہے''۔

میاں محمد نواز شریف کی تقریر کے بعد اعتزاز احسن نے لانگ مارچ کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔

Marfat.com

نان پی سی او ججوں کے خیالات

جسٹس بھگوان داس

20 نومبر کو جسٹس بھگوان داس کا کہنا تھا کہ ابھی تک ان پر پابندیاں برقرار ہیں پولیس نے اے ایف پی کے رپورٹر کو جسٹس افتخار محمد چودھری اور دوسرے جج صاحبان سے ملنے کی اجازت نہیں دی۔ جسٹس بھگوان داس نے فون پر کہا کہ آج دوسرا دن ہے کہ میں کوشش کے باوجود جسٹس افتخار محمد چودھری سے نہیں مل سکا۔ جسٹس افتخار ابھی تک اپنے گھر سے باہر نہیں آ سکتے اور پولیس نے انہیں اپنے گھر میں نظر بند کر رکھا ہے۔ ہم یہ جان کر بہت خوش ہوئے کہ اب ہم کمپاؤنڈ میں نقل و حرکت کر سکتے ہیں، لیکن جب ہم اپنے گھر سے باہر آئے تو ہمیں اس کے لئے اجازت حاصل کرنے کا کہا گیا اور یہ بہت تکلیف دہ عمل تھا۔ اگر حکومت کہتی ہے کہ ہم آزاد ہیں تو آپ خود یہاں آ کر دیکھیں اگر آپ ججز سے ملاقات کرنے میں کامیاب رہے تو ہم واقعی آزاد ہیں۔

ملک کی موجودہ صورتحال کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی، اب تو بڑی عجیب وغریب اور ناقابل اعتبار حرکتیں ہو رہی ہیں اور میں سمجھتا ہوں ایسا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس سے نہ صرف عدلیہ کمزور ہو رہی ہے بلکہ عوام کے اعتماد کو بھی دھچکا لگا ہے، ملک کی جمہوری اقدار کی بھی نفی ہو رہی ہے اور اقوام عالم میں ہماری حیثیت اور تشخص تباہ ہو رہا ہے، جو تھوڑا بہت عدالتی انصاف مل رہا تھا اسکا گلا دبانے سے پاکستانی قوم کی بدنامی ہو رہی ہے۔ ہمارے کسی سے کوئی رابطے نہیں ہیں۔ میرے علاوہ باقی تمام ججوں کے فون کاٹ دیئے گئے ہیں اور رات کے اندھیرے میں ہمارے گھروں پر تالے لگا دیئے گئے۔ سنیچر کو ہم سات ججوں کے بنچ نے ایمرجنسی، مارشل لا اور عبوری آئینی حکم کو کالعدم قرار دے دیا تھا اور وہ حکم نامہ ہم نے ایوان صدر، وزیراعظم، چاروں گورنروں اور تمام ہائی

Marfat.com

کورٹس کے چیف جسٹس صاحبان کے ذرائع ابلاغ کو بھجوادیا تھااور میڈیا نے تو اسے نشر بھی کر دیا تھالہذا ہم اس پر ابھی تک قائم ہیں کہ ہمارا وہ حکم آئینی اور قانونی ہے۔

☆☆☆

جسٹس خلیل الرحمان رمدے

نہ صرف مجھے گھر میں بند کر دیا گیا ہے بلکہ میرے گھر کی طرف آنے والے تمام راستے بھی بند کر دیئے گئے ہیں۔ میں عزت بچا کر گھر بیٹھا ہوں اور باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ 3 نومبر کو میرے پاس ایک آرمی کا میجر آیا تھااور مجھے کہا تھا کہ تمہیں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے بہن بھائیوں اور دوست عزیزوں کو بھی مجھ سے ملنے کی اجازت نہ ہی میں نماز کی ادائیگی کے لئے گھر سے باہر جا سکتا ہوں' پتہ نہیں جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے بھی اجازت ملتی ہے یا نہیں۔ بعدازاں جمعہ کے روز نہ صرف جسٹس رمدے بلکہ کسی بھی نظر بند جج کو نمازِ جمعہ کیلئے مسجد نہ جانے دیا گیا انہوں نے کہا کہ میرے باقی تمام ساتھی جج بھی اسلام آباد میں نظر بند ہیں اور ان کا مجھ سے کوئی رابطہ نہیں۔ مجھے ذاتی طور پر کسی سے کوئی گلہ شکایت نہیں لیکن یہ شرمندگی ضرور ہے کہ ہمارا ملک اتنا اچھا اور عظیم ملک ہے لیکن شرم کی بات ہے کہ یہاں پر سپریم کورٹ کے ججوں کے ساتھ دہشت گردوں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے جبکہ بدمعاش دندناتے پھر رہے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ کیا ملک میں مارشل لا کا نفاذ ہو چکا ہے۔ آپ نام جو بھی رکھیں لیکن بدبو کو عطر گلاب نہیں کہہ سکتے۔

اگر ایمرجنسی کے نفاذ کی وجہ کیس میں تاخیر ہے تو اس کے ذمہ دار اٹارنی جنرل اور شریف الدین پیرزادہ ہیں۔ ہم نے تو ہفتہ اتوار کو بھی بیٹھنے اور کیس سننے کی پیشکش کی تھی اور اگر جج حکومتی رٹ پر اثر انداز ہو رہے تھے تو وزیرستان' وانا اور قبائلی علاقوں میں مداخلت کیوں نہ کی۔ چیف جسٹس سے بدسلوکی اور ان کے بال کھینچنے کے مرتکب افراد کو سزا نہ سنائی جاتی تو کیا ہار پہناتے۔ دوبارہ بھی موقع ملا تو عدل وانصاف کے تقاضے پورے کریں گے۔ ایمرجنسی ختم ہوتی ہے' آئین بحال ہوتا ہے تو جج کی بحالی کیلئے نئے آرڈرز کرنا پڑیں گے۔ اپنے کئے دھرے پر فخر ہے' ضمیر مطمئین ہے' لوگوں کے احساسات وجذبات کا دین نہیں دے سکتے۔ دنیا میں والدین' بزرگوں اور ججوں کے احترام میں کہیں تفریق نہیں لیکن بدقسمتی سے یہاں ججوں سے جرائم پیشہ افراد کا سا سلوک کیا گیا'

Marfat.com

انہیں گھروں میں بند کیا گیا' اس سے دنیا میں پاکستان کی جگ ہنسائی ہوئی۔ ذمہ دار کون ہے' سب کو پتہ ہے۔ خلیل رمدے نے کہا کہ عدالتی بحران عدالت کی وجہ سے نہیں بلکہ باہر سے پیدا ہوا۔ عدالت کے سامنے کوئی چیز آتی ہے تو ہمیں سے سننا پڑتا ہے۔ کیا ہم نہ سنتے۔ ابھی کیس شروع ہوا' ایک ہفتہ ہوا تو ایمرجنسی لگ گئی۔ ہم نے کیا کہا' ساری دنیا کا پریس عدالت میں موجود تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہم نے کیس لمبا کیا' کیا حکومت نے ایسی کوئی زبانی یا تحریری درخواست دی کہ جلدی کریں۔ خود جسٹس قیوم اور شریف الدین پیرزادہ کے باعث تاخیر پیدا ہوئی۔ اٹارنی جنرل تو خود اپنے دلائل طویل کرتے گئے۔ جسٹس جاوید اقبال کا بیان ریکارڈ پر ہے کہ فیصلہ جمعہ تک آئے گا' ہم نے جمعہ کے روز بھی ڈیڑھ بجے تک کیس سنا اور ان سے کہا کہ ہم ہفتے اور اتوار کو بھی بیٹھنے کیلئے تیار ہیں لیکن وہ خود لیت و لعل برتتے رہے۔ شریف الدین پیرزادہ نے کہا کہ میرا ڈاکٹر کے پاس وقت ہے، لہٰذا ہفتے کو ایمرجنسی نافذ کردی گئی۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ملک میں ایمرجنسی کے کوئی حالات تھے۔ اگر فیصلہ خلاف بھی آتا تو کونسا آسمان ٹوٹ پڑنا تھا۔ انہیں حوصلہ دکھانا چاہئے تھا۔ انہیں جلدی کس بات کی تھی۔ وہ ہم پر دہشت گردوں کی رہائی کے الزامات لگاتے ہیں تو جناب ان کی رہائی جنہوں نے کی وہ تو حلف اٹھا چکے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حکام معطل ہو رہے تھے' عدم استحکام طاری ہو رہا تھا۔ یہ تو وہی بات ہے کہ کسی شخص کو پھانسی دی جارہی ہو تو وہ آکر کہے کہ میرا خاندان متاثر ہوگا تو سارا گاؤں عدم استحکام سے دوچار ہو جائے گا۔ اس ملک میں عوام کے بھی کچھ حقوق ہیں' اگر ان کے حقوق کا ہم تحفظ نہ کریں تو ٹھیک اور اگر کریں تو حکومتی رٹ خطرے سے دوچار ہو جائے' ایسا مہذب ممالک میں نہیں ہوتا اور اگر انہیں جسٹس بھگوان داس کے فیصلے کا رنج ہے تو بتائیں کہ اگر کوئی چیف جسٹس سے بدسلوکی کرے' ان کا گریبان پکڑے اور ان کے بال کھینچے تو کیا انہیں ہار پہنائے جاتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جرم کے حساب سے یہ سزا کم تھی اور اس پر بھی ردعمل سامنے آیا۔ اگر وکیلوں صحافیوں کو آپ سڑک پر لٹا کر ماریں گے تو عدالت نے کیا جرم کیا کہ اسکا نوٹس لے لیا۔ انہوں نے کہا کہ جب عدالتیں نوٹس نہیں لیتی تھیں تو اس کی رٹ کہاں کہاں قائم تھی' کچھ خدا کا خوف کریں۔ ہمارے اعزاز کو ہمارے لئے جرم نہ بنائیں۔ کیا عدالتوں نے وزیرستان' وانا اور سوات میں مداخلت کی۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا ججز کو گھروں میں بند کرکے پہرے لگا دیئے گئے۔ نہ جانے ہم سے حکومت کو کیا خطرہ ہے۔ ہمیں گھروں مین بند کرکے دنیا میں پاکستان کا امیج کیا بنایا جارہا ہے' یہ قوم جانتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے ضمیر کے مطابق ذمہ داری ادا

Marfat.com

کی۔قوم کے احساسات وجذبات نے ہمیں سرخرو کر دیا ہے۔انہوں نے ایک سوال پر کہا کہ عوام کا عقیدت واحترام اور جذبات عادل اور منصف کے ساتھ ہے' خلیل رمدے کے ساتھ نہیں اور ہم خوش ہیں کہ عوام کی عدالت میں ہم سرخرو ہوئے۔ ہم نے عدل وانصاف کا علم سربلند کیا۔اس سوال پر کہ ججز سے حکومت اتنی سختی پر مجبور کیوں ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ دنیا بھر میں والدین' بزرگ' اساتذہ اور ججز وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا احترام ہر سطح پر ہوتا ہے لیکن بدقسمتی سے یہاں ججز کے ساتھ جو سلوک ہوا اس پر پاکستان کی جگ ہنسائی ہو رہی ہے۔دنیا مجھے نہیں جانتی لیکن یہ تو دیکھ رہی ہے کہ ججز کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ان کے گھروں پر پہرے ہیں' ان کو باہر آنے جانے کی اجازت نہیں۔اس طرح پابند سلاسل کرنے پر میں نہیں سمجھتا کہ دنیا یہ کس طرح برداشت کر رہی ہے۔کیا یہ 21 ویں صدی ہے اور کیا یہ قائداعظمؒ کا پاکستان ہے' کیا جج جرائم پیشہ ہیں جو ان پر پہرے لگا دیئے ہیں۔خدا کے فضل وکرم سے ضمیر مطمئن اور اپنے کردار پر فخر ہے۔جو کچھ کیا عدل وانصاف کے تقاضوں کیلئے کیا اور دوبارہ بھی موقع ملا تو پھر یہی کریں گے۔

جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے نے وکلاء پر تشدد اور ان کی تذلیل کو 16 کروڑ عوام کیلئے چیلنج اور عام طبقات کے لئے لمحۂ فکریہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ 60 کی دہائی میں کارپوریشن والے کتے مار مہم کے تحت کتے مار کر ان کو ٹانگوں سے پکڑ کر ٹرکوں میں پھینکتے نظر آتے تھے وکلاء کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک ان کی تذلیل پر مجھے یہ واقعات یاد آ گئے اور میں نے سوچا کہ کس طرح مہذب باشعور اور پڑھے لکھے افراد کو ٹرکوں میں پھینکا جا رہا تھا یہ سارا عمل دیکھ کر میں جذباتی ہو گیا اور میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ اے اللہ میں بے بس ہوں تو تو بے بس نہیں۔انہوں نے کہا کہ وکلاء کے گریبان پکڑ کر ان کی ٹائیاں کھینچ کر ان پر ڈنڈے برسا کر پاکستان کی نیک نامی نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس طرز عمل اس تذلیل اور اس ذہنیت کے خلاف ہم سرگرم ہوئے تو ہمیں گھروں میں بٹھا دیا گیا۔انہوں نے کہا کہ وکلاء کے کردار نے انہیں سرخرو کر دیا ہے وکلاء کی قربانی رائیگاں جانے والی نہیں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ عدلیہ کی آزادی اور وقار کی جدوجہد میں وکلاء نے پیٹھ نہیں دکھائی کھلم کھلا جبر کے آگے ڈٹ گئے۔

نظر بندی اور پابندیوں کے حوالے سے مجھ پر نظر عنایت کچھ زیادہ ہی ہے۔حج پر جانے کا پختہ ارادہ ہے لیکن مجھے شک ہے کہ یہ مجھے اللہ کے گھر حاضری کیلئے بھی جانے دیں گے یا نہیں۔ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا مجھے اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں۔مجھ سے میل ملاقات پر بھی مکمل پابندی

Marfat.com

ہے۔ یہ پابندی کب اٹھائی جائیں گی اس بارے میں پابندیاں عائد کرنے والوں کو ہی بہتر پتہ ہوگا۔ ورنہ میری کسی سے کوئی ذاتی لڑائی تو ہے نہیں جس کے باعث میرے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ان تمام تر پابندیوں کے باوجود میرا اس سال فریضہ حج کیلئے جانے کا پختہ ارادہ ہے۔ اس حوالے سے میں نے کسی سے حج پر جانے کے لئے اجازت طلب نہیں کی لیکن ان سب کو یہ پتہ ہے کہ میں حج پر جا رہا ہوں اور میرا 10 دسمبر کا ٹکٹ بھی کنفرم ہے۔ انہوں نے بتایا کہ انکا موبائل فون بھی بند کر دیا گیا ہے۔ اور اب بیرونی دنیا سے رابطے کا واحد ذریعہ یہ لینڈ نمبر ہی ہے لیکن اس سب کے باوجود حوصلے پست نہیں ہیں۔

جسٹس خلیل رمدے نے وزارت داخلہ کے ترجمان کے 20 نومبر کے بیان پر تعجب کا اظہار کیا کہ پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے ججوں پر کسی قسم کی پابندی نہیں اور وہ کسی بھی جگہ آنے جانے کیلئے آزاد ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں امریکہ‘ سعودی عرب سمیت دنیا بھر سے موصول ہونے والی ٹیلی فون کالوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ صدر مشرف کے دورہ سعودی عرب کے موقع پر بطور خاص ایک سعودی اخبار ”عرب نیوز“ میں ہماری رہائی کی خبر لیڈ سٹوری کے طور پر شائع کرائی گئی‘ اور اس خبر کی بنیاد پر ہی ہمیں مبارکبادی پیغامات مل رہے ہیں جبکہ حقیقت اس کے قطعی برعکس ہے۔

وہ گھر سے باہر جانا تو کجا اپنے گھر کے اندر بھی اپنے دوست احباب اور عزیز و اقارب سے ملاقات نہیں کر سکتے کیونکہ گھر کے اندر سے کوئی شخص باہر جا سکتا ہے نہ ہی گھر کے باہر سے کسی کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ انہوں نے خوشگوار لہجے میں کہا کہ آپ چاہیں تو میرے گھر آ کر مجھے کہیں گھمانے پھرانے لے جا سکتے ہیں۔ انہوں نے حضرت نبی کریمؐ پر نازل ہونے والی ایک وحی مبارک کا بھی حوالہ دیا اور کہا کہ حضرت جبرائیل جب یہ وحی لے کر آئے تو انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بطور خاص تین افراد پر لعنت بھیجی ہے۔ جس پر حضرت نبی کریمؐ نے جواباً ارشاد فرمایا ”بے شک“ انہوں نے کہا کہ ان تین افراد میں وہ شخص بھی شامل ہے جو صاحب حیثیت ہو کر جھوٹ بولے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری رہائی کی خبروں میں کتنا سچ ہے۔ آپ خود اس کا جائزہ لے کر فیصلہ کر لیں‘ وہ مزید کوئی تبصرہ نہیں کریں گے کیونکہ انہیں تو فریضہ حج کی ادائیگی سے بھی روکا جا رہا ہے۔

انہیں مسجد تک جانے کی بھی اجازت نہیں ہے یہاں تک کہ نماز جمعہ بھی ادا نہیں کرنے دی جا رہی۔

میری نظر بندی کو دو ہفتے گزر چکے ہیں اور اس سارے عرصے میں مجھے مسجد جانے کی اجازت بھی نہیں دی گئی جو کہ میرے گھر سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ جب میں نے نماز جمعہ کی ادائیگی

Marfat.com

کیلئے اجازت مانگی تو بھی انکار کر دیا گیا۔

☆☆☆

جسٹس طارق پرویز خان

پشاور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس طارق پرویز خان نے کہا کہ جسٹس افتخار احمد چودھری سمیت پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے تمام ججز آئینی طور پر بدستور جج ہیں جبکہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے باوجود پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججز توہین عدالت کے مرتکب ہوئے ہیں جن کا کوئی حال ہے اور نہ ہی کوئی مستقبل ہوگا اور بحالی کے بعد انہیں آئینہ دکھایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ وہ بدستور پشاور ہائی کورٹ کے آئینی چیف جسٹس ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ جلد بحال ہونگے۔ موجودہ سپریم کورٹ پی سی او کو غیر آئینی اور غیر قانونی قرار دینے والے سپریم کورٹ آف پاکستان کے سات ججز صاحبان کے فیصلے کو کالعدم قرار نہیں دے سکتی۔ ملک میں ایمرجنسی نہیں بلکہ مارشل لاء ہے جو عدلیہ اور میڈیا پر مسلط کیا گیا ہے۔ عدلیہ پر مارشل لاء کے تسلط سے جج نہیں بلکہ سب سے زیادہ عوام متاثر ہو رہے ہیں۔ عدالتی کارروائی نہ ہونے کی وجہ سے انہیں انصاف کی فراہمی بھی بند ہوگئی۔

☆☆☆

جسٹس شاہ جہاں خان

پشاور ہائی کورٹ کے سینئر جج جسٹس شاہ جہاں خان نے کہا کہ جب تک عدلیہ حکمرانوں کی مرضی کے مطابق فیصلے کر رہی تھی سب کچھ ٹھیک تھا مگر جب عدلیہ نے عوام کے حقوق کے فیصلے شروع کئے تو حکمران خوفزدہ ہوگئے۔ ایک شخص نے پارلیمنٹ اور تمام اداروں کو ربڑ سٹمپ میں تبدیل کر دیا اور تمام اداروں کو جی ایچ کیو کے تحت ماتحت کر دیا مگر جب عدلیہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو حکمرانوں نے اس کو بلڈوز کر دیا۔ جسٹس شاہ جہان خان نے مردان بار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ حکمرانوں نے پارلیمنٹ، انتظامیہ اور دوسرے اداروں کو مکمل طور پر مفلوج کر دیا ہے اب عدلیہ کو بھی مفلوج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں آئین مذہب معاشرے میں قوموں کے حقوق اور فرائض کا تعین کرتا ہے، اگر آئین معطل کیا جائے تو پورا ملک مفلوج ہو جاتا ہے اور وہ ملک نہیں رہتا۔ ہمارا ملک ایک بڑا تجربہ گاہ ثابت ہوا ہے اور یہاں پر ہمیشہ حکمرانوں نے بندوق کے زور پر

Marfat.com

تجربات کئے، ملک کو فوج نے بندوق کے زور پر نہیں بلکہ وکلاء اور سول سوسائٹی کے لوگوں نے آزاد کیا۔ اگر ہم پاکستان کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو فوجی حکمرانوں سے تمام آئین کا حلیہ بگاڑ دیا۔ 1973ء کا آئین ایک متفقہ آئین ہے اور اس کو بھی نہیں بخشا۔ میں نے پی سی او کے تحت اس لئے حلف نہیں لیا کہ آئین کی محافظ عدلیہ ہے اگر عدلیہ آئین کی خلاف ورزی کرے گی تو قوم کس سے توقع رکھے گی۔ سپریم کورٹ میں مختلف مقدمات چل رہے تھے، جب حکمرانوں نے محسوس کیا کہ عدلیہ میرٹ پر فیصلہ کرے گی اور وہ ہمارے خلاف ہوگا تو ایمرجنسی لگادی

3 نومبر کو سپریم کورٹ نے پی سی او کو کالعدم قرار دیا تھا اور 5 نومبر کو پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججوں نے اس فیصلے کو ختم کر دیا جو کہ نہ صرف آئین کی خلاف ورزی بلکہ عدلیہ کی توہین ہے۔ ہم نے حلف لیا تھا کہ ہم پاکستان کے آئین کا تحفظ کریں گے پھر پی سی او کے تحت حلف اٹھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آئین میں ایمرجنسی لگانے کی اجازت ہے مگر وہ کسی صوبے یا کسی علاقے میں آئین کو معطل کرنے آرٹیکل 6 کے تحت جرم ہے اور اس کی سزا سزائے موت ہے۔ عدلیہ نے ایمرجنسی سے پہلے آرڈر جاری کیا تھا کہ نہ تو ایمرجنسی لگائی جائے گی اور نہ ہی کوئی پی سی او کے تحت حلف لے گا اور تمام اداروں کو کہا گیا تھا کہ وہ اس پر عمل درآمد نہیں کریں گے مگر یہاں تمام فیصلے کہیں اور ہوتے ہیں۔ اٹارنی جنرل نے خود کہا ہے کہ ایمرجنسی ماورائے آئین اقدام ہے۔ وکلاء کی جدوجہد عدلیہ کی آزادی تک جاری رہے گی اور ہم عدلیہ کی آزادی کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ 'عبوری آئینی حکم کے تحت حلف اٹھانا قوم سے غداری کے مترادف ہے 'ہمیں عوام سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں پھر ہمیں کیوں حفاظتی تحویل میں رکھا جارہا ہے۔ ہمیں اگر خطرہ ہے تو وہ صرف حکومت اور جرنیلوں سے ہے جن پر خود بھی حملے ہورہے ہیں۔' ان کا کہنا ہے کہ ان سے گھر پر ملنے والے ماتحت عدالتوں کے ججوں اور وکلاء کی تفصیلات اکٹھی کی جارہی ہیں تا کہ ان کے خلاف کسی سٹیج پر پی سی او کے تحت حلف سے انکار کرنے کے حوالے سے کارروائی کی جا سکے۔ جسٹس شاہ جہان خان یوسف زئی کا تعلق صوبہ سرحد کے شہر مردان سے ہے۔

☆☆☆

جسٹس سرمد جلال عثمانی، انور ظہیر جمالی اور جسٹس مشیر عالم

پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے سندھ ہائیکورٹ کے سینئر جج جسٹس سرمد جلال عثمانی، انور

Marfat.com

ظہیر جمالی اور جسٹس مشیر عالم نے کہا کہ ملک بندوق کے زور پر نہیں چل سکتا۔ ملک میں آمریت کے خلاف ججوں اور عدلیہ نے اپنا کردار ادا کیا ہے اور اب سول سوسائٹی اور میڈیا کی ذمہ داری ہے کہ قوم کے ضمیر کو جھنجوڑے، ہم پی سی او کو تسلیم نہیں کرتے۔ سپریم کورٹ کے مطابق آج بھی جج ہیں۔ ملک میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس میں عدلیہ کا ہی نہیں ملک وقوم کا بھی نقصان ہے۔

جسٹس سرمد جلال عثمانی نے کہا کہ سپریم کورٹ ایمرجنسی کے خلاف فیصلہ دے چکی ہے اسلئے ایمرجنسی کی کوئی اہمیت نہیں وہ بدستور ہائیکورٹ کے جج ہیں مگر سندھ ہائیکورٹ میں داخل نہیں ہونے دیا جا رہا۔ جسٹس افتخار محمد چودھری بدستور عدالت عظمیٰ کے چیف جسٹس ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں ہتھیار ہیں نہ ہم کمانڈوز ہیں ہم قانون پسند لوگ ہیں اور قانون کے مطابق ہی بات کرتے ہیں۔

جسٹس انور ظہیر جمالی نے کہا کہ ہم نے حق وانصاف کی بات کی ہے اور ضمیر کے مطابق فیصلہ کیا۔ ہم صرف اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججوں کی کوئی اہمیت نہیں۔

جسٹس صبیح الدین احمد ذمہ دار اور جمہوریت پسند انسان ہیں اور ان پر کوئی فیصلہ مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ جج جسٹس مشیر عالم نے کہا کہ پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے نام نہاد ججوں نے آمریت کا ساتھ دیکر غیر قانونی عمل کیا ہے اور جب بھی موقع ملا تو دوبارہ ہائیکورٹ جائیں گے۔

قانون کے مطابق ججز ریٹائرمنٹ کے بعد ایک سال تک گاڑی استعمال کر سکتے ہیں لیکن سندھ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس کے حکم پر جسٹس صبیح الدین احمد سے گاڑی واپس لے لی گئی اور وہ بھی اس وقت جب ڈرائیوران کے بچوں کو سکول سے گھر لیکر جا رہا تھا۔

☆☆☆

جسٹس اقبال حمید الرحمٰن

لاہور ہائیکورٹ کے فاضل جج جسٹس اقبال حمید الرحمٰن نے کہا کہ پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار ملک وقوم اور عدلیہ کے وقار کے لئے کیا تھا' اس فیصلے پر فخر ہے اور اب وکلاء برادری میں سر اٹھا کر جاؤنگا۔ پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کرنے سے قبل ایک منٹ کیلئے یہ نہیں سوچا کہ سروس کتنی ہے اور کتنی مراعات سے محروم ہونا پڑے گا۔ ورنہ انسان کو تو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ اسکی زندگی کتنی ہے اور اگلا پل اسکی سانس آئے گی بھی یا نہیں، لیکن انسان انہی فیصلوں پر سرخرو

Marfat.com

ہوتے ہیں جو قانون اور حق و سچ کے مطابق کئے جائیں۔

☆☆☆

خواجہ محمد شریف

لاہور ہائیکورٹ کے سینئر جج خواجہ محمد شریف نے کہا کہ ملک میں ایمرجنسی نہیں مارشل لاء لگا کر عوام کو دھوکہ دیا گیا۔ وکلاء حکومت کے اس اقدام کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کا قصور تھا کہ وہ انتظامیہ کے ظلم کے شکار عوام کو ریلیف دے رہے تھے۔ ملکی صورتحال کا ذکر کرتے ہوئے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے انہوں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا کہ سولہ کروڑ عوام ہمارے (ججوں) کے ساتھ ہیں، اس لئے ہم ثابت قدم ہیں اور ملک کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اس موقع پر وہاں موجود لوگ بھی صورتحال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھا کر ضمیر کے مطابق فیصلہ کیا' حکومت ہم پر دباؤ ڈال رہی ہے لیکن قوم ہمارے ساتھ ہے ہم ثابت قدم رہیں گے۔ جنرل پرویز مشرف آئین کو مد نظر رکھتے ہوئے فوری اقتدار سے علیحدہ ہو جائیں اور اقتدار چیئرمین سینٹ کے حوالے کر دیں۔ سپریم کورٹ کے سات رکنی بنچ نے ایمرجنسی کے خلاف متفقہ فیصلہ دیا تھا لیکن حکومت نے اسکی خلاف ورزی کی اور جن ججز نے پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھایا وہ آج بھی متحد ہیں اور ملک میں آئین کی جنگ لڑینگے۔ انہوں نے کہا کہ سپریم کورٹ کی طرف سے ایمرجنسی کو غیر آئینی قرار دیئے جانے کے فیصلے کے بعد آئینی طور پر حکومت اور ججز پابند تھے کیونکہ یہ فیصلہ آئین اور قانون کے مطابق تھا جسے کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہم کسی سیاسی جماعت کا حصہ نہیں بنیں گے' قوم ہمارے ساتھ ہے ہم وکلاء اور عوام کی جدوجہد کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ وہ ہماری طرح ثابت قدم رہیں فتح حق اور سچ کی ہوگی۔ لوگ جسٹس خواجہ محمد شریف کی رہائش گاہ پر پھول رکھتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ سپریم کورٹ کے احکامات کی روشنی میں عدالتیں اس وقت درست کام نہیں کر رہیں۔ اور سب کچھ غیر قانونی ہو رہا ہے۔ ایمرجنسی اور پی سی او کے نفاذ کے فوری بعد سپریم کورٹ نے حکم دیا تھا کہ کسی جج نے پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھانا۔ چنانچہ ان احکامات کی روشنی میں عدالتیں اس وقت درست کام نہیں کر رہیں اور سب کچھ غیر قانونی ہو رہا ہے۔ وکلاء احتجاج اور گرفتاریوں کے حوالے سے پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ یہ

Marfat.com

سلسلہ اتنی دیر تک چلتا رہے گا جتنی دیر تک وکلاء برادری میں ہمت باقی رہے گی۔ جماعت اسلامی کی طرف سے مرکزی سیکرٹری اطلاعات امیر العظیم کی قیادت میں کارکنوں نے جسٹس خواجہ محمد شریف کی رہائش گاہ پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں اور انکی رہائشگاہ کے باہر پھولوں کے گلدستے رکھے۔

خواجہ محمد شریف نے کہا ہے کہ دعا کریں کہ یہ ملک، آئین اور عدلیہ بچ جائے اور مجھے یقین ہے کہ تبدیلی ضرور آئے گی کیونکہ اب یہ خلق خدا کی آواز ہے اور لوگوں کی زبان پر ہے کہ ان کے دن تھوڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھا کر اور مستقبل میں متوقع چیف جسٹس کے عہدے کو ٹھوکر مار کر مہنگا سودا نہیں کیا کیونکہ اگر چیف جسٹس کے عہدے کا حلف اٹھا کر لوگوں کی نفرتیں سمیٹتا۔ اب انکار کر کے لوگوں کی محبتیں اور عقیدتیں حاصل کر کے گھاٹے کا سودا ہرگز نہیں کیا۔

ایمرجنسی اور پی سی او کا نفاذ ہفتے کی شام کو ہوا لیکن اس سے قبل جمعہ کے روز میرے چیمبر میں 11 جج صاحبان کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں ایمرجنسی کے نفاذ کے حوالے سے آنے والی خبروں پر تبادلہ خیال ہوا اور یہ طے پایا کہ اگر ایمرجنسی کا نفاذ ہوتا ہے اور ہمیں پی سی او کے تحت حلف اٹھانے کا کہا گیا تو ہم نے پی سی او کے تحت حلف ہرگز نہیں اٹھانا لیکن اسکی اطلاع حکومت کو ہوگئی کہ میٹنگ میں کیا طے پایا ہے۔ اس میٹنگ میں شامل فاضل جج صاحبان میں سے دو جج صاحبان نے عہد کرنے کے باوجود پی سی او کے تحت حلف اٹھالیا مگر باقی ساتھی استقامت سے اپنے فیصلے پر قائم رہے لہٰذا یہی وجہ تھی کہ میٹنگ میں شامل جج صاحبان کو پی سی او کے تحت حلف اٹھانے کی دعوت نہیں دی گئی تھی لیکن یہ بات اتنی اہمیت کی حامل نہیں کیونکہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق بھی پی سی او کے تحت حلف اٹھانا غیر قانونی اقدام تھا۔ آج لوگوں سے جتنی محبت اور عقیدت مل رہی ہے اس کا تصور کا بھی نہیں کر سکتا تھا آج پوری دنیا سے مجھے فون آرہے ہیں، لوگ گھر آ کر مبارک بادیں دے رہے ہیں۔ میرے والد نظریاتی سیاسی ورکر تھے جو انارکلی میں کام کرتے تھے ہم نے ان کے کہنے کے مطابق ''دھڑا'' نہیں چھوڑا اور پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کر کے حق بات کی حمایت کی۔

☆☆☆

Marfat.com

جسٹس جہانگیر

لاہور ہائیکورٹ کے جج جسٹس جناب جہانگیر ارشد نے کہا ہے کہ چار دن کیلئے تعینات جج وکلاء اور سائلوں کے بغیر بے بس ہو جائیں گے۔ پولیس کے ذریعے ججوں کو عدالتوں میں بٹھایا جا رہا ہے۔ یہ سسٹم زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اب بھی جج ہیں ججوں کو صرف آئین کے تحت ہی ہٹایا جا سکتا ہے۔ میں نے پہلے بھی کبھی کوئی دباؤ قبول نہیں کیا۔ ہم سب کو بطور پاکستانی اداروں کی مضبوطی کیلئے کام کرنا چاہئے۔

☆☆☆

جسٹس ثاقب نثار، ایم اے شاہد صدیقی، آصف سعید خان کھوسہ

ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے لاہور ہائی کورٹ کے ججوں نے ملک کی موجودہ صورت حال اور حلف نہ اٹھانے کے معاملے پر مختلف آراء کا اظہار کیا۔
جسٹس ثاقب نثار نے کہا کہ میں ابھی کوئی تبصرہ نہیں کروں گا ابھی صورت حال دیکھ رہا ہوں۔
جسٹس آصف سعید خان کھوسہ نے کہا سپریم کورٹ کے سر پر سہرا جاتا ہے کہ سپریم کورٹ کے ججوں پر قابو نہیں پایا جا سکا۔ حکومت نے ہر حربہ اپنایا مگر جج قابو نہیں آئے۔ انہوں نے کہا سپریم کورٹ نے ایمرجنسی کے نفاذ اور پی سی او کو کالعدم قرار دے کر فیصلہ دیا تھا کہ کوئی جج پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھائے۔ وہ اعلیٰ ترین عدالت ہے اور ہم اس کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ پہلے روز مجھے کئی ججوں نے کہا کہ پی سی او کے تحت حلف لے لوں مگر میں نے انکار کر دیا۔ میں تو خود چھوڑ کر آیا ہوں جو کچھ ملک میں ہوا صرف ایک کیس کے لئے ہوا ہے۔ 12 اکتوبر 99ء کو بھی ان صاحب نے فوجی عہدہ سے اپنی برطرفی پر اقتدار پر قبضہ کر لیا تھا۔ آج بھی یہی صورت حال ہے۔ جج بھی انہی صاحب کے اپنے لگائے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ قوم کو ہمیشہ یہ گلہ رہا ہے کہ جج بھاگ کر پی سی او کا حلف اٹھا لیتے ہیں۔ آج ججوں نے ہمت دکھائی ہے اور قربانی دی ہے اب قوم کا فرض ہے کہ وہ بھی قربانی دے اگر ایسا نہ ہوا تو ججوں کی قربانیاں رائیگاں چلی جائیں گی۔
جسٹس ثائر نے کہا کہ مجھے بار بار پی سی او کا حلف اٹھانے کے لئے کہا گیا مگر میں کلیئر تھا کہ میں نے پی سی او کا حلف نہیں اٹھانا۔ ملک میں جو کچھ ہوا اس میں پتہ نہیں کون ذمہ دار ہے۔ تاہم اگر دو افراد باکسنگ رنگ میں ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں باکسنگ رنگ سٹیڈیم عوام شہر اور ملک کو ہی آگ لگا دی

Marfat.com

جائے۔ میں ساری زندگی سر اٹھا کر جیا ہوں اب سر جھکا کر دباؤ میں زندگی نہیں گزار سکتا۔ اگر جج ہو کر میں کسی پولیس اہلکار کے خلاف کارروائی نہیں کر سکتا تو ایسی ججی کا کیا فائدہ۔
جسٹس حامد فاروق اور جسٹس اعجاز چودھری نے تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ جسٹس ایم اے شاہد صدیقی نے کہا کہ وضو پر وضو نہیں ہوتا، میں سمجھتا ہوں کہ میں جج تھا، جج ہوں اور جج رہوں گا اس لئے مجھے کسی دوسرے حلف کی ضرورت نہیں۔

☆☆☆

جسٹس (ر) سعید الزمان صدیقی کی رائے

سابق چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس (ر) سعید الزمان صدیقی نے کہا کہ ملک میں ایمرجنسی کا نفاذ آئین کے مطابق نہیں۔ بیرونی حملے یا کسی صوبے میں حالات کنٹرول سے باہر ہونے کی صورت میں ہی ایمرجنسی نافذ ہو سکتی ہے۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا عجیب وغریب واقعہ ہے جس میں ایک خاص ادارے کیلئے ایمرجنسی نافذ کی گئی۔ اس سے قبل پاکستان میں یہ کہہ کر ایمرجنسی لگائی گئی کہ حکومت ناکام ہو چکی' کیا یہ حکمرانوں کی جانب سے اپنی ناکامی کا اعتراف ہے۔ پی سی او بھی غلط تھا اور موجودہ پی سی او بھی غلط ہے۔ اگر حکومت کو سپریم کورٹ کے کسی فیصلے پر اعتراض تھا تو ریویو کرتی۔ پاکستان کے آئین کے مطابق کسی بھی گرفتار شخص کو 24 گھنٹوں کے اندر عدالت کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے اور اگر اس پر فرد جرم عائد نہ ہو سکے تو زیر حراست نہیں رکھا جا سکتا۔ سپریم کورٹ نے لاپتہ افراد کو بازیاب کرا کر آئین وقانون کے مطابق کام کیا۔ پی سی او اپنی نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہے، یہ اس وقت آتا ہے جب حکومت ناکام ہو جاتی ہے، یہ پی سی او اس وقت آیا جب حکومت بلند بانگ دعوے کرتی تھی کہ ہم بڑی کامیابی سے ملک کو ترقی دے رہے ہیں، صدر کی تقریر کا جائزہ لیں تو ان کا سارا زور اس پر تھا کہ عدلیہ نے انتظامی معاملات میں مداخلت کی، دہشت گردوں کو چھوڑا گیا، پی سی او آئین کی سپورٹ نہیں آئین معطل ہے، ایمرجنسی صدر لگاتا ہے لیکن یہ ایمرجنسی چیف آف آرمی سٹاف نے لگائی۔

☆☆☆

Marfat.com

آخری پٹیشن بھی خارج

جمعرات 22 نومبر کو چیف جسٹس عبدالحمید ڈوگر کی سربراہی میں 10 رکنی فل کورٹ نے صدارتی الیکشن کے خلاف ڈاکٹر ظہور مہدی کی پٹیشن کی سماعت کی۔ درخواست گزار ظہور مہدی بذات خود عدالت کے سامنے پیش ہوئے اور بتایا کہ چیف الیکشن کمشنر نے تجویز وتوثیق کنندہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے کاغذات نامزدگی مسترد کیے حالانکہ آئین کے آرٹیکل 62 کے تحت صدارتی الیکشن کے لیے تجویز وتوثیق کنندہ کی ضرورت نہیں اس ملک میں قرآن وسنت بالادست قانون ہے اور قرآن وسنت کے مطابق سرکاری عہدے کے لیے تجویز وتائید کنندہ لازمی نہیں۔ درخواست گذار نے سماعت ملتوی کرنے کی درخواست کی تاہم عدالت نے التواء کی درخواست مسترد کرتے ہوئے سرسری سماعت کے بعد پٹیشن خارج کر دی۔ ظہور مہدی کی پٹیشن خارج ہونے کے بعد صدارتی الیکشن کے خلاف تمام آئینی درخواستیں خارج ہوگئیں۔ سپریم کورٹ نے اس کیس کے خاتمے کے لئے ایک گھنٹے سے بھی کم وقت لیا۔

☆☆☆

جسٹس رانا بھگوان داس کا شدید ردعمل

جمعہ 23 نومبر کو سپریم کورٹ کے ابلیت فیصلہ پر شدید ردعمل ظاہر کرتے ہوئے سپریم کورٹ کے سینئر ترین جج جسٹس رانا بھگوان داس نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف سے وفاداری کا حلف اٹھانے والے جج آئینی درخواستوں کی سماعت یا غیر آئینی اقدامات کی توثیق کرنے کے اہل نہیں۔ 7 رکنی بنچ کے اس فیصلہ پر جس میں کہا گیا ہے کہ بعض ججوں نے اپنی حد سے تجاوز کیا انتظامی امور میں

Marfat.com

مداخلت کی اور اس کے نتیجہ میں متعدد اداروں کو غیر موثر کر دیا۔ پی سی او ججوں کو ان ججوں کے خلاف جنہوں نے ایک فوجی حکمران کے غیر آئینی اقدامات پر مصالحت کرنے سے انکار کر دیا تھا اس طرح کے الفاظ بولنے کا کوئی حق نہیں۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے کردار سے عوام خوش تھے۔ جنرل پرویز کی جانب سے واضح اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ فاضل عدالت کے اقدامات سے صرف ایک فرد پریشان تھا اور اگر ایک آدمی پریشان ہو تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ آئین کو معطل اور ایمرجنسی نافذ کر دے جبکہ کچھ چنیدہ جج اس کے غیر آئینی اقدامات کو جواز کی سند دے دیں۔ جسٹس بھگوان داس نے کہا کہ صرف وہ جج جنہوں نے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا اور پی سی او کے تحت حلف نہیں لیا وہی ایسی آئینی درخواستوں کی سماعت کے مجاز ہیں۔ پی سی او سے فوائد اٹھانے والے ایسی درخواستوں سے انصاف نہیں کر سکتے۔

☆☆☆

میڈیا کا کردار

9 / مارچ کو چیف جسٹس آف پاکستان مسٹر جسٹس افتخار محمد چودھری کو غیر آئینی اور غیر قانونی طور پر ہٹایا تو کسی بھی تحریک کے شروع ہونے سے پہلے میڈیا نے اس معاملے کی بھرپور طریقے سے کوریج کی۔ میڈیا کی بدولت ہی معاملہ ایک شخص کی ناں سے سولہ کروڑ عوام کی آواز بن گیا۔ 9 / مارچ سے آج جمہوری حکومت کے قیام تک میڈیا کو جسٹس افتخار محمد چودھری کی آواز عوام تک پہنچانے کی پاداش میں بے شمار مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ 12 / مئی 2007ء کو چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کراچی گئے تو وہاں ایک طرف خون کی ہولی کھیلی گئی' دوسری طرف آج ٹی وی کو آگ لگا دی گئی۔ اس چینل کی بلڈنگ پر شرپسندوں نے پتھراؤ کیا' کارکنوں کا گھیراؤ کیا گیا۔

3 / نومبر 2007ء کو ایمرجنسی کے نام پر عدلیہ کو سبق سکھانے کیلئے ایک مرتبہ پھر شب خون مارا گیا تو میڈیا بُرے طریقے سے زیر عتاب آ گیا۔

پیمرا نے 3 نومبر کی شام کو ساڑھے 5 سے پونے چھ بجے کے درمیان کیبل آپریٹرز کو ہدایات دیں جس کے بعد ملک بھر میں 45 نجی چینلز کی نشریات بند ہو گئیں کیبل آپریٹرز ایسوسی ایشن کا کہنا تھا

Marfat.com

کہ ان کو چینلز بند کرنے کی زبانی ہدایات دی گئی تھیں اور یہ تا حکم ثانی تھیں۔ پیمرا نے ہفتے کی دوپہر تمام کیبل آپریٹرز کو ظہرانے پر بلایا تھا، ظہرانے پر ڈی جی پیمرا الطاف مجید نے کیبل آپریٹرز سے ملاقات کی تاہم اس ملاقات میں نشریات بند کرنے کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کی خبر ٹی وی پر آتے ہی چینلز بند ہوئے تو پورے ملک میں مختلف افواہیں گردش کرنے لگیں۔ شہروں کے بارونق بازار اور سڑکیں سنسان ہوگئے۔ لوگ اخبارات کے دفتر فون کر کے چینلز بند کرنے کی وجوہات معلوم کرتے رہے۔ مشرف کو گرفتار کر کے جنرل کیانی کے اقتدار سنبھالنے کی افواہیں اگلے دن تک چلتی رہیں جن کی خود صدر مشرف کو تردید کرنا پڑی۔ جیو نیوز، اے آر وائی ون اور آج جیسے چینلز نے نشریات بند ہونے سے قبل ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کی خبر دے دی تھی لوگوں نے نشریات بند ہونے پر سخت تشویش اور پریشانی کا اظہار کیا۔ دلچسپ صورت حال اس وقت پیدا ہوئی جب سندھ اور سوات کے متعدد علاقوں میں لوگوں نے کیبل کے دفتر جلا دینے کی دھمکی دی تو نشریات بحال کر دی گئیں۔ لاہور میں تمام ڈویژنوں کے ایس پی صاحبان نے بذریعہ موبائل فون تمام ایس ایچ او صاحبان کو ہدایت کی کہ وہ حکم ثانی تھانوں میں موجود رہیں اور نجی ٹی وی کی نشریات کو جام کرنے کے بعد اپنے علاقوں کے کیبل آپریٹروں کو مکمل تحفظ فراہم کریں۔ کیبل پر نشریات بند ہونے کے بعد لوگوں کا سیٹلائٹ پر نشریات دیکھنے کا رجحان نظر آیا حکومت پاکستان نے دبئی حکومت پر دباؤ ڈال کر یہ نشریات بھی بند کرا دیں۔

صدر مشرف نے ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد جب بھی تقریر یا پریس کانفرنس یا کسی اور مرحلے پر گفتگو کرتے تو میڈیا کو بھرپور تنقید کا نشانہ بناتے اور بعض چینلز اور شخصیات کو غیر ذمہ دار قرار دیتے۔ ان کے دیکھا دیکھی صدر مشرف کے طبلچی بھی ایسا ہی راگ الاپنے لگے ان کی نظر میں ان چینلز کے سارے اینکرز غیر ذمہ دار قرار پائے۔ پھر چینلز کھلنے کا سلسلہ حکومت کی شرائط پر شروع ہوا جیو کے علاوہ 22 نومبر تک تقریباً تمام چینلز کی نشریات بحال ہوگئی تھیں لیکن وہ پی ٹی وی سے تو بہر حال بہتر تھیں لیکن عموماً گھسی پٹی تھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ آزادی سے خبریں اور تبصرے دیکھنا چاہتے تھے لیکن صدر مشرف کے 3 نومبر کو ہی جاری کردہ آرڈیننس 2002ء میں ترمیم کے بعد ایسا ممکن نہیں تھا یہ آرڈیننس کیا تھا ملاحظہ فرمائیے۔

جنرل پرویز مشرف نے پریس، اخبارات، خبر رساں اداروں اور کتب رجسٹریشن آرڈیننس 2002ء میں ترمیم کرتے ہوئے پریس، نیوز پیپرز، نیوز ایجنسیز اینڈ بکس رجسٹریشن (ترمیمی)

Marfat.com

آرڈیننس 2007ء جاری کیا جوفوری طور پر نافذ العمل تھا۔ اس آرڈیننس میں ایک نئی شق سیکشن 5A ''بعض مواد کی اشاعت پر پابندی'' شامل کی گئی جس کے تحت کوئی پبلشر، پرنٹر یا ایڈیٹر کسی کتاب جریدے یا اخبار میں ایسا کوئی مواد شائع نہیں کرے گا۔ جو خودکش دھماکہ کرنے والوں، دہشتگردوں کی تصاویر (ماسوائے تحقیقاتی مقصد کے لئے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے ضرورت پڑنے پر) دہشتگردی کی سرگرمیوں کے متاثرین کی لاشوں، عسکریت پسندوں اور انتہا پسند عناصر کے بیانات اور اعلانات اور ایسا کوئی مواد جو کسی بھی طرح دہشتگردی کی سرگرمیوں یا دہشتگردی کی معاونت یا اسے ہوا دیتا ہو اور نہ ہی فرقہ وارانہ لسانیت یا نسلی منافرت پر مبنی مواد، بیانات، تبصروں یا آراء کو شائع کیا جائے گا۔

سربراہ مملکت مسلح افواج کے ارکان یا ایگزیکٹو عدلیہ یا ریاست کے قانون ساز اداروں کو بدنام کرنے، مذاق اڑانے سے متعلق کسی مواد کی بھی اشاعت نہیں کی جائے گی (مذاق والی شق جیو کے پروگرام ہم سب امید سے ہیں کی وجہ سے شامل کی گئی تھی جس کے بارے میں پرویز مشرف سمجھے تھے کہ اس میں انکا مذاق اڑایا جاتا تھا) ایسا کوئی مواد جو نظریہ پاکستان یا ملک کی خودمختاری سالمیت یا سلامتی کو خطرے میں ڈال سکتا ہو بھی شائع نہیں کیا جاسکے گا ایسا کوئی مواد، تصویر جس سے تشدد، منافرت کو ہوا ملتی ہو یا بین المذاہب بدنظمی یا امن وامان میں خلل پڑتا ہو، اس پر بھی پابندی ہوگی اور ایسا کوئی مواد جو اخلاقیات، شائستگی کے مسلمہ معیارات سے متصادم ہو اور جس سے فحاشی وعریانی کو ہوا ملتی ہو، بھی شائع نہیں کیا جاسکے گا۔ آرڈیننس کی شق 19 میں ترمیم کی گئی ہے اور ایک نئی شق شامل کی گئی جس کے تحت ایمرجنسی کی صورت میں ضلعی رابطہ افسر یا ڈپٹی کمشنر 30 روز تک کے لئے ڈکلریشن منسوخ کرسکے گا۔ آرڈیننس کی شق 44 میں ترمیم کی گئی ہے جس میں لفظ حکومت کی جگہ صوبائی حکومتوں کی مشاورت سے وفاقی حکومت کے الفاظ شامل کئے گئے۔

ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد کراچی میں جنگ کے دفتر پر پہلا چھاپہ مارا گیا جہاں روزنامہ عوام کا ضمیمہ تیاری کے مراحل میں تھا جسے پولیس کے روکنے کی کوشش کی اس گروپ کے جیو نیٹ ورک کے تمام چینلز پہلے ہی بند تھے اسی روز 5 نومبر کو کراچی پریس کلب کے باہر ہونے والے مظاہرے پر پولیس نے دھاوا بول دیا لاٹھی چارج میں متعدد صحافیوں سمیت دیگر مکتبہ فکر کے لوگ زخمی ہوگئے اور کئی افراد کو گرفتار کرلیا گیا۔ وکلاء مکمل طور پر متحدرہے سیاستدان بھی کسی حد تک متحدرہے۔ صحافی جن کا واسطہ صرف قلم اور کاغذ سے رہتا ہے وہ بھی حکومتی یلغار کے سامنے سینہ سپر ہوگئے اسلام آباد کے

Marfat.com

صحافیوں نے سرکاری تقریبات کے بائیکاٹ کا اعلان کیا تھا جو 5 نومبر کے بعد 6 کو بھی جاری رہا۔ بائیکاٹ کی کال یونین آف جرنلٹس نے دی تھی۔ پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلٹس نے اپنے ہنگامی اجلاس میں مطالبہ کیا کہ حکومت آرڈیننس واپس لے اور چینلز کی نشریات بحال کرے۔
امریکی حکومت نے ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد پاکستان میں صحافت کے زیر عتاب آنے پر وزارت اطلاعات کو مراسلہ بھیجا جس میں کہا گیا کہ اختلاف رائے کا مطلب یہ نہیں کہ جو لوگ آپ سے اختلاف کریں وہ آپ کے اور ریاست کے وفادار نہیں رہے۔ اطلاعات کے ذرائع سے محروم کر دیا جائے تو لوگ تشدد پر اتر آتے ہیں حکومتی اقدام سے آزادی صحافت کے ضمن میں ہونے والی کامیابیاں ضائع ہو جائیں گی اس لئے ٹی وی نشریات پر پابندی فوری ختم کی جائے۔
صحافی تنظیموں نے 8 نومبر تک آرڈیننس واپس لینے کی ڈیڈ لائن دی تھی مطالبہ نہ مانے جانے کی صورت میں بارہ روز کے یوم سیاہ کا اعلان کیا تھا۔ پی ایف یو جے نے اس دن سے ملک گیر تحریک چلانے کا بھی اعلان کیا اس موقع پر حکومت نے نجی چینلز کو تقسیم کرنے کی پالیسی بنائی اور کچھ چینلز کو مراعات دے کر بحال کر دیا اور کچھ کو ان سے الگ تھلگ کر دیا۔
8 نومبر کو روزنامہ جنگ میں صفحہ اول پر 4 کالم خبر شائع ہوئی جس میں کہا گیا کہ ”ٹی وی اور اخبارات کے مالکان کو قتل اور ان کے دفاتر کو بھی بم سے اڑانے کی دھمکیاں دی گئی ہیں اس پر پی بی اے کا ہنگامی اجلاس ہوا جس میں ارکان کو درپیش غیر معمولی صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور کیبل آپریٹرز کو نجی چینلز کی نشریات بند کرنے کی احکامات دینے پر مذمت کی گئی۔ آزادی صحافت کے دفاع اور حکومت سے مذاکرات کے لئے سی پی این ای نے ایکشن کمیٹی بنا دی اس نے بھی میڈیا پر عائد پابندیاں ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ ادھر اے پی این ایس نے حکومت سے مذاکرات کو پریس قوانین میں کی گئی ترمیم کی منسوخی سے مشروط قرار دیا۔ سارک ممالک پر مشتمل صحافیوں کی تنظیم ساؤتھ ایشیا فری میڈیا ایسوسی ایشن (سیفما) نے بھی حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ نجی چینلز کی نشریات بحال کی جائیں سیفما نے سارک ممالک کی صحافتی تنظیموں کو کہا کہ وہ سفارت خانوں کو پاکستان میں آزادی صحافت پر حملوں کے خلاف مراسلے لکھیں اور 20 نومبر کو ہڑتال کریں۔ حکومت کی یلغار صرف پاکستانی میڈیا تک ہی محدود نہ تھی۔ پاکستان میں بی بی سی اور سی این این کی نشریات بھی بند کر دی گئیں جو چند روز بعد 8 نومبر کو دوبارہ شروع ہوئیں تو 9 نومبر کو اس جرم میں پھر بند کر دی گئیں کہ وہ جیو کی براہ راست نشریات نشر کر رہا تھا۔ اپنے مطالبات پر حکومت

Marfat.com

کی بے حسی دیکھ کر صحافی بھی میدان میں کود پڑے اور 9 نومبر کو ملک گیر یوم سیاہ منایا گیا اس روز صحافیوں نے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھیں اور 10 نومبر سے بھوک ہڑتالی کیمپ لگانے کا اعلان کیا۔ صحافیوں کا احتجاج دوسرے روز بھی جاری رہا اور ان کے حوصلے اس وقت بلند ہوئے جب بے نظیر بھٹو ان کے احتجاجی کیمپ میں جا پہنچی اور وہاں کیمپ میں تقریر کی اس روز صحافیوں نے پیمرا ہیڈ کوارٹر تک مارچ کیا جبکہ مختلف شہروں میں بھوک ہڑتالی کیمپ لگائے گئے اور سرکاری تقریبات کا بائیکاٹ کیا گیا۔ صحافیوں کا احتجاج مسلسل جاری رہا تاہم 17 نومبر کو ملک اور بیرون ممالک صحافی تنظیموں نے شدید احتجاج کیا۔ لاہور میں پریس کلب کے باہر پی یو جے کا سڑک پر لیٹ کر دھرنا دیا گیا کراچی میں گورنر ہاؤس تک مارچ امریکی برطانوی بھارتی اور خلیجی ممالک کے میڈیا نے جیو پر پابندی کو شہ سرخیوں کے ساتھ نشر اور شائع کیا۔

میڈیا کے کردار کے حوالے سے بات ہو گی تو محترم مجید نظامی، میر شکیل، مجیب الرحمٰن شامی، ضیاء شاہد خوشنود علی خان بطور مالکان ان کی جرأت کو سلام کرنا لازم ہے۔ یہ لوگ کسی لالچ میں آئے، نہ دھونس اور دھمکی میں، ان لوگوں نے اپنے اخبارات اور چینلز پر وکلاء تحریک کی بھرپور کوریج کی۔ جنگ گروپ کو خصوصی طور پر جرأت رندانہ کا مظاہرہ کرنے پر اربوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا۔ اس کے کارکنوں پر پابندیاں عائد کر دی گئیں، معروف کمپیئرز ڈاکٹر شاہد مسعود، حامد میر، کامران خان کے مشہور پروگرام بند کر دیئے گئے۔ ڈاکٹر شاہد مسعود نے جیو چینل کو مزید نقصان سے بچانے کیلئے رضاکارانہ طور پر استعفیٰ دے دیا۔

آج اور اے آر وائی کے طلعت حسین اور کاشف عباسی کو بھی مشرف حکومت نے ٹارگٹ بنایا۔ لیکن کسی ایک نے بھی حق کی بات کہنے سے احتراز نہ کیا۔ کالی بھیڑیں ہر جگہ ہوتی ہیں لیکن مجموعی طور پر جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کی تحریک کے حوالے سے میڈیا کا کردار پاکستان کی تاریخ کا سنہری باب ہے۔

مبینہ طور پر صدر آصف علی زرداری کے حکم پر جیو نیوز پر پابندی لگائی گئی تو 13 مارچ 2009ء کو وزیرِ اطلاعات ونشریات شیری رحمان نے استعفیٰ دیدیا۔ بتایا گیا تھا کہ پیمرا کو پابندی کے احکامات براہِ راست ایوانِ صدر سے جاری ہوئے تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

وکلاءتحریک کی معراج

وکلاءتحریک کا آغاز 9 مارچ 2007ءکو جسٹس افتخار محمد چودھری نام نہاد معزولی کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ پھر تیزی سے یہ تحریک کئی مراحل طے کرتے کرتے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہی۔ 9 مارچ 2007ءکو کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ صدر پرویز مشرف اپنے غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اخلاقی اقدام کے محض ڈیڑھ سال سے بھی قبل اپنی مضبوط کرسی سے نیچے آرہیں گے۔

سات اگست 2008ءکو حکومتی اتحاد نے صدر پرویز مشرف کے خلاف مواخذے کا اعلان کر دیا۔ اعلان کرنے کے موقع پر پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری، مسلم لیگ ن کے قائد میاں محمد نواز شریف، اے این پی اور جمیعت العلمائے اسلام کے رہنما موجود تھے۔ متفقہ اعلامیہ آصف علی زرداری نے پڑھ کر سنایا۔

مواخذے کے اعلان پر نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں ہلچل مچ گئی۔ ایوانِ صدر لرزنے لگا۔ صدر مشرف اور ان کے ساتھیوں نے مواخذے کا بڑی شدومد سے مقابلے کا بار بار اعلان کیا۔ دونوں طرف سے جتنے سرعت اور تیزی سے صف بندی کی گئی تھی' حالات اس تیزی سے بدلے کہ مواخذے کے لئے چارج شیٹ کی تیاری جاری تھی کہ 18 اگست کو صدر پرویز مشرف نے استعفے کا اعلان کر دیا۔

صدر مشرف کو استعفے پر مجبور کر دینا وکلاءتحریک کی عظیم ترین کامیابی تھی۔ وکلاءتحریک نے مشرف کی ناکامی کی ابتدا عوام میں آزاد عدلیہ کے قیام کا شعور پیدا کر کے تین نومبر سے بہت پہلے رکھ دی تھی۔ تین نومبر کے اقدام سے مشرف نے اس بنیاد کو مزید مضبوط کر دیا۔ 18 فروری کو عوام نے ووٹ کی

Marfat.com

طاقت سے مشرف کے اقتدار سے علیحدگی کے فیصلے پر مہر ثبت کر دی۔ بالآخر 18 اگست کو مواخذے کی دھمکی نے صدر مشرف کے سیاسی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیا اور وہ استعفیٰ دے کر چلتے بنے، یہ واقعی وکلاء تحریک کی معراج تھی۔ لیکن صدر مشرف کا استعفیٰ بد قسمتی سے وکلاء تحریک کی منزل نہ بن سکا۔

7 اگست کو صدر مشرف کے مواخذے کا اعلان ہوا تو ساتھ ہی یہ خوش خبری بھی قوم کو سنائی گئی کہ مواخذے کے فوری بعد تمام معزول ججوں کو بحال کر دیا جائے گا۔ مشرف استعفیٰ دے کر چلے گئے تو ججوں کی بحالی کا مسئلہ پھر سے لٹکانے کی کوشش کی گئی تو مسلم لیگ ن کے شدید احتجاج پر اسفند یار ولی اور مولانا فضل الرحمٰن پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی جس کو 72 گھنٹے میں ججوں کی بحالی کی سبیل نکالنے کی ذمے داری سونپی گئی۔ مولانا فضل الرحمٰن کے 22 اگست کو دیے گئے اس بیان سے قوم ششدر رہ گئی ''زرداری صاحب کہتے ہیں کہ جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت عدلیہ کی فوری بحالی ممکن نہیں، مجبوری ہے، پرویز مشرف کو استعفے پر مجبور کرنے والی قوتوں کا تعاون معزول ججوں کی بحالی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے''۔ اگلے روز اسفند یار ولی نے کہا کہ ججوں کی بحالی کے لئے بنائی گئی کمیٹی کا کردار ختم ہو گیا ہے۔

نواز شریف نے ایک بار پھر بدھ 27 اگست تک ججوں کی بحالی کی ڈیڈ لائن دی۔ یہ ڈیڈ لائن انہوں نے 21 اگست کو دی تھی۔ مولانا فضل الرحمٰن کے حوالے سے آصف زرداری کے خیالات سامنے آئے تو انہوں نے 23 اگست کو یہ مطالبہ کر دیا کہ جج 25 اگست کو بحال کئے جائیں اور اس کے بارے میں پیپلز پارٹی آج ہی یعنی 23 اگست کی رات تک انہیں آگاہ کرے۔ پیپلز پارٹی نے اس سے معذوری ظاہر کی۔ 23 اگست کو ہی پیپلز پارٹی نے آصف علی زرداری کو صدارتی امیدوار نامزد کر دیا۔

صدر پرویز مشرف کے استعفے جو منزل قریب آ گئی تھی وہ ایک بار پھر دھندلا گئی۔ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر اعتزاز احسن نے صدر مشرف کے استعفے پر اعتزاز احسن نے بار ایسوسی ایشن کی عمارتوں سے سیاہ پرچم اتارنے کا اعلان کیا تھا، ان کو یہ اعلان 23 اگست کو ججوں کی بحالی کر راہ میں رکاوٹیں دیکھ کر واپس لینا پڑا۔ 25 اگست پیر کے روز سے وکلاء نے بار ایسوسی ایشن کی عمارتوں پر پھر سے سیاہ پرچم لگا دیئے۔

☆☆☆

Marfat.com

وکلاء تحریک میں اعتزاز فیملی کا کردار

چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کیخلاف صدارتی ریفرنس دائر کیا گیا اور بعد ازاں نومبر میں ساٹھ ججوں کو برطرف کرنے کے لئے ایمرجنسی لگائی گئی تو ان دونوں اقدامات کے خلاف احتجاج اور ان کی بحالی کے لئے سڑکوں پر آ گئے۔ تحریک کے لئے وکلاء کو جانی و مالی قربانی دینا پڑی کئی معذور ہوئے، کئی آج بھی ہسپتالوں میں زیرِ علاج ہیں۔ اس تحریک میں ہر وکیل عزم کے حوالے سے افتخار محمد چودھری اور جدوجہد کے حوالے سے اعتزاز احسن تھا۔ جسٹس افتخار محمد چودھری اور ان کے ساتھیوں کی بحالی کے معاملے میں جہاں وکلاء رہنماؤں کا کردار سنہری الفاظ میں قلم بند کرنے کے قابل ہے، وہیں چودھری اعتزاز احسن بلا شبہ جدوجہد کا سمبل بن کر سامنے آئے۔ اس جدوجہد میں ان کا پورا خاندان شامل تھا۔ 3 نومبر کو ان کو گرفتار کیا گیا تو ان کی اہلیہ بشریٰ اعتزاز نے میدانِ جہد میں نکل کر ان کی کمی پورا کرنے کی کوشش کی، جہاں یہ جوڑا پاکستان میں عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی بحالی کو علم اٹھائے ہوئے تھا وہیں ان کا صاحبزادہ علی احسن امریکہ اور ان کی صاحبزادی سوئٹزرلینڈ میں جدوجہد جاری رکھے ہوئے تھے۔ بشریٰ اعتزاز۔۔۔ اعتزاز احسن کی گرفتاری کے بعد میدانِ عمل میں آئیں تو ان کی رہائی کے بعد بھی وہ جہدِ مسلسل میں مصروف رہیں۔

چودھری اعتزاز احسن کی نظر بندی کے خلاف 27 جنوری کو وکلاء سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کے افراد نے احتجاجی ریلی نکالی اور زمان پارک میں انکی رہائش گاہ کے باہر مظاہرہ کیا' مسز بشریٰ اعتزاز کی قیادت میں اعتزاز احسن کی رہائشگاہ سے شروع ہونے والی ریلی مال روڈ پر اختتام پذیر ہوئی۔ جسٹس (ر) ناصرہ جاوید اقبال، نائب صدر سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن غلام نبی بھٹی ایڈووکیٹ، اظہر صدیق ایڈووکیٹ، تحریک انصاف پنجاب کے صدر احسن رشید، پیپلز پارٹی کے

Marfat.com

رہنما فاروق طارق، اعجاز شیخ' شاہد امتیاز' سول سوسائٹی کے افراد ڈاکٹر یاسمین راشد' حامد زمان خان' مسلم لیگ (ن) تحریک انصاف اور دیگر جماعتوں کے کارکنوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ عدلیہ کی آزادی اور چودھری اعتزاز احسن کی رہائی کیلئے نعرہ بازی کی گئی۔شرکاء نے پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جن پر عدلیہ کی بحالی اور حکومت مخالف نعرے درج تھے۔شرکاء نے اعتزاز احسن کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔ بشریٰ اعتزاز نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا'' ملک فرد واحد کی ہٹ دھرمی اور انا کی وجہ سے شدید بحران میں مبتلا ہے۔ بے روزگاری' غربت' سماجی تشدد اور دہشت گردی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔حکمرانوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے امریکہ سے اربوں ڈالر ہتھیا کر ذاتی اور سیاسی مفادات کیلئے استعمال کئے۔انتظامیہ کی بدعنوانی اور بدنظمی نے آٹا' چینی' گھی' بجلی' گیس' پانی ودیگر ضروریات زندگی ناپید کردی ہیں۔ان گھمبیر مسائل سے عوام کی توجہ ہٹانے اور اپنے مفادات کی خاطر الیکشن ملتوی کرانے کیلئے بے نظیر بھٹو کو شہید کیا گیا۔آزاد عدلیہ کو برطرف کر کے مشرف نے نہ صرف اپنے غیر قانونی اقتدار کو بڑھایا بلکہ مزید دھاندلیوں کیلئے راستہ ہموار کیا۔ہم کسی بھی صورت حکمرانوں کے سامنے نہ جھکیں گے بلکہ اس وقت تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے جب تک آمریت کا خاتمہ جمہوریت بحال اور ملک میں آئین اور قانون کی بالادستی کیساتھ عدلیہ بحال نہیں ہوجاتی۔ہم آئینی چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری سے رہائشگاہ خالی کروانے کیلئے نوٹس دینے کی بھی شدید مذمت کرتے ہیں وہ وقت دور نہیں جب افتخار محمد چوہدری سمیت دیگر ججز اپنے عہدوں پر دوبارہ بیٹھیں گے''۔

وکلاء نے 9 مارچ کو جسٹس افتخار محمد چودھری کے عہدے پر پہلی بار شب خون مارے جانے پر ایک سال مکمل ہونے پر ہفتہ سیاہ منایا۔شہر شہر جلسے جلوس ہوئے اور ریلیاں نکالی گئیں،جن سے بشریٰ اعتزاز نے بھی خطاب کئے،9 مارچ کو ہفتہ سیاہ کے پہلے روز لاہور میں جہاں اعتزاز احسن پورا دن مصروف رہے وہیں بشریٰ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے محترمہ نے کہا'' 20 جولائی آئی تو ہم سمجھے کہ ملک دوبارہ آزاد ہوگیا ہے مگر 20 جولائی کی خوشی کسی کو راس نہیں آئی۔اب ہمیں اپنی جدوجہد کو مہمیز دینا ہوگی تاکہ وہ سیاسی قوتیں جو ہمارے ووٹ سے پارلیمان میں پہنچی ہیں ان کو باور کرایا جاسکے کہ ہم اپنے حقوق کا تحفظ کرنا جانتے ہیں اور ہمیں اس کالے ہفتے میں بھرپور شرکت کر کے ثابت کرنا ہوگا کہ پاکستان کے طول وعرض میں موجود لوگ ججوں اور انصاف کی بحالی چاہتے ہیں اور وہ اس میں کوئی تاخیر برداشت نہیں کرینگے۔اب ہماری

Marfat.com

منزل قریب ہے انشاء اللہ جیت ہماری ہوگی۔ جب چیف جسٹس افتخار محمد چودھری اسلام آباد میں سپریم کورٹ میں اپنی نشست پر براجمان ہونگے تو ہم لوگ باہر کھڑے ہوکر قومی ترانہ اور ملی نغمے گائیں گے اور بتائیں گے کہ پاکستان کے شہری اپنے حقوق لینا جانتے ہیں''۔

صدر مشرف کی طرف سے ایمر جنسی کے نفاذ کی وضاحت کے لئے کرکٹ بورڈ کے چیئرمین ڈاکٹر نسیم اشرف، نگران وفاقی وزیر سیاحت وامور نوجوانان بیرسٹر محمد علی سیف اور کشمالہ طارق پر مشتمل امریکہ روانہ کیا۔ وفد کو اس وقت مشکلات اور خجالت کا سامنا کرنا پڑا جب اس نے پاکستان میں ایمر جنسی کے نفاذ کی وجوہات بیان کرتے ہوئے سپریم کورٹ پر حکومت کو غیر مستحکم کرنے کا الزام لگایا۔ ایشیاء سوسائٹی کے اجتماع میں ان پر حقائق کو مسخ کرنے کے الزامات حتیٰ کہ ان کو جھوٹا قرار دیا گیا۔ ماحول میں اس وقت تلخ ہوگیا جب کشمالہ طارق اور وفاقی وزیر بیرسٹر سیف نے جسٹس افتخار محمد چودھری اور جسٹس خلیل الرحمن رمدے پر اعتزاز احسن کے ساتھ مل کر صدر مشرف کو فارغ کرنے کی سازش کا الزام لگایا اور کہا کہ نواز شریف ان کے سرپرست تھے۔ بیرسٹر سیف نے کہا کہ اعتزاز احسن جسٹس پارٹی بنانے کی کوشش کر رہے تھے جس کا مقصد جسٹس افتخار کو صدر بنانا تھا۔ وکلاء کی تحریک کو سیاسی پارٹیوں کی حمایت حاصل تھی جو ان کی ریلیوں میں اپنے جھنڈے لہراتی تھیں۔ اس موقع پر انہوں نے نواز شریف کی طرف سے ججوں کے گھروں کا دورہ کرنے کی نشاندہی کی۔ بیرسٹر سیف نے کہا کہ اعتزاز ایک سیاسی کارکن ہیں جو سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر ہیں ان کا دعویٰ تھا کہ یہ پیشہ وارانہ تنظیم نہیں ہے۔ انہوں نے جسٹس افتخار محمد چودھری پر مس کنڈکٹ اور کرپشن کے الزامات بھی لگائے۔ اس موقع پر اعتزاز احسن کے بیٹے علی احسن کھڑے ہوگئے اور انہوں نے وفد کو کھری کھری سنائیں۔ وہ خصوصی طور پر بیرسٹر سیف پر برس پڑے اور کہا کہ وہ جھوٹ بول کر رائے عامہ کو گمراہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے والد آج بھی زیر حراست ہیں اور ان کو تنہائی میں رکھا گیا ہے۔

صدر مشرف ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے سوئٹزر لینڈ گئے وہیں مسٹر اعتزاز احسن کی صاحبزادی اپنی ملازمت کے سلسلے میں متعین ہیں۔ صدر مشرف نے ان کو ملاقات پر بلا کر کہا کہ وہ اپنے کو جسٹس افتخار محمد چودھری کی حمایت سے دستبردار ہونے کو کہیں۔ مبینہ طور پر مشرف نے ان کو دھمکیاں بھی دیں لیکن اعتزاز احسن کی صاحبزادی نے ان دھمکیوں کا کوئی اثر نہ لیا اور واضح کر دیا کہ ان کے والد جو کر رہے ہیں وہ بالکل ٹھیک کر رہے ہیں۔

Marfat.com

احتجاج۔۔مظاہرے۔۔تشدد۔۔گرفتاریاں

ایمر جنسی کے نفاذ کے بعد حکومت نے بڑے پیمانے پر سیاسی کارکنوں وکلاء اور صحافیوں سمیت سول سوسائٹی کے لوگوں کی گرفتاری کا سلسلہ شروع کیا۔ ایمر جنسی کے نفاذ کے بعد سے دو دن میں ہزاروں کی تعداد میں گرفتاریاں کی گئیں۔ گرفتار ہونے والوں میں جاوید ہاشمی، حمید گل، اعتزاز احسن، منیر اے ملک، محمود خان اچکزئی، قادر مگسی، طارق محمود، ابرار حسن سمیت مسلم لیگ (ن)، جماعت اسلامی، تحریک انصاف، خاکسار تحریک سمیت دیگر جماعتوں کے رہنما اور کارکن شامل تھے۔۔ ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب چودھری خادم حسین قیصر نے ایمر جنسی کے خلاف استعفیٰ دے دیا۔ استعفیٰ دینے کے بعد وہ اسلام آباد میں پریس کانفرنس کرنے کیلئے جا رہے تھے کہ سیکٹر آئی 9 سے پولیس نے ان کو گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا۔ پولیس نے کئی جگہوں پر مطلوبہ افراد نہ ملنے پر ان کے ملازم، رشتے دار گرفتار کر لئے۔ جاوید ہاشمی کو ملتان، حمید گل کو راولپنڈی، منیر اے ملک کو اسلام آباد سے گرفتار کیا گیا۔ خواجہ آصف کو سیالکوٹ میں نظر بند کیا گیا۔ مسلم لیگ (ن) کے گڑھ اندرون شہر سے پولیس گھروں کے دروازے کھول کر عورتوں سے بدتمیزی اور متعلقہ بندہ نہ ملنے پر بھائی، ملازم، بیٹے کو گرفتار کرتی رہی۔ زعیم حسین قادری کے گھر میں چھاپہ مار کر ان کے ملازم صلاح الدین کے گھر چھاپہ مارا مگر وہ ہاتھ نہ آیا تو اس کے 15 سالہ بیٹے کو پکڑ لیا۔ مسلم لیگی رہنما ماجد ظہور کے بھائی کو پکڑ لیا گیا۔ سابق ایم این ایز پرویز ملک، خواجہ سعد رفیق، سردار ایاز صادق کے گھروں کے باہر پولیس کی بھاری نفری موجود رہی مگر وہ قابو نہ آئے۔

ایمر جنسی کے نفاذ کے بعد 3 نومبر کو ہی اپوزیشن جماعتوں اور وکلا کی طرف سے احتجاج کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ 4 نومبر اتوار کو ملک بھر میں مظاہرے شروع ہو گئے۔ وکلا نے ہر شہر میں جلسے جلوس کئے

Marfat.com

اور اگلے روز پیر کو یوم سیاہ منانے کا اعلان کیا۔ جماعت اسلامی نے اتوار کو لاہور میں ریلی نکالی دیگر شہروں میں بھی سیاسی جماعتوں نے مظاہرے کئے۔ اس روز ملک بھر میں کریک ڈاؤن کر کے ہزاروں افراد کو گرفتار کر لیا گیا تاہم عمران خان روپوش ہو گئے جن کو حکومت کئی روز تک تلاش کرتی رہی لیکن وہ کسی کے ہاتھ نہ آئے۔ وہ پریس کانفرنس بھی کر گزرتے تھے۔ بالآخروہ 15 نومبر کو جمعیت کے رہنماؤں کی سازش کا شکار ہو کر گرفتار ہو گئے۔

این جی اوز اور سیاسی جماعتوں نے وکلاء کے یوم سیاہ میں بھرپور حصہ لینے کا اعلان کیا 5 کو پورا ملک سراپا احتجاج تھا۔

حکومت نے اس احتجاج کو ناکام بنانے کیلئے بے تحاشا گرفتاریاں کیں لاہور میں تو ہیومن رائٹس کمشن کا دفتر بھی حکمرانوں کو دہشت گردی کا گڑھ نظر آیا۔ جہاں 19 گاڑیوں نے آپریشن کر کے صحافیوں سمیت 70 افراد کو گرفتار کر لیا اس موقع پر پولیس نے دفتر پہنچتے ہی گارڈز کو تشدد کا نشانہ بنایا اور ان کو مارتے ہوئے دفتر میں گھس گئی اور رہنماؤں کو گھسیٹتے ہوئے باہر لائی۔

آئی اے رحمٰن اور عاصمہ جہانگیر کو ایک ماہ کی نظر بندی کا حکم سنایا گیا تاہم اس سے عرصہ قبل ہی ان کو رہا کر دیا گیا اس موقع پر گرفتار ہونیوالوں میں حسین نقی، اقبال حیدر، شاہد حفیظ کاردار، راؤ حمید خان، مقبول احمد خان، ڈاکٹر مبشر حسن، امتیاز عالم چودھری، ارشاد احمد خان، میجر جنرل (ر) راؤ حشمت خان شامل تھے۔

پانچ نومبر کو وکلا کی کال پر ملک بھر میں یوم سیاہ منایا گیا۔ لاہور میں گرفتار کئے گئے 400 وکلا کو دہشت گردی کی عدالت نے جوڈیشل ریمانڈ پر جیل بھیج دیا۔ ان وکلا کا جرم یوم سیاہ منانا اور عدالتوں کا بائیکاٹ تھا۔ منگل 6 نومبر کو پنجاب کی مختلف جیلوں میں 613 وکلا اور سیاسی لوگ لائے گئے جن پر پولیس مقابلہ اور دہشت گردی کی دفعات لگائی گئی تھیں۔ جب وکلا کو دہشت گردی کی عدالت میں پیش کیا جا رہا تھا تو ایک پولیس افسر نے بڑھک ماری کہ ان کی کوئی پیروی نہ کرے۔ اس موقع پر ''دہشت گردوں'' کے لئے ان کے لواحقین کی طرف سے لایا جانے والا کھانا بھی نہ دینے دیا گیا۔

ججوں کی سبکدوشی کو وکلا تو کیا کوئی بھی طبقہ قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔ وکلا نے مسلسل تحریک کا اعلان کر دیا تھا۔ 6 نومبر کو پھر وکلا نے ملک گیر احتجاج کیا اور عدالتوں کا بائیکاٹ کیا۔ احتجاج روکنے کیلئے پولیس نے عدالتوں کو محاصرے میں لے لیا تھا اس موقع پر ملک بھر میں سینکڑوں وکلا کو گرفتار کر لیا

Marfat.com

گیا۔ لاہور سے 60 کو باقاعدہ گرفتار کیا گیا۔ مزید کی گرفتاری کیلئے چھاپے جاری رہے۔ لیاقت بلوچ اور حافظ سلمان بٹ بھی گرفتار کر لئے گئے۔

سات نومبر کو بھی وکلا نے عدالتوں کا بائیکاٹ کیا اور مظاہرے جاری رکھے اس روز وکلاء نے مزید 3 روز تک عدالتی بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ کوئٹہ کراچی پشاور راولپنڈی اور دیگر شہروں میں بھی وکلا کی ہڑتال جاری رہی۔ پاکستان بار کونسل، سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن اور وکلا کی تمام چھوٹی بڑی تنظیموں نے مختلف اوقات میں اعلان کیا تھا کہ وہ پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججوں کی عدالتوں میں پیش نہیں ہوں گے۔

اے پی ڈی ایم کے 9 نومبر کے مظاہروں میں پولیس نے لاٹھی چارج کیا اس دن سعد رفیق سمیت ن لیگ اور پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو گرفتار کیا گیا۔ وکلا نے عدالتوں کا بائیکاٹ جاری رکھا۔ ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل خادم حسین قیصر کے بعد 10 نومبر کو ڈپٹی اٹارنی جنرل یاور علی خان نے بھی استعفیٰ دے دیا۔

☆☆☆

وکلا پر تشدد کی ایک جھلک

وکلاء پر بہیمانہ تشدد کی ایک جھلک جسٹس (ر) فخر النساء کھوکھر کے ایک آرٹیکل میں ملاحظہ فرمائے جو انہوں نے ”ایمرجنسی ...... مارشل لاء ...... وکلاء“ کے عنوان سے نوائے وقت میں لکھا تھا؛

5 نومبر کو جو پولیس ایکشن ہائیکورٹ کے احاطے بالخصوص بار روم، لیڈیز بار روم، ہائیکورٹ ڈسپنسری میں دیکھا۔ جس طرح پولیس بار روم اور اس سے ملحقہ کمروں میں زبردستی گھس رہی تھی، دروازے توڑ رہی تھی، اندھا دھند بلا کم و کاست لاٹھیاں برسا رہی تھی، آنسو گیس کے شیل پھینک رہی تھی مجھے ”جلیانوالہ“ کی یاد آگئی۔ فرق اتنا تھا کہ وہاں لاشوں کے ڈھیر انگریز سے آزادی مانگ رہے تھے یہاں خون میں لت پت وکلاء کے ڈھیر قانون کے محافظوں سے اپنے عوام کے حق ووٹ، عدلیہ کے Massacre اور آئین کی پامالی کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے۔ میری خاطر مدارت تو اس لاٹھی نے کی جو ایک گرے ہوئے وکیل کو بچاتے ہوئے میری داہنی ٹانگ پر لگی اور باقی لاٹھیاں میں نے ڈسپنسری میں پٹی کروانے کے انتظار میں ہٹلر ٹائپ کی خاتون محرر سے سر اور ہاتھوں پر کھائیں۔ اگر ایک نوجوان اس کی لاٹھی نہ پکڑتا تو نہ جانے کیا ہوتا۔ اس دوران میں نے

Marfat.com

کونے میں لرزاں ڈان کی رپورٹر شہر بانو کو دیکھا۔ آج اسی زخمی ہاتھ سے جب میں یہ چند سطور لکھ رہی ہوں تو مجھے یاد آتا ہے انہی پولیس والوں کی Promotion کیلئے میں نے ایک فیصلہ جو میری کتاب "My Judgement" میں موجود ہے اور سپریم کورٹ سے Maintain ہوا اور خواتین کے بارے میں کئی فیصلے لکھے جو دنیا بھر میں مشہور ہوئے۔ سر میں لگنے والے ڈنڈے اور گرفتاری نے بہت سی پرانی یادیں تازہ کردیں۔ مجھے یاد آرہا ہے کہ ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دوران میں ملٹری کورٹس میں سیاسی انڈر ٹرائل ورکرز کے کیس کررہی تھی تو مجھے گرفتار کرکے پولیس کی ٹرک ٹائپ گاڑی میں سوار کیا جارہا تھا میری 8 سال کی بچی جس نے اپنی ڈیڑھ سال کی بہن کو اٹھایا ہوا تھا اس نے روتے ہوئے کہا "فکر مت کریں میں بڑی ہو کر سپر نٹنڈنٹ پولیس بنوں گی اور تمہیں مزہ چکھادونگی"۔

میں اسے کبھی فراموش نہیں کرسکی اور 5 نومبر کو دوسرا منظر جہاں پولیس وحشیانہ انداز میں ادھر ادھر بھاگ کر وکلاء پر لاٹھی برسا رہی تھی اور شیلنگ ہو رہی تھی۔ میں نے بھاگتے دو پولیس والوں کو دیکھا جو خرافات بکتے ہوئے کہ "کتھے اے حرامزادیاں دا بار روم؟" یہ کہتے ہوئے وہ بار کی Toilet میں گھس گئے، شاید وہ اپنے صحیح مقام پر گھسے۔ بعد میں مجھے ایک خاتون وکیل سے معلوم ہوا کہ انہوں نے لیڈیز بار روم کے شیشے اور دروازے توڑے، وہاں بھی خواتین کو خرافات بکیں اور انہیں گرفتار کرکے لے گئے......!

یہ سب کچھ ہو رہا تھا، لاٹھی چارج، شیلنگ، توڑ پھوڑ اور پنجاب کا چیف جسٹس اپنی کورٹ میں موجود تھا۔ حکومت کا جو وومن پروٹیکشن کا بل پاس کروا کر دنیا کو دکھاتے ہیں کہ پاکستانی عورت کتنی Protected ہے۔ میری گرفتاری کے بعد جب 5 گھنٹے میو ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں پولیس دو گھنٹے اور میو ہسپتال کے I.C.U میں میرے ہمراہ رہی اور پھر غائب ہوگئی نامعلوم وجوہ کی بناء پر تو مجھے معلوم ہوا کہ بیشمار وکلاء گرفتار ہو چکے ہیں اور کئی قانون کے محافظ بھی زخمی ہوئے ہیں۔

وکلاء کس کی جنگ لڑ رہے ہیں؟ کیا وزارتیں انہیں مل گئیں یا صدارت یا وزارت عظمیٰ؟...... وکالت ایک قانونی سسٹم کا نام ہے۔ پوری دنیا میں لیگل سسٹم بہت باوقار، بارعب اور قانون اور عدلیہ کا محافظ سمجھا جاتا ہے۔ اس ملک میں جہاں کے 75 فیصد لوگ ان پڑھ ہیں، غربت اور افلاس کی چکی میں پسے ہوئے ہیں، اپنے حقوق سے ناآشنا یہ لوگ 60 سال سے کسی نہ کسی آمر کے ہاتھوں لٹتے اور پٹتے رہے ہیں اور اپنے جمہوری مینڈیٹ سے محروم رہے۔ مارشل لاء، ایمرجنسی، آمر، آئین کا

Marfat.com

قتل، عدلیہ کا قتل، میڈیا کا قتل، ٹی وی چینلز بند کرنے یہ سب اختیارات ایک فرد واحد کو کس نے دیئے؟ کس قانون نے دیئے؟ اب اٹارنی جنرل ملک قیوم کہتے ہیں کہ لیگل پریکٹیشنرا یکٹ سے ماورا ایک نوٹیفکیشن جاری ہوگا جہاں وکلاء کا لائسنس ہائیکورٹ کینسل کر یگی ہائی کورٹ بحال کریگی (بعد ازاں ملک صاحب نے اس پر عمل درآمد بھی کر دکھایا اور کئی معروف وکلا کے لائسنس بھی منسوخ ہوئے)۔ یہ بات ملک قیوم صاحب کہہ رہے ہیں انہیں مجبوراً عدالتی عہدے سے استعفیٰ دینا پڑا مگر بار نے انہیں عزت سے نواز اور سپریم کورٹ بار کا صدر بنایا۔ یہ الیکشن میرے تحت ہوئے تھے اس وقت میں بار کی صدر تھی اگر میں ان کے 172 ووٹ جو انڈر چیلنج تھے کینسل کر دیتی تو وہ کبھی صدر نے بن سکتے تھے مگر آج وہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ بار کے منتخب اداروں پنجاب بار کونسل، سندھ بار کونسل، بلوچستان بار کونسل اور سرحد بار کونسل کے اختیارات منسوخ کر دیئے جائیں اور ان کی اپیلٹ باڈی کے اختیارات بھی چھین کر عدلیہ کو دے دیئے جائیں' کیا یہ جلتی پر تیل چھڑکنے کے مترادف نہیں؟ عدلیہ تو پہلے ہی قتل ہو چکی۔ باضمیر Unprecedented طریقے سے عہدوں سے اتارا، گھروں میں نظر بند کر دیا گیا، یہ کیا بہیمانہ طریقہ ہے! پاکستان میں کیا جنگل کا قانون نافذ کر دیا گیا؟ فریڈم آف ایکسپریشن جسے آزادئ صحافت کہتے ہیں وہ یک جنبش قلم موقوف کر کے تمام ٹی وی چینلز بند کر دیئے گئے، آزادی صحافت اور Freedom of Expressiom تو Universal حقوق ہیں، کبھی اور کسی صورت میں بھی موقوف نہیں ہوتے، انہیں تو چارٹر آف یونائیٹڈ نیشنز کی سرپرستی حاصل ہے، ایمرجنسی کی صورت میں آرٹیکل 8 جس کے تحت آئین پاکستان بنیادی حقوق سے متصادم ہر قانون کو کالعدم قرار دیتی ہے، آرٹیکل 9 جس کے تحت Security of Person اور آرٹیکل 10 "Safe Guard as to Arrest and Defend" بحال رہتے ہیں، ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ بحال رہتی ہیں، صوبائی اسمبلیاں اور دیگر ایوان یا پارلیمانی نظام موقوف نہیں ہوتا۔ اس صورتحال میں جو کچھ ہوا ہے جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کیا ہے؟ ایک جج کی حیثیت سے ایک جج کوئی مقدمہ سن رہا ہوتا ہے تو چیف جسٹس کی مجال نہیں کہ اس سے مقدمہ واپس لے لے البتہ جج خود یہ مقدمہ نہ سننا چاہے تو اور بات ہے اور یہاں سپریم کورٹ کے 11 ججز ہٹا دیئے گئے اور 7 ججوں کا فیصلہ جس کی رو سے ایمرجنسی غیر قانونی تصور ہوئی اور پی سی او کے تحت ججوں سے اوتھ اٹھانا بھی غیر آئینی اور غیر قانونی قرار پایا۔ اسے اپنی مرضی کے ججوں کے پاس پیش کرنا انتہائی بدقسمتی اور ان ججوں سے بھی ناانصافی

Marfat.com

کی بات ہے۔

پاکستان میں قانونی اور جمہوری Process جاری ساری رہنا چاہئے۔محترمہ بے نظیر بھٹو وطن واپس آئیں تو کس المیہ سے دوچار ہوئیں۔پاکستان پاکستانی عوام کا ہے کسی فرد واحد کا نہیں۔آپ اگر Terrorism سے لڑنا چاہتے ہیں تو اس کا واحد حل جمہوری اداروں، جمہوریت کی مضبوطی اور Free and Fair الیکشن ہیں۔سیاسی عمل کو سبوتاژ کرنا ایک جرم ہے اور آئین سے غداری ہے،عوام سے غداری ہے۔صحافت کو قتل کرنا U.N.O کے Mandate سے غداری ہے۔آرٹیکل 15, 16, 17, 18 معطل ہیں۔اصل مطالبہ تو یہی ہے کہ آزادی صحافت کو بحال کیا جائے،ملک میں Free & Fair الیکشن کروائے جائیں،ایمرجنسی ختم کر کے 3 نومبر سے پہلے کے ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ میں جج بحال کیے جائیں،پرائیویٹ چینل بحال ہوں۔

اعتزاز احسن جو وکلاء کے بھاری مینڈیٹ سے سپریم کورٹ کا صدر بنا آج اڈیالہ جیل میں ہے۔

اعتزاز کی میں بہت عزت کرتی ہوں لکھپت جیل وہ اور ان کی بیوی ہمیں متواتر کھانا بھیجا کرتی تھیں حالانکہ وہ خود بھی نظر بندی سے نکلا تھا۔میاں بیوی انتہائی سادہ پیارے ہیں اسی لئے وہ اپنی Community میں باوقار ہے،لوگوں کے دلوں میں بستا ہے۔

اس تمام صورتحال میں اگر وکیل جو ایک لیگل سسٹم کا حصہ ہیں عوام کی،صحافت کی،ملک میں غیر جمہوری،غیر آئینی،اقدام کی،عدلیہ کے قتل کی جنگ نہ لڑیں تو کیا کریں؟ قربانیاں تو دینی ہونگی، سر تو پھٹیں گے،فخر النساء کی ''خاطر مدارت'' تو ہوگی کیونکہ وہ سچے اور بہادر کالے کوٹ والوں کیساتھ رہنا چاہتی ہے،اسی نظام کا حصہ ہے،اسی نظام کے ساتھ مرے گی!

شوق برہنہ پا چلتا تھا اور رستے پتھریلے تھے
گھستے گھستے گھس گئے آخر کنکر جو نوکیلے تھے

☆☆☆

Marfat.com

آل پاکستان نمائندہ وکلاء کنونشن

سات دسمبر کو لاہور میں آل پاکستان نمائندہ وکلاء کنونشن میں وکلاء رہنماؤں کی طرف سے آئندہ انتخابات کو فراڈ قرار دیتے ہوئے تمام سیاسی جماعتوں سے بائیکاٹ کا مطالبہ کیا۔ پنجاب بار کونسل کے زیر اہتمام منعقدہ کنونشن میں پاکستان بار کونسل، سپریم کورٹ بار، لاہور ہائیکورٹ بار اور لاہور بار کے علاوہ ملک بھر سے بار ز ایسوی ایشنز کے منتخب نمائندوں نے بھرپور شرکت کی۔ اس موقع پر طلبہ کی طرف سے وفد نے بھی وکلاء سے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے کنونشن میں شرکت کی۔ جبکہ شرکاء سے حامد خان، مرزا عزیز اکبر بیگ، ارباب احمد سید، محمد احسن بھون، محمد شاہ، جسٹس (ر) ناصرہ جاوید جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن خان، حافظ عبدالرحمٰن انصاری، خان محمد سعید، عبدالستار قاضی اور دیگر نے خطاب کیا۔ کنونشن میں سپریم کورٹ بار کے صدر اور اسیر وکلاء رہنما چودھری اعتزاز احسن نے وکلاء کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ وکلاء تحریک ایک مثالی تحریک ہے جس کی مثال پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی، اس مثالی جدوجہد پر وکلاء برادری کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے، یہ تحریک ہر صورت کامیابی سے ہمکنار ہوگی، انہوں نے کہا کہ عدلیہ کی آزادی اور قانون کی حکمرانی کی جنگ جاری رہے گی، پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے جج صاحبان بھی اس تحریک میں وکلاء کے ساتھ شامل ہیں، اعتزاز احسن کا یہ پیغام پنجاب بار کونسل کے وائس چیئرمین طارق جاوید وڑائچ نے پڑھ کر سنایا۔ طارق جاوید وڑائچ نے کہا کہ پاکستان بار کونسل نے قرار دیا ہے یہ الیکشن فراڈ الیکشن ہیں، جس میں عدلیہ ہے نہ الیکشن کمشن ہے، یہ صرف ق لیگ کے چودھریوں کا الیکشن ہے جس کا وکلاء بائیکاٹ کرتے ہیں اس موقع پر سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج جسٹس خلیل الرحمٰن خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وکلاء تحریک نے قوم کو ایک نیا ولولہ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس

Marfat.com

روز سابق اسمبلی ایک جنرل کو ووٹ دے رہی تھی اور وہ کہہ رہا تھا کہ وہ صدر بننے تک عہدے سے نہیں ہٹے گا تو مجھے ایک ریٹائرڈ جج نے فون کر کے کہا کہ جب پاکستان بنا نعرے بہت تھے، ہم نے اپنے بچے شہید کروائے، ہماری خواتین کی عصمت دری کی گئی مگر آج جب ہماری گریجویٹ اسمبلی نے ایک جنرل کو ووٹ دیکر ملک کا صدر بنا دیا ہے، کاش ہم بھی وہیں قتل ہو گئے ہوتے اور ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا جس پر میں نے ان سے کہا کہ آپ وکلاء کو دیکھیں جو اس نازک گھڑی میں قوم کی امید بن کر نکلے ہیں، ہمیں دعاء کرنی چاہئے کہ اللہ انہیں مزید استحکام دے لیکن ہمیں اپنی منزل پانے کیلئے تقریریں نہیں بلکہ عمل کرنا ہوگا۔

اس روز پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے لاہور ہائیکورٹ کے ججوں کو ہفتے کے روز صبح سویرے سے مغرب تک غیر اعلانیہ طور پر نظر بند رکھا گیا۔ خیال کیا جاتا تھا کہ ان ججوں کو پنجاب بار کونسل کے زیر اہتمام منعقدہ آل پاکستان وکلاء کنونشن میں شرکت کے خدشے کے پیش نظر غیر اعلانیہ طور پر نظر بند کیا گیا اور شام 5 بجے کے بعد یہ پابندی اٹھالی گئی۔ اس ضمن میں جسٹس خواجہ محمد شریف، جسٹس ثائر علی، جسٹس ثاقب نثار، جسٹس شیخ عظمت سعید، جسٹس آصف سعید کھوسہ اور جسٹس عمر عطا بندیال سمیت جج صاحبان کی رہائش گاہوں پر تعینات پولیس کی نفری کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا اور انہیں جمعہ کی رات ہی آگاہ کر دیا گیا کہ وہ اپنی رہائش گاہ سے باہر نہ جائیں جبکہ ہفتے کی صبح پولیس کی اضافی نفری بھی وہاں پہنچ گئی اور ان جج صاحبان کے گھر سے نکلنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔

☆☆☆

Marfat.com

دس دسمبر۔۔۔ملک گیر یوم سیاہ

انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر دس دسمبر کو وکلاء نے ملک گیر یوم سیاہ منایا' عدالتی بائیکاٹ کیا اور احتجاجی ریلیاں نکالیں۔ لاہور میں وکلاء' اپوزیشن کی مختلف جماعتوں' سول سوسائٹی اور سٹوڈنٹس ایکشن کمیٹی نے شاہراہ قائداعظم پر ملک میں ایمرجنسی کے خاتمہ' آزاد عدلیہ کی بحالی اور زیر حراست و نظر بند ججز' وکلاء' طلبہ اور سیاسی کارکنوں کی رہائی کیلئے زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے شاہراہ قائداعظم پر مسلم لیگ (ق) کے انتخابی نشان ''سائیکل'' کے لگے ہوئے ہینگرز اور امیدواروں کے بینرز اتار کر انہیں سڑک پر جمع کر کے جلا ڈالا حکمرانوں اور ق لیگ کیخلاف شدید نعرے بازی کی۔ پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے پشاور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس طارق پرویز خان' جسٹس شاہجہان خان' جسٹس اعجاز افضل خان اور جسٹس دوست محمد خان کے وکلاء کنونشن میں شریک ہونے پر وکلاء کی بڑی تعداد نے ان کا شاندار استقبال کیا ہار پہنائے اور پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں۔ مظاہرین نے جی پی او چوک سے ریگل چوک تک جلوس بھی نکالا۔ دوپہر 12 بجے کے قریب وکلاء' مسلم لیگ (ن)' پیپلز پارٹی' تحریک انصاف' کمیونسٹ پارٹی' سٹوڈنٹس ایکشن کمیٹی اور سول سوسائٹی کے مرد و خواتین نے اکٹھے ہو کر جلوس نکالا اور سٹیٹ بینک بلڈنگ چوک میں آ کر زبردست نعرے بازی کی۔ شاہراہ قائداعظم جو مسلم لیگ (ق) کے انتخابی نشان کے ہینگرز اور امیدواروں کے بینرز سے بھرا ہوا تھا۔ مظاہرے کے بعد ان ہینگروں اور بینرز سے خالی ہو گیا۔

پشاور ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام منعقدہ کنونشن سے بحیثیت مہمان خصوصی خطاب کرتے ہوئے کیا پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس طارق پرویز خان نے کہا کہ انہوں نے

Marfat.com

ضمیر کے مطابق پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے کا فیصلہ کیا جس کے بعد بھی وہ آئین کے تحت پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس ہیں۔ پاکستان نہ تو کسی سیاسی جماعت کا ہے اور نہ ہی سیاست دانوں اور حکمرانوں کی ذاتی جاگیر بلکہ یہ ملک 16 کروڑ عوام کا ہے اور انہیں کوئی بھی شخص اپنے ذاتی مفادات کیلئے آئین میں حاصل حقوق سے محروم نہیں کر سکتا۔۔ اس موقع پر صوبہ کے تمام اضلاع سے بار ایسوسی ایشنز کے نمائندوں نے بھی شرکت کی جبکہ کنونشن سے پشاور ہائی کورٹ کے ججوں جسٹس شاہ جہان خان، جسٹس اعجاز افضل اور جسٹس دوست محمد خان کے علاوہ پشاور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر عبداللطیف آفریدی نے بھی خطاب کیا۔ جسٹس طارق پرویز خان نے کہا کہ وہ اس بات پر وکلاء برادری سے شرمندہ ہیں کہ ان کی سربراہی میں ہائی کورٹ کے ججوں کی ٹیم میں زیادہ ''پی سی او جج'' نکلے تاہم انہیں فخر ہے کہ جسٹس شاہ جہان خان، جسٹس دوست محمد خان اور جسٹس اعجاز افضل جیسے نڈر اور باضمیر ججز ان کے ساتھ ہیں۔ جسٹس شاہ جہان خان یوسفزئی، جسٹس اعجاز افضل خان اور جسٹس دوست محمد خان نے عام انتخابات کو ڈھونگ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ قوم وکلاء کی تحریک کی بدولت بہت جلد خوشخبری سنے گی۔ ہم جیسے باضمیر ججوں اور آمروں میں فرق یہ ہے کہ وہ اقتدار سے چمٹے رہنے والے اور ہم آئین وقانون کی خاطر اپنے منصبوں کو قربان کرنے والے ہیں ہم سر تو کٹوا سکتے ہیں فرد واحد کی وفاداری کا حلف لینے کیلئے تیار نہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

سیاسی جماعتوں کا کردار

18 فروری کے انتخابات کا وکلاء تحریک اور اے پی ڈی ایم نے بائیکاٹ کیا۔اس فیصلے پر اب بھی دو رائے پائی جاتی ہیں۔اے پی ڈی ایم اسے اب بھی درست قرار دیتی ہے۔مسلم لیگ ن نے اس فیصلے سے اتفاق نہیں کیا تھا تو اے پی ڈی ایم نے اسے اتحاد سے نکال باہر کیا۔اب دونوں کا ایجنڈا ایک ہے۔تاہم وکلاء تحریک کے روحِ رواں اور سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر اعتزاز احسن نے تسلیم کیا ہے کہ انتخابات کا بائیکاٹ غلط فیصلہ تھا ان کے نزدیک حالات و واقعات نے بائیکاٹ کے فیصلے کو غلط ثابت کیا ہے۔اگر انتخابات کا بائیکاٹ نہ کیا جاتا تو اعتزاز احسن تو یقیناً قومی اسمبلی میں ہوتے۔اے پی ڈی ایم کی بھی کچھ نہ کچھ نشستیں ہوتیں۔جماعت اسلامی متحدہ مجلس عمل کا حصہ تھی جس نے 2002ء کے انتخابات میں ستر سے زائد نشستیں حاصل کیں۔انتخابات کے بائیکاٹ کے معاملے پر مجلس عمل منتشر ہوگئی۔مولانا فضل الرحمٰن کا موقف بھی یہی تھا پارلیمنٹ میں ہونگے تو اپنی بات بھی منوا سکیں گے۔لیکن مجلس عمل عدلیہ کی بحالی پر مختلف نقطہ نظر رکھنے والی پارٹیاں ایک دوسرے کو قائل نہ کر سکیں۔اگر یہ متحد ہو کر انتخابات میں حصہ لیتے تو 70 سے زائد نہ سہی پچاس نشستیں آسانی سے حاصل کر سکتے تھے۔

میاں نواز شریف اور ان کی حلیف جماعتیں پیپلز پارٹی کو ساتھ ملا کر انتخابات کا بائیکاٹ کرنا چاہتی تھیں لیکن پیپلز پارٹی کا خیال تھا کہ بائیکاٹ کی صورت میں پرویز مشرف کی حمایت یافتہ مسلم لیگ ق کو واک اوور مل جائے گا جہاں مسلم لیگ ن پیپلز پارٹی کو بائیکاٹ پر آمادہ نہ کر سکی۔تو بادل نخواستہ خود بھی انتخابات کا بائیکاٹ نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ایک حلقے کی آج بھی پختہ رائے ہے کہ پیپلز پارٹی سمیت تمام سیاسی جماعتیں جو عدلیہ کی آزادی کی حامی ہیں بائیکاٹ پر متفق ہو جاتیں تو

Marfat.com

انتخابات کا انعقاد ناممکن تھا حکومت کی حمایت یافتہ ایک ڈیڑھ پارٹیاں عوام کو پولنگ سٹیشنوں پر لانے کی پوزیشن میں نہیں تھیں اور جب مسلم لیگ ن متحدہ مجلس عمل اے این پی پیپلز پارٹی اور ان کی حامی جماعتوں کے کارکن پولنگ سٹیشنوں کا گھیراؤ کرتے تو بیلٹ بکس خالی واپس جاتا تھا۔ لیکن دوسرے حلقے کی رائے کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے ہاں کوئی آئین ہے نہ قانون اخلاقیات کا بھی گزشتہ دور میں جنازہ نکالا جا چکا ہے۔ صدارتی ریفرنڈم اس کی واضح مثال ہے۔ بیلٹ باکس خالی بھی ہوتے تو بھی 2002ء کے انتخابات کی تاریخ دہرادی جاتی۔ حکومتی پارٹی کے امیدواروں کے ناموں کے سامنے ووٹوں کی تعداد درج کرنے کی ضرورت تھی جو کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

مسلم لیگ نے انتخابات میں حصہ لیا۔ اے پی ڈی ایم نے بائیکاٹ کیا۔ اے پی ڈی ایم کا بائیکاٹ کا فیصلہ عدلیہ کی آزادی اور معزول ججوں کی بحالی کی خاطر کیا تھا۔ اس نے انتخابی سیٹوں کی قربانی دے دی۔ مسلم لیگ ن نے انتخابات میں حصہ لے کر ججوں کی بحالی کے لئے قوم سے کی گئی کمٹمنٹ سے انحراف نہیں کیا۔ اعلان بھوربن کے مطابق جج بحال نہ ہوئے تو مسلم لیگ نے وفاق میں درجن بھر وزارتوں کی قربانی دے کر قوم کے سامنے سرخرو ہوگی۔

معزول ججوں کی بحالی کی بات ہوگی تو جورخ قاضی حسین احمد، عمران خان، حمید گل، اسلم بیگ جیسے لوگوں کا نام سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ میاں محمد نواز شریف کا معزول ججوں کی بحالی کے حوالے سے تاریخ میں ایک کردار متعین ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنی انتخابی مہم میں ججوں کی بحالی کو اولین ایجنڈہ قرار دیا تھا۔ انہوں نے انتخابات سے قبل تمام امیدواروں سے ایک حلف دلوایا جس میں امیدواروں نے عہد کیا کہ وہ کامیاب ہو کر معزول ججوں کی بحالی کے لئے بھرپور کردار ادا کریں گے۔ لاہور میں حلف برداری کی اس تقریب میں سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس سعید الزمان صدیقی نے حلف لیا تھا۔ یہ اپنی نوعیت کی واحد تقریب تھی جس میں موجود ہر امیدوار حلف برداری کے دوران جوش و جذبے سے لبریز تھا۔ ان امیدواروں نے حلف برداری کی صورت میں قوم سے جو عہد کیا تھا انتخابات کے بعد اس پر من وعن پورا اتر کر دکھا دیا۔

مسلم لیگ ن کی طرف سے معزول ججوں کی بحالی کی جدوجہد بدستور جاری ہے۔ وہ اپنی اتحادی جماعتوں پر اس حوالے سے زیادہ دباؤ ڈال سکتی تھی۔ ڈال چکی ہے لیکن حالات اس نہج پر نہیں لے جانا چاہتی تھی جس سے جمہوریت کی بساط لپیٹ دی جائے۔ اے پی ڈی ایم بھی معزول ججوں کی

Marfat.com

بحالی کیلئے پیچھے نہیں 10 جون کے لانگ مارچ مسلم لیگ ن اور اے پی ڈی ایم دونوں جوش و خروش سے شریک تھے۔اس لانگ مارچ کے نتائج سے قطع نظر اے پی ڈی اور مسلم لیگ ن کی قیادت نے اپنے اپنے حصے کا بھرپور کردار ادا کیا۔ سیاستدان اور سیاسی جماعتیں بدستور معزول ججوں کی بحالی کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔

مسلم لیگ ن ججوں کی بحالی کے حوالے سے MORE THAN COMITTED ثابت ہوئی۔ حکومت کی طرف سے ججوں کی بحالی میں رکاوٹ پر اس کے 26 اگست 2008ء کو حکومتی اتحاد سے علیحدگی اختیار کرلی۔

(رانا محمد احمد ایڈووکیٹ)

☆☆☆

اے پی ڈی ایم نے صدر جنرل پرویز مشرف کے 16 دسمبر کو پی سی او ختم کر کے ایمرجنسی اٹھانے کے فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ہم ججوں کی بحالی کے بغیر الیکشن کا بائیکاٹ کرنے کے اصولی فیصلے پر قائم ہیں' اے پی ڈی ایم کا ون پوائنٹ ایجنڈا ہے کہ ججوں کی 2 نومبر کی پوزیشن پر دوبارہ بحالی کے بغیر گاڑی آگے چل سکتی ہے نہ ہی ہم کسی مکروہ انتخابی عمل کا حصہ بن سکتے ہیں اگر پرویز مشرف نے کاغذات کی واپسی کی آخری تاریخ 15 دسمبر تک ججوں کو بحال نہ کیا تو اپنے تمام امیدواروں کے کاغذات واپس لے لیں گے۔اس بات کا اعلان اے پی ڈی ایم کے رہنماؤں میاں نواز شریف' قاضی حسین احمد' عمران خان' محمود خان اچکزئی' حاجی غلام احمد بلور اور صاحبزادہ حاجی فضل کریم نے ماڈل ٹاؤن میں اے پی ڈی ایم کے اجلاس کی بریفنگ دیتے ہوئے کیا۔اس موقع پر راجہ ظفر الحق' میاں شہباز شریف' مخدوم جاوید ہاشمی' اقبال ظفر جھگڑا' رسول بخش پلیجو' قادر مگسی' نوابزادہ منصور' منظور گیلانی' احسان وائیں اور دیگر رہنما موجود تھے۔ میاں نواز شریف نے کہا کہ اے پی ڈی ایم نے نواز شریف' عمران خان' محمود خان اچکزئی' نوابزادہ منصور' عابد منٹو پر مشتمل کمیٹی بنائی ہے جو بینظیر بھٹو سے ملاقات کر کے ان سے بھی الیکشن کا بائیکاٹ کرنے کی اپیل کرے گی۔انہوں نے کہا کہ بینظیر بھٹو اور پیپلز پارٹی کا تعاون حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

مسلم لیگ ن جو بائیکاٹ کا مشروط اعلان کر چکی تھی عجیب صورتحال سے دوچار تھی۔عمران خان اور قاضی ہر حالت میں بائیکاٹ کا عزم دہرا رہے تھے۔عمران خان تو الیکشن لڑنے والوں کو غدار تک

Marfat.com

قرار دے رہے تھے دوسری طرف مسلم لیگ ن کی قیادت پر اندر سے انتخابات میں حصہ لینے کیلئے دباؤ تھا۔

نواز شریف نے بائیکاٹ کے خاتمے کیلئے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر پرویز مشرف ججوں کو بحال کر دیں تو ان کا مشرف سے کوئی جھگڑا باقی نہیں رہے گا۔ دوسری طرف حکومت بیرونی دباؤ کے باوجود شریف برادران کو دیوار سے لگانے کے اقدامات کر رہی تھی۔ پہلے شہباز شریف کے تمام سیٹوں پر کاغذات مسترد کر دیئے گئے۔ بعدازاں نواز شریف جو صرف قومی اسمبلی کی ایک سیٹ سے امیدوار تھے ان کے کاغذات بھی نامنظور قرار دے دیئے گئے۔

ججوں کی عدم بحالی کی صورت میں انتخابات کے مکمل بائیکاٹ کے حق میں قاضی حسین احمد عمران خان اور حمید گل تھے۔ عمران خان نے تو کاغذات نامزدگی پھاڑ ڈالے تھے۔ مسلم لیگ ن بائیکاٹ کی اس صورت میں حامی تھی کہ دیگر پارٹیاں بھی ساتھ دیں۔ مولانا فضل الرحمٰن کو باقاعدہ انتخابات لڑنے کا اعلان کر چکے تھے۔ پیپلز پارٹی احتجاجاً انتخابات میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتی تھی۔ بے نظیر بھٹو بار بار کہتی رہیں کہ اگر بائیکاٹ کیا تو ق لیگ دو تہائی اکثریت کے ساتھ مزید 5 سال تک ملک وقوم کا بیڑا غرق کرے گی۔ اس لئے اسے کھلا میدان نہیں دینا چاہئے۔ نواز شریف کا موقف تھا کہ جب ساری پارٹیاں بائیکاٹ کر دیں گی تو انتخابات کا جواز نہیں رہے گا۔ اوپر سے مشرف اس طرح بااثر نہیں رہے جس طرح وہ وردی میں صدر ہوتے ہوئے تھے۔

نواز شریف نے 3 دسمبر کو اسلام آباد میں بے نظیر بھٹو کے ساتھ وفد کی صورت ملاقات کی جس میں لیاقت بلوچ اور جاوید ہاشمی بھی شامل تھے اس ملاقات میں طے پایا کہ مطالبات نہ مانے گئے تو الیکشن کا بائیکاٹ ہوگا۔ مطالبات پر اتفاق رائے کیلئے ایک کمیٹی بنا دی گئی۔ جس کا اجلاس 6 دسمبر کو کو ہوا۔ اس میں اے آر ڈی اور اے پی ڈی ایم کے رہنماؤں کی کمیٹی نے 15 نکاتی چارٹر آف ڈیمانڈ تیار کیا' 13 نکات پر کمیٹی کا اتفاق رائے تھا جبکہ 2 نکات پر کمیٹی ممبران کے درمیان اختلافات موجود تھے بتایا گیا کہ ان 2 نکات کے بارے میں بینظیر بھٹو اور میاں نواز شریف فیصلہ کریں گے۔

نواز شریف نے کہا کہ اے پی ڈی ایم اور اے آر ڈی کے درمیان ججز کی بحالی کے معاملے پر اختلافات باقی ہے جبکہ چارٹر آف ڈیمانڈ کیلئے دیگر معاملات طے کئے جا چکے ہیں، انہوں نے تجویز دی ہے کہ اگر ججز کی بحالی کا معاملہ طے نہ ہو تو دونوں اتحادوں کا مؤقف چارٹر آف ڈیمانڈ

Marfat.com

میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ نواز شریف نے اے پی ڈی ایم کے رہنماؤں سے کہا کہ وہ ججز کی بحالی کے مطالبے پر قائم رہیں۔ عدلیہ کی بحالی کے معاملے کو پس پشت ڈالنا مناسب نہیں، بینظیر بھٹو عدلیہ کی آزادی کی بات کرتی ہیں جبکہ اے پی ڈی ایم دو نومبر والی عدلیہ کی بحالی چاہتی ہے۔ تمام اپوزیشن جماعتیں متفقہ طور پر الیکشن کا بائیکاٹ کریں تو بڑی تبدیلی آسکتی ہے، بائیکاٹ کے ذریعے 73 کا آئین اور عدلیہ بحال ہوسکتی ہے، 17 ویں آئینی ترمیم اور نظریہ ضرورت ختم اور میڈیا آزاد ہوسکتا ہے۔ بینظیر بھٹو سے ملاقات کے مسلم لیگ ن اور دیگ متعدد جماعتوں نے انتخابات لڑنے کا اعلان کر دیا۔

جماعت اسلامی، تحریک انصاف اور پختونخواہ ملی عوامی پارٹی سمیت 12 جماعتوں کے سربراہوں نے انتخابات لڑنے کا اعلان کرنے والی چار جماعتوں پاکستان مسلم لیگ (ن)، پروفیسر ساجد میر کی مرکزی جمعیت اہلحدیث، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کی مرکزی جمعیت علمائے پاکستان اور عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) کو اے پی ڈی ایم سے نکال دیا اور اتحاد کی اجتماعی قیادت کے لئے قاضی حسین احمد، عمران خان اور محمود خان اچکزئی کو مقرر کیا۔ اچکزئی کو اتحاد کا نیا کنوینز بھی بنایا گیا۔ تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان کی رہائش گاہ پر ہونے والے اجلاس میں شریک ہونے والی جماعتوں اور ان کے سربراہوں میں تحریک انصاف کے عمران خان، جماعت اسلامی کے قاضی حسین احمد، پختونخواہ ملی عوامی پارٹی کے محمود خان اچکزئی، نیشنل پارٹی بلوچستان کے ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ، سندھ ترقی پسند پارٹی کے ڈاکٹر قادر مگسی، عوامی تحریک کے رسول بخش پلیجو، پاکستان اتحاد پارٹی کے جنرل (ر) حمید گل، نیشنل ورکر پارٹی کے عابد حسن منٹو، استقلال پارٹی کے منظور گیلانی، پی ڈی پی کے نواز گوندل اور خاکسار تحریک کے حمید الدین المشرقی شامل تھے۔ جو جماعتیں اجلاس میں نہیں آئیں ان میں جمہوری وطن پارٹی، جمعیت علمائے پاکستان (نورانی) جمعیت علمائے اسلام (س) اور پاکستان سرائیکی پارٹی تھیں۔ نئی اے پی ڈی ایم نے انتخابت کے بائیکاٹ کا فیصلہ برقرار رکھا اور اس کے امیواروں نے مقررہ تاریخ کو کاغذاتِ نامزدگی واپس لے لئے۔

بعد ازاں مسلم لیگ ن اور اے پی ڈی ایم کے کردار سے ثابت ہو گیا کہ اپنی اپنی جگہ ان سب کی نیت میں خلوص تھا۔ دونوں کا مقصد عدلیہ کی آزادی اور معزول ججوں کی بحالی تھا۔

(صائمہ شیخ ایڈووکیٹ)

Marfat.com

عظیم خلیل الرحمٰن رمدے

قید کے دوران ججوں کی مشکلات کا اندازہ لگانے کے لئے جسٹس خلیل الرحمن رمدے کے انٹرویو پر نظر ڈالتے ہیں۔ یہ انٹرویو نوائے وقت میں ممبر ایڈیٹوریل بورڈ فضل حسین اعوان نے اپنی کتاب ''عزم کے کوہِ گراں'' کے لئے کیا تھا۔

پاکستان میں عدلیہ نے کچھ ایسے فیصلے کئے جن کی وجہ سے سر شرم سے جھک جاتا ہے لیکن اب ایسے فیصلے ہونے لگے تھے جن سے عدلیہ نے قوم کا سر بلند کر دیا۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کے فیصلے کے بعد جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کا ذکر آئے تو سر احترام سے جھک جاتا ہے۔ پھر جنرل پرویز مشرف سے وفاداری کا حلف اٹھانے کا لمحہ آیا تو 60 سے زائد ججوں نے آئین سے انحراف کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کی ججوں کو ذہنی جسمانی اور معاشی حوالے سے شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن بقول جسٹس رمدے خدا کے آگے جھکنے والے سر غیر کے آگے نہیں جھکا کرتے۔ پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے جج قوم کیلئے مجسم احترام ہیں اور رہیں گے۔ ان کی قربانیاں کب رنگ لائیں گی؟ قوم کو انتظار ہے۔

پی سی او کی زد میں آنیوالے سپریم کورٹ کے سینئر جج جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے 37 برس تک عدلیہ سے منسلک رہے۔ جن میں سے 19 سال انہوں نے بطور جج اپنے فرائض انجام دیئے۔ وہ اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل، پھر ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل بننے کے بعد پنجاب کے اٹارنی جنرل بھی رہے۔ وہ ہائی کورٹ کے جج بنے اور 1992ء میں سپریم کورٹ کے جج بنے۔ انہوں نے مفاد عامہ سے متعلق کئی اہم فیصلے صادر کئے جن میں ایک فیصلہ غیر قانونی اور نقشہ کے بغیر تعمیر ہونے والے پلازوں کو مسمار کرنے کا بھی شامل تھا۔ انہوں نے 20 جولائی 2007ء کو چیف جسٹس آف

Marfat.com

پاکستان چودھری افتخار کو بحال کر کے ایک تاریخ ساز فیصلہ بھی دیا۔ جس سے ان کی عوام میں مقبولیت بھی بڑھ گئی۔ عدلیہ کی آزادی کے لئے ان کی جدوجہد کو عوامی سطح پر بہت سراہا گیا۔ نومبر کو ملک میں ایمر جنسی لگنے کے بعد سے پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے کی وجہ سے کافی عرصہ نظر بندی کاٹتے رہے۔ ان کی نظر بندی کے احکامات ہوتے ہی لوگوں نے پی سی او کے تحت حلف نہ لینے کے ان کے فیصلے کو ایک جرت مندانہ اقدام قرار دیا اور ان سے یکجہتی کے اظہار کیلئے ان کے گھر کے گیٹ کے آگے سینکڑوں گلدستے رکھے۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ وفد کی صورت میں ان کے گیٹ تک گئے اور اپنے جذبات ریکارڈ کرائے۔ جن میں طلبہ' اساتذہ ایسوسی ایشن، ڈاکٹرز ایسوسی ایشن، تاجر ایسوسی ایشن، انجینئر ایسوسی ایشن وغیرہ کے وفد قابل ذکر تھے۔

جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کے بزرگ بھی عدلیہ میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔ ان کے والد ہائیکورٹ کے جج ریٹائرڈ ہوئے۔ اور ان کے سسر یعقوب علی خان سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ انہوں نے بھی ضیاء الحق کے دور میں پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے معذرت کی تھی۔ حالانکہ انہیں ضیاء الحق کی طرف سے مارشل لاء کو لیگل لائز کرنے کے بدلے میں صدارت کی پیشکش بھی ہوئی تھی۔ ان کے انکار پر چیف جسٹس آف پاکستان یعقوب علی خان کو بھی ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کے بڑے بھائی فاروق بھی اٹارنی جنرل رہے۔ ایک اور بڑے بھائی اسد الرحمٰن سیاست سے منسلک رہے۔ وہ 88ء سے لے کر 97ء تک قومی اسمبلی کے رکن رہے اور اس عرصہ میں وہ ایک بار وزیر بھی رہے۔

جسٹس افتخار محمد چودھری سے تو ملاقات کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لاہور میں میں نے جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے سے ملاقات کی کوشش کی۔ سلمان غنی صاحب سے ان کا فون نمبر لیا۔ سعید آسی صاحب چند دن قبل جسٹس صاحب سے ادھوری ملاقات کر چکے تھے۔ ادھوری یوں کہ باہر پولیس والوں کو آسی صاحب نے اپنا کارڈ دیا تو ان کو اندر جانے کی اجازت ملی بعد میں پولیس والوں نے غور سے کارڈ پڑھا تو اس پر نوائے وقت لکھا تھا۔ پھر وہاں افراتفری پھیل گئی۔

پولیس حرکت میں آئی تو آسی صاحب کو ملاقات ادھوری چھوڑ کر آنا پڑا۔

میں نے ڈیوٹی آف کرتے ہوئے فون کیا۔ ملاقات کا مقصد بیان کیا تو جسٹس صاحب نے کہا آ جائیں۔ میں نے عرض کیا کب؟ تو جواب تھا ''میں تو 24 گھنٹے بند رہتا ہوں جب مرضی آ جاؤ''

Marfat.com

میں نے سوا چھ ساڑھے 6 بجے آنے سے آگاہ کیا تو انہوں نے پولیس کو تعارف کرانے میں احتیاط کا مشورہ دیا۔

میں سروسز ہسپتال اور ریس کورس کے اشارے پر پہنچا۔ یونہی جی او آر میں داخل ہونے کیلئے بائیں ٹرن لیا تو پولیس کا بیریئر پر لگا تھا۔ میں نے جسٹس رمدے سے ملنے کی بات کی تو مشورہ دیا گیا کہ نہر والی سائیڈ سے جاؤں۔ یہ وہی دن 8 دسمبر تھا جب چیف جسٹس ہائیکورٹ جسٹس افتخار حسین چودھری کے سوموٹو پر پورے جی او آر کو پولیس نے گھیر رکھا تھا تا کہ لوگ ججوں سے رہائش گاہ خالی کرانے کی کوششوں میں مخل نہ ہوسکیں۔ لوگ ججوں سے ملنے جاتے تھے۔ نعرے لگاتے اور چھوٹے چھوٹے جلوس نکالتے تھے۔ ججوں کو پھول پیش کر کے خراج تحسین پیش کرتے تھے۔ جس سے وہاں رہائش پذیر لوگ ڈسٹرب ہوئے تھے۔ اس سے ایک روز قبل جسٹس ایم اے شاہد صدیقی کی سرکاری رہائش گاہ سے ان کے بیٹے سمیت 10 افراد کو گرفتار کر کے پہلے تھانے اور پھر جیل بھجوا دیا گیا تھا۔ خود جسٹس صدیقی دل کے دورے کے باعث ہسپتال داخل تھے۔

میں جیل روڈ انڈر پاس سے ہوتا ہوا پہلی ٹرننگ پر جی او آر میں داخل ہونے لگا تو یہاں بھی بیریئر تھا۔ پولیس کے 15 بیس جوان کھڑے تھے میں نے ان کو آمد کا مقصد بتایا تو انہوں نے بڑے احترام سے بیریئر ہٹا کر مجھے آگے جانے دیا (اس احترام کی وجہ دوسرے روز اخبار اس خبر پر سمجھ میں آئی کہ آمد سے کچھ دیر پہلے اسی بیریئر پر جسٹس صاحب کی بیمار بہو سے پولیس نے بدتمیزی کی تھی اور ان کے شوہر کو تشدد کا نشانہ بنایا تھا جس پر کافی لے دے ہوئی تھی)۔ سامنے تھوڑے فاصلے پر پھر پولیس موجود تھی۔ جہاں پندرہ بیس جوانوں کے علاوہ 10 بارہ باوردی خواتین اہلکار بھی موجود تھیں۔ جسٹس صاحب کے گھر کے سامنے پولیس کی پجارو کھڑی تھی جس کے اردگرد کھڑے افسر اور اہلکار بڑے افسر کی ہدایات سن رہے تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کو اپنی آمد کا مقصد بتایا تو اس نے پجارو کے چلے جانے کا انتظار کرنے کو کہا۔ پانچ سات منٹ بعد گاڑی چلی گئی تو میں نے اس میٹنگ سے الگ ہونے والے انسپکٹر سے بات کی، انہوں نے صرف دو سوال کئے کہ کہاں سے آیا ہوں اور کیا کرتا ہوں۔ کیا کرتا ہوں کے جواب پر ہی ملاقات کا انحصار تھا۔ میں نے بہرحال یہ نہیں بتایا کہ نوائے وقت سے آیا ہوں۔ وہ مطمئن ہو گئے اور اتفاق سے گھر سے باہر آنیوالے ایک ملازم کو طلب کر کے اندر بھیج دیا تا کہ صاحب سے پوچھ کر آئے کہ کیا انہوں نے کسی کو فون پر بلایا ہے؟

Marfat.com

ملازم واپس آیا۔ مجھے ساتھ لے جا کر ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا۔ اسوقت رات کے سات بج چکے تھے۔ گھریلو ملازموں نے ڈرائنگ روم میں مسجد کی صفوں کی سائز کی دو چٹائیاں بچھا کر آگے مصلہ بچھا دیا۔ میں جب باہر کھڑا تھا تو ایک گاڑی گھر سے باہر گئی اور ایک اندر آئی تھی جسٹس صاحب غالباً اپنے مہمان عزیزوں کے ساتھ مصروف تھے۔ اس دوران ان کے 4 ملازمین نے عشاء کی سنتیں ادا کیں اور ان میں ایک ملازم باریش تھا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ جسٹس رمدے کو چونکہ مسجد جانے کی اجازت نہیں وہ گھر پر ہی باجماعت نماز ادا کرینگے۔ جس کیلئے امام کا بھی بندوبست اس باریش ملازم کی موجودگی سے ہو گیا تھا۔ جسٹس صاحب سات 10 پر ڈرائنگ روم میں تشریف لائے' میں نے سلام کیا۔ وہ صوفے پر بیٹھے تو میں نے عرض کیا کہ نماز ادا کر لیں پھر گفتگو ہو جائیگی۔ تو اس پر انہوں نے نماز ادا کی اور خود امامت کرائی۔

اخباری انٹرویوز میں عموماً ''موجودہ صورتحال'' پر بات ہوتی ہے مجھے کتاب کے حوالے سے گفتگو کرنا تھی۔ میں نے جتنے بھی سوالات کیے ہر ایک کا جواب جسٹس صاحب نے نہایت نپے تلے الفاظ اور محتاط انداز میں دیا' پوری گفتگو پنجابی میں ہوئی۔

میرا پہلا سوال تھا کہ جسٹس افتخار محمد چودھری کے ساتھ صدر پرویز مشرف کی ان بن کس معاملے پر ہوئی۔ اس بارے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں جسٹس صاحب کا جواب تھا۔ دونوں میں ان بن ہوئی بھی تھی یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ہوئی تھی تو اس بارے میں خود چیف جسٹس صاحب بتا سکتے ہیں۔ اس سوال پر کہ چیف جسٹس سے آپ ملتے رہتے تھے۔ انہوں نے کبھی بتایا ہو گا تو جسٹس رمدے نے فرمایا کہ جسٹس افتخار محمد چودھری سے میری 9 مارچ سے 20 جولائی تک ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کے بعد بھی کوئی خاص ملاقاتیں نہیں رہیں۔ باقی ہم ساتھی تو ہیں ضروری نہیں کہ سارے جج دوست ہوں۔ یار غار تو ایک دو ہوتے ہیں۔ جن سے انسان دل کی بات کر لیتا ہے۔ میری تو ان سے پہلی ملاقات بھی سپریم کورٹ میں ہوئی تھی۔ میری ان سے کبھی دوستی نہیں رہی۔ البتہ ہمیں کام سے روکے جانے کے بعد میری ان سے شروع شروع میں فون پر بات ہوتی رہی اب کافی عرصہ سے یہ سلسلہ بھی بند ہے۔

کچھ اخبارات میں یہ خبر چھپی تھی کہ حکومت نے جسٹس افتخار محمد چودھری کے سوا دوسرے ججوں کو حلف اٹھانے کی پیشکش کی تھی لیکن انہوں نے جسٹس افتخار کے حلف سے اپنے حلف کو مشروط کیا حالانکہ تمام ججز کا مسئلہ بھی پی سی او ہے اور کوئی بھی جج پی سی او کے تحت حلف اٹھانے پر تیار نہیں۔

Marfat.com

جسٹس رمدے اس پر کہتے ہیں کہ وہ آئینی طور پر اب بھی جج ہیں ان کو کام کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ اگر حکومت ہمیں سپریم کورٹ جانے دیتی ہے تو میرا تو ایسا کوئی مطالبہ نہیں کہ فلاں جج جائے تو میں جاؤ نگا۔ میں نے انیس سال ججی کی۔ پاکستان کی تاریخ اتنی طویل ججی کرنے والے 8 دس لوگ ہی ہونگے 19 سال بڑا عرصہ ہے۔ میں نے 2010ء میں ریٹائر ہونا ہے۔ 19 سال میں میں اپنا گھر تک نہ بنا سکا۔ جو کام 19 سال میں نہ کر سکا وہ دو تین سال میں بھی نہیں ہونگے۔ ہوسکتا ہے کہ حکومت آئین کے تحت بھی بلائے تو میں نہ جاؤں۔ تاہم میرا جانا یا نہ جانا کسی شخصیت سے مشروط نہیں۔

پاکستان کی سیاست میں ہلچل تو کیا طوفان مچا ہوا تھا۔ چودھری شجاعت امریکہ گئے ہوتے وہاں سے ان کے اس بیان نے ایمرجنسی ایک جج کی طرف سے یہ بتانے پر لگائی گئی کہ سپریم کورٹ نے اہلیت کیس میں صدر مشرف کیخلاف فیصلہ کر لیا ہے اس 11 رکنی بنچ کی سربراہی جسٹس جاوید اقبال کر رہے تھے۔ جسٹس رمدے سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نیجواب دیا کہ کوئی جج ایسی بات نہیں کر سکتا۔ فیصلہ لکھے جانے سے قبل کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ فیصلہ کیا ہے۔ اہلیت کیس کی سماعت جاری تھی جس کو طول دیا جا رہا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ چودھری شجاعت کہیں Matter کرتے ہیں۔ کیا ایسے ہو گیا کہ چودھری شجاعت نے کہا اور جنرل مشرف نے ایمرجنسی نافذ کر دی؟ اگر کسی جج نے ایسا کہا ہوگا تو مجھے قطعاً علم نہیں ہے۔

پوری گفتگو کے دوران جسٹس خلیل الرحمن نے کسی بھی شخصیت کے خلاف ایک بھی لفظ نہیں بولا۔ ان کی گفتگو ان پر پابندیوں حتی کہ بندوقوں کے سائے میں نماز جمعہ کی ادائیگی ان کی بہو سے اسی روز پولیس کی بدتمیزی اور بیٹے پر تشدد کے باوجود نہایت شائستہ اور شگفتہ تھی۔ اٹارنی جنرل ملک قیوم کے ریمارکس پر کہ عدلیہ کو جسٹس رمدے نے مصیبت میں ڈالا۔ جسٹس صاحب یہ پوچھا کہ اٹارنی جنرل خصوصی طور پر کسی واقعے یا حوالے سے کہہ رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ انہیں خود معلوم نہیں کہ اٹارنی جنرل نے ایسا الزام کس بنیاد پر لگایا اس کا جواب وہی دے سکتے ہیں۔ ایمرجنسی کے نفاذ میں اٹارنی جنرل قیوم کے کردار کے حوالے سے جسٹس صاحب نے کہا کہ اس بارے میں بھی کچھ نہیں جاننا اور نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں تاہم جسٹس صاحب سے اسی روز نوائے وقت کے چیف رپورٹر سلمان غنی نے گفتگو کی تھی۔

سپریم کورٹ کے سابق جسٹس خلیل رمدے نے اٹارنی جنرل جسٹس قیوم کی جانب سے عدلیہ کو

Marfat.com

مصیبت میں ڈالنے کا الزام خود پر عائد کرنے کو اپنے لئے اعزاز قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ میں اس پر ان کا مشکور ہوں اور میں نے اپنے ضمیر کی آواز پر جو کچھ کیا اس پر فخر کرتا ہوں۔ راہ حق پر چلنے والوں کو تاریخ میں بڑی قربانیاں اور حزیمتیں اٹھانا پڑتی ہیں۔ جھنڈے والی کار تو دور کی بات اگر مجھے اپنے ضمیر کی آواز اور حق کی راہ پر ننگے پاؤں بھی چلنا پڑے تو میں اس کیلئے تیار ہوں اور مہذب معاشرے ایسے ہی محسنوں کے دم قدم سے آباد ہیں لیکن افسوس کچھ لوگ اس بات کو سمجھ نہیں سکتے اور مجھے ان کی حالت پر ترس آتا ہے اور ان کے لئے رب کے حضور دعا ہی کر سکتا ہوں۔ عدلیہ کو کس نے تباہ کیا پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے ججز کا قصور کیا ہے۔ ہمارے گھروں پر پہرے کیوں لگائے گئے۔ ان سوالات کا جواب اب ڈھکا چھپا نہیں رہا۔ یہ تاریخ کا حصہ ہے ایک اور سوال پر انہوں نے کہا کہ خدا کے فضل و کرم سے ضمیر مطمئن ہے اور عوام نے جس محبت کا اظہار کیا اب وہ ہی میرے لئے سرمایہ حیات ہے۔ خدا کے حضور جھکنے والی سر کہیں اور نہیں جھکا کرتے اور ہمیں اپنی اس تاریخ پر فخر ہے۔

ججوں کو بلیک میل کرنے اور دباؤ ڈالنے کے سوال پر ان کا موقف تھا کہ انہوں نے اخبارات میں پڑھا ہے کہ بعض ججوں کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی گئی یا کسی پر دباؤ ڈالا گیا اس سے زیادہ ان کو علم نہیں۔ تاہم میرے اوپر کسی مقدمے میں فیصلے کے حوالے کوئی دباؤ نہیں تھا اگر میں کہوں کہ دباؤ تھا تو لوگ کہیں گے میں نے دباؤ کیوں قبول کیا؟ ان کا کہنا تھا کہ ان کو رہائش گاہ خالی کرنے کا کوئی نوٹس نہیں ملا۔ مجھے پی سی او کے تحت بھی حلف اٹھانے کی پیشکش نہیں ہوئی۔ کسی بھی حوالے سے اٹارنی جنرل اور جسٹس عبدالحمید ڈوگر نے مجھ سے بات نہیں کی۔ سوموٹو کے حوالے پر انہوں نے کہا کہ سوموٹو لینے کا ہر جج کو اختیار حاصل ہے لیکن میں نے کبھی سوموٹو نہیں لیا جسٹس افتخار محمد چودھری اکثر لیتے رہتے ہیں۔

جس دن ایمرجنسی لگی میں لاہور میں تھا۔ ہفتے کے دن اسلام آباد میں موجود جج اکٹھے ہوئے اور ایمرجنسی کے نفاذ کیخلاف فیصلہ دیا، اس دن کے بعد سے میں یہاں قید ہوں' پتہ نہیں حکمرانوں کو مجھ سے کیا خطرہ ہے۔ شروع میں جیوٹی وی نے مجھ سے پوچھا تو میں نے پروگرام کے میزبان کو کہا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میری شکل اچھی ہے بچپن سے اچھی ہے لیکن حکمران پتہ نہیں کیوں خوفزدہ ہیں اگر مجھے مسجد تک نماز کیلئے جانا دیا جائے تو اس سے کونسا طوفان آ سکتا ہے۔

ایک کالم نگار نے لکھا تھا کہ وہ بار بار کہتے رہے کہ ایسا فیصلہ کریں جس پر عملدرآمد بھی ممکن ہو۔ جمعہ

Marfat.com

کے روز اہلیت کیس کا فیصلہ کر دیا جاتا تو معاملات اتنے نہ بگڑتے سپریم کورٹ کے ججوں کو صورتحال کا ادراک کرنا چاہئے تھا۔ جو کچھ انہوں نے کہا کیا اسے ججوں کی فہم وفراست قرار دیا جا سکتا ہے۔ ساتھ صدر بھی کہتے ہیں کہ ان کی اہلیت کا فیصلہ جان بوجھ کر لٹکایا گیا۔ اس پر جسٹس رمدے نے اپنے تبصرے میں کہا کہ دلائل طویل کرنے کا ججوں نے تو نہیں کہا تھا۔ اخبارات میں لمحہ بہ لمحہ کیس کی سماعت کی رپورٹنگ موجود ہے اسے دیکھ لیں بالکل کلیئر ہو جائے گا کہ کیس کو کس نے طول دیا۔ ہم لوگ تو جمعہ کے بعد ہفتہ اور اتوار کو بھی سماعت کیلئے تیار تھے۔ دوسرا ہم نے آئین اور قانون کے مطابق فیصلے کرنا ہوتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھا ہوتا کہ فیصلہ کس کی حمایت میں اور کس کے خلاف ہے۔ میں اپنے 19 سالہ بطور جج کیریئر میں سینکڑوں مجرموں کی پھانسی اور جائیدادوں کی واگزاری کے فیصلے دے چکا ہوں۔ مدعی ملزم اور ان کے وارث عدالت میں بیٹھے ہوتے ہیں جو فیصلے پر خاموش رہتے ہیں۔

اگر جج خوفزدہ ہو کر فیصلے کرینگے جسے مصلحت کہا جاتا ہے تو ان فیصلوں کی کیا حیثیت ہوگی اور خود عدلیہ کی کیا ساکھ ہوگی؟''۔ اپنی سیکورٹی کے حوالے سے ان کا کہنا تھا پاکستان بننے کے بعد سے ججوں کی کوئی سیکورٹی اور سکواڈ نہیں ہوتا تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو پر قتل کا مقدمہ چلا تو ججوں کیلئے سیکورٹی محسوس کی گئی اس کے بعد سے اسے باقاعدہ کر دیا گیا۔ اس سے قبل تو گھروں تک میں سیکورٹی گارڈ نہیں ہوتے تھے۔ میں اپنی سیکورٹی کیلئے کبھی فکرمند نہیں رہا۔ میرے ساتھ گارڈ تو کیا ڈرائیور بھی نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنی نظر بندی کے بعد سے زبردست عوامی پزیرائی پر اللہ کا شکر ادا کیا تاہم کہا کہ انہوں یہ سارا کچھ عوام میں مقبول ہونے کے لیئے نہیں کیا بلکہ ضمیر کے مطابق کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

''جسٹس افتخار کے جرائم''

تاریخ گواہ ہے کہ قومیں اس وقت صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں جب انصاف جرم بن جائے اور ترقی اور عزت کی بنیاد ناانصافی پر استوار ہو۔ جب سچ کی کوئی قدر نہ ہو اور جھوٹ باعث شرمندگی نہ رہے۔ اخلاقی پستی کے ویسے ہی عالم میں پاکستان کی تاریخ نے اپنے ایسے ''مجرم'' کو جنم دیا جس نے معاشرہ کو تباہی کی دلدل میں دھکیلنے والے عاقبت نااندیشوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ جس نے پسے ہوئے طبقے کی آواز بن کران کے دکھوں کا مداوا کرنے کی کوشش کی اور طاقتور کے سامنے جھکنے سے انکار کیا۔ جس نے اس ملک میں پہلی مرتبہ انصاف کی سربلندی اور آزاد عدلیہ کی جھلک دکھائی اور ستائے ہوئے لوگوں کو زندہ رہنے کے حق کی امید دلائی جس نے مفاد پرست اور طاقتور طبقہ کو لوٹ کھسوٹ کا حصہ بننے سے انکار کرتے ہوئے قانون کی بالادستی کا عملی مظاہرہ کیا اور بغیر کسی خوف اور ڈر کے بڑوں کی غلط کاریوں کو چیلنج کیا۔ بلاشبہ اس ''مجرم'' چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے ''جرائم'' کی فہرست بہت طویل ہے۔ اس لمبی فہرست میں سے میں یہاں اختصار کے ساتھ افتخار محمد چوہدری کے ایسے ''جرائم'' کو پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جس سے شاید ہمیں ان کی بحالی کیلئے کھڑی رکاوٹوں کو سمجھنے میں مدد ملے۔

جرم نمبر 1۔ 8 اگست 2006ء کو سپریم کورٹ نے پاکستان اسٹیل ملز کی انتہائی شرمناک انداز کی جانبدارانہ نجکاری کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے پاکستان کو تاریخ کی سب سے بڑی ممکنہ سرکاری ڈکیتی سے بچایا۔ ایک اندازے کے مطابق 250 ارب روپے مالیت کی اس قومی امانت کو صرف 21 ارب روپے میں فروخت کرنے کی کوشش کی گئی لیکن سپریم کورٹ کے فیصلے نے کئی بڑوں کو راتوں رات اربوں روپے کمانے سے محروم کردیا۔

جرم نمبر 2- چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے ازخود نوٹس لیتے ہوئے سینکڑوں گمشدہ افراد کا مقدمہ خود سنا اور لگاتار پرویز مشرف حکومت، آئی ایس آئی اور دوسرے اہم سکیورٹی کے اداروں پر دباؤ رکھا کہ ایسے تمام افراد کو بازیاب کرایا جائے جن کو یا تو ایجنسیوں نے اٹھایا تھا یا غیر قانونی طور پر امریکہ کے حوالے کردیا تھا۔ جسٹس افتخار نے اس مقدمہ میں کہا کہ کسی شخص کو عدالت میں پیش کئے

Marfat.com

بغیر نہ تو کسی دوسرے ملک کے حوالے کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ایجنسیاں ان کو اپنے پاس رکھ سکتی ہیں۔ گمشدہ افراد کے مقدمے نے ایجنسیوں، مشرف اور حتیٰ کہ امریکہ کو جسٹس افتخار کا دشمن بنا دیا۔

جرم نمبر 3-۔ 8 اکتوبر 2007ء کو چیف جسٹس افتخار نے سی ڈی اے کو حکم دیا کہ وہ اسلام آباد چک شہزاد میں ایسے تمام فارم ہاؤس کی الاٹمنٹ منسوخ کر دے جن کو مقتدر اور بااثر طبقہ قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رہائشی مقاصد کیلئے استعمال کرتا ہے۔ اسلام آباد کا یہی علاقہ ہے جہاں مشرف، شوکت عزیز، جنرل احسان، محمد میاں سومرو اور بہت سے دوسرے بااثر افراد نے اپنی رہائش کیلئے جگہ خرید رکھی تھی جبکہ قواعد کے مطابق اس جگہ کو رہائشی مقاصد کیلئے استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

جرم 4- جنرل مشرف اور بے نظیر بھٹو کے درمیان ہونے والے معاہدہ کے نتیجے میں نافذ کئے گئے انتہائی متنازع NRO پر چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے عملدرآمد روک دیا جس کی وجہ سے آج بھی صدر آصف علی زرداری افتخار چوہدری سے خائف ہیں۔

جرم 5- چیف جسٹس افتخار نے اسلام آباد میں وفاقی سیکرٹریوں کو دو دو پلاٹ دینے کی حکومتی پالیسی کے خلاف ازخودنوٹس لیتے ہوئے اس پالیسی پر عملدرآمد روک دیا۔ جسٹس افتخار کا سوال تھا آیا بڑے بڑے افسران اور ملک کی اشرافیہ کو حکومتی زمینیں ریوڑیوں کی مانند بانٹنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

جرم 6- 21 اکتوبر 2006ء کو سپریم کورٹ نے حکومت کے اس فیصلے کو کالعدم قرار دے دیا جس کے مطابق گوادر میں وزراء، قومی وصوبائی اسمبلیوں کے ممبران، سینیٹرز اور ججوں کیلئے رہائشی وکمرشل پلاٹوں کا ایک اسپیشل کوٹہ مخصوص کیا گیا تھا۔

جرم 7- سندھ کے مشہور منو بھیل کیس کا ازخودنوٹس لیتے ہوئے چیف جسٹس افتخار نے منو بھیل کے خاندان کے افراد کو انتہائی بااثر افراد کے قبضے سے رہائی دلوانے کیلئے پولیس کو حکم دیا اور مجرموں کو گرفتار کروایا۔

جرم 8- ساٹھ ارب روپے مالیت کی متنازع نیو مری پراجیکٹ کے خلاف حکم امتناعی دیا اور مری کے سب سے قیمتی جنگلات کو کٹنے سے بچایا اور پروجیکٹ طاقتور لینڈ مافیا کے کہنے پر اس وقت کی حکومت نے تیار کیا تھا۔

جرم 9- جنرل مشرف کی ناراضی مول لیتے ہوئے چیف جسٹس نے لاہور میں بسنت اور پتنگ

Marfat.com

بازی پر پابندی لگادی کیونکہ اس سے درجنوں قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ 25 اکتوبر 2005ء کو پتنگ بازی پر مکمل پابندی عائد کی گئی اور لاہور اور پنجاب کے عام شہریوں نے سکھ کا سانس لیا۔

جرم 10- ازخودنوٹس لیتے ہوئے جنرل مشرف کے اس وقت کے ایک دوست کو اسلام آباد میں F-7 سیکٹر میں کچی آبادی گرا کر کمرشل پلازہ بنانے کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا۔

جرم 11- 27 جون 2006ء کو سپریم کورٹ نے ونی جیسی روایات جس میں کم عمر بچیوں کو ان کے عزیزوں کی طرف سے کیے گئے جرم کے بدلے میں دوسری پارٹی کے افراد سے شادی پر مجبور کیا جاتا ہے کو غیر اسلامی قرار دیا۔ سپریم کورٹ نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ معاشرے کے بااثر افراد جن میں قومی وصوبائی اسمبلیوں کے ارکان بھی شامل ہیں ان مضحکہ خیز اور غیر اسلامی روایات کو اپنے علاقوں میں تقویت دے رہے ہیں۔

جرم 12- 14 ستمبر 2006ء کو سپریم کورٹ نے کراچی سٹی گورنمنٹ کی اس درخواست کو مسترد کر دیا جس کے مطابق کراچی شہر کی چھ اہم ترین شاہراہوں سے ملحقہ پلاٹوں کو تجارتی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی خواہش ظاہر کی گئی تھی۔

جرم 13- 5 جولائی 2007ء کو سپریم کورٹ نے حکومت پنجاب کو غیر قانونی طور پر تعمیر کی گئی اونچی اونچی تجارتی عمارتوں کو گرانے کا حکم دیا۔

جرم 14- چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے مری میں ایک غیر قانونی طور پر تعمیر شدہ بلڈنگ کے گرنے اور 5 افراد کے جاں بحق ہونے کا ازخودنوٹس لیتے ہوئے پنجاب حکومت کو مری میں ایسی تمام عمارتیں گرانے کا حکم دیا جو غیر قانونی طور پر بلڈنگ by laws کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تعمیر کی گئیں۔

جرم 15- سپریم کورٹ نے ازخودنوٹس لیتے ہوئے اسلام آباد کے فاطمہ جناح پارک میں ایک عالمی Fast food chain کو out let دیئے جانے کے حکومتی فیصلے کو کالعدم قرار دیا۔

جرم 16- اس وقت کے حکمرانوں کی خواہش پر ایک بااثر شخص کیلئے اسلام آباد کے ایک پارک کو منی گالف کلب میں تبدیل کرنے کے حکومتی فیصلے کو بھی سپریم کورٹ نے روک دیا۔

جرم 17- لاہور گلبرگ میں ڈونگی گراؤنڈ جو علاقہ میں بچوں اور عام افراد کیلئے واحد تفریح کی جگہ ہے کو اس وقت کی حکومت نے تجارتی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے وہاں ایک کمرشل ملٹی سٹوری بلڈنگ اور سینما ہاؤس بنانے کا پروگرام بنایا۔ چیف جسٹس افتخار نے اس فیصلے کو

Marfat.com

کالعدم قرار دیا تا کہ بچوں اور علاقہ کے افراد کو اس گراؤنڈ سے محروم نہ کیا جا سکے۔

جرم 18- 3 نومبر 2007ء کو اس وقت کے آرمی چیف جنرل مشرف کی طرف سے نافذ کئے گئے پی سی او کو کالعدم اور غیر آئینی قرار دیا۔

جرم 19- بے نظیر بھٹو کی درخواست پر 27 جولائی 2007ء کو سپریم کورٹ نے تمام اہل ووٹرز کی رجسٹریشن کیلئے الیکشن کمیشن کو ہدایات دیں تا کہ کروڑوں افراد کو ان کے حق رائے دہی سے محروم نہ کیا جا سکے۔

جرم 20- 26 جولائی 2007ء کو سپریم کورٹ نے انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا غیر قانونی کاروبار کرنیوالے افراد اور ڈاکٹروں کے خلاف حکومت کو فوری قانون سازی کرنے کی ہدایت کی تا کہ انسانی جانوں سے نہ کھیلا جا سکے۔

جرم 21- سینکڑوں کیسوں میں عام شہریوں کی درخواست پر چیف جسٹس افتخار نے ازخود نوٹس لیتے ہوئے پاکستان بھر سے پولیس اور انتظامیہ کی اعلیٰ عہدیداروں کی سرزنش کی اور ان کو ہدایات جاری کیں تا کہ عام لوگوں کے دکھوں کا مداوا ہو سکے۔

جرم 22- صحافیوں کے ساتھ زیادتیوں کے کئی واقعات کا ازخود نوٹس لیتے ہوئے ضروری ہدایات جاری کیں ایسے ہی ایک کیس میں دی نیوز کے تجربہ کار صحافی اور کرائم رپورٹر شکیل انجم کو اسلام آباد پولیس کی طرف سے tripple murder case میں ملوث کرنے کا ازخود نوٹس لیا اور فوری انکوائری کا حکم دیا جس سے ثابت ہوا کہ شکیل انجم کو قتل کے جھوٹے مقدمے میں ملوث کرنے کی سازش کی گئی تھی تا کہ اس کو پولیس کی زیادتیوں کے خلاف خبریں دینے پر سزا دی جا سکے۔

29 ستمبر 2007ء کو اسلام آباد میں پولیس کی طرف سے صحافیوں اور وکیلوں کے خلاف لاٹھی چارج، شیلنگ اور بہیمانہ مار پیٹ پر اس وقت کی حکومت خاموش تماشائی بنی رہی مگر چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے یکم اکتوبر 2007ء کے اس واقعہ کا ازخود نوٹس لیتے ہوئے اس وقت کے آئی جی پولیس اسلام آباد کو برطرف کر دیا۔ یہ بھی افتخار چوہدری کا ایک سنگین ''جرم'' تھا۔

محتسب کی خیر، اونچا ہے اسی کے نام سے
رند کا، ساقی کا، مے کا، خم کا، پیمانے کا نام

(انصار عباسی جنگ 9 فروری 2009ء)

☆☆☆

Marfat.com

نواز شریف اور شہباز شریف کی نا اہلیت کا فیصلہ

سپریم کورٹ آف پاکستان نے شریف برادران کیس میں سابق وزیر اعظم اور مسلم لیگ ن کے قائد میاں محمد نواز شریف اور ان کے بھائی وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو نا اہل قرار دے دیا ہے۔گزشتہ 8 ماہ سے جاری سماعت میں جسٹس موسیٰ خیل کی صدارت میں سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ نے اپنے مختصر فیصلے میں میاں برادران کو انتخابات میں حصہ لینے کے لیے نا اہل قرار دیتے ہوئے کیس کی تمام درخواستیں خارج کر دی گئیں ہیں۔عدالت نے وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کی انتخابی کامیابی کا نوٹیفکیشن کالعدم قرار دیتے ہوئے ان کی پنجاب اسمبلی کی رکنیت منسوخ کر دی،اس فیصلے کے ساتھ ہی شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب نہیں رہے۔

مسلم لیگ ن نے آصف زرداری کی طرف سے جج کی بحالی کے وعدے پر عمل درآمد نہ کرنے پر مرکزی حکومت سے اپنے وزراواپس بلا لیئے تھے۔لیکن حکومت کے ساتھ تعاون جاری رہا۔بالآخر بات اتحاد کے خاتمے تک جا پہنچی۔اتحاد کا خاتمہ ہوا تو مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کے درمیان اختلافات شدت کی انتہا کو جا پہنچے۔اور بار میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف کی نا اہلی تک چلی گئی۔آیئے ایک نظر نا اہلی کی جزیات پر ڈالتے ہیں۔

شریف برادران کی توقعات کے عین مطابق لیکن وطن دوست پاکستانیوں کی توقعات کے بالکل برعکس بالآخر سپریم کورٹ نے ایک طویل تکرار اور بحث ومباحثہ کے بعد جس میں آئینی بحث سے زیادہ ایک دوسرے کے خلاف ریمارکس پاس کیئے گئے شریف برادران کو نا اہل قرار دے دیا۔ عدالت کی طرف سے مختصر فیصلہ میں صرف یہ سننے میں آیا کہ ہائیکورٹ کے فیصلے کو برقرار رکھا گیا ہے۔اس فیصلے کے پاکستانی سیاست پر بہت اہم اثرات مرتب ہوئے۔

Marfat.com

24 فروری کی شام جب سعودی عرب سے ایک اہم شخصیت کی لاہور آمد ہوئی تو یہ باور کیا جارہا تھا کہ شاید ماضی قریب میں ہونے والے بعض معاہدوں کے گارنٹر میدان میں آگئے ہیں اور اب عین ممکن ہے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نواز کے درمیان جاری محاذ آرائی ختم ہو جائے اور ملکی سیاست میں ٹھہراؤ آجائے لیکن اچانک یہ فیصلہ سامنے آیا جس نے پاکستانی عوام کو پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ایک طرف تو حکومت سیکورٹی فورسز کے قاتلوں عوام کو اپنی عدالتوں کا پابند کرنے والے بندوق بردار گروہوں سے مذاکرات اور معاہدے کر رہی ہے تاکہ ملک میں امن قائم ہو سکے اور دوسری طرف اس نوعیت کے متنازعہ فیصلے ہورہے ہیں جو ملک میں انارکی پھیلائیں گے اور عین ممکن ہے کہ اس فیصلے کے نتیجے میں جمہوریت کا بستر گول نہ ہو جائے کیونکہ پاکستانی سیکورٹی کو اندرونی اور بیرونی طور پر جو خطرات لاحق ہیں وہ ملک میں مزید انارکی اور سیاسی محاذ آرائی کی اجازت نہیں دیں گے۔ممکن ہے سیاسی طالع آزماؤں اور حکومتی ایجنسیوں کے خصوصی نمک خواروں نے حکومت کو ایسے مشورے دیئے ہوں اور ''سب اچھا'' جان کر حکومت نے ایسا خطرہ مول لے لیا ہو۔

اس مقدمے کے آغاز ہی سے میاں برادران کے وکلا اے کے ڈوگر نے عدالت میں جن اہم مسئلے پر اپنی بحث کا آغاز کیا تھا وہ آخر تک اس پر قائم رہے۔ان وکلا کا عدالت سے یہ سوال تھا کہ وہ کس حیثیت میں اس کیس کو سن رہے ہیں۔میاں برادران کے وکلا کا اصرار تھا کہ عدالت پہلے اس بات کا فیصلہ کرے کہ وہ اس کیس کو سننے کی مجاز ہے جس کے بعد میں وہ اس کیس سے متعلق اپنے دلائل پیش کریں گے۔یہی وجہ ہے کہ دونوں وکلا آخر تک اس فیصلے پر ڈٹے رہے کہ وہ اس عدالت کو موجودہ کیس سننے کا مجاز نہیں جانتے جبکہ مخالف وکلا بطور خاص احمد رضا خان قصوری نے متعدد مرتبہ اسے توہین عدالت قرار دیا اور فیصلے سے ایک روز پہلے انہوں نے عدالت کے سامنے میاں برادران کی طرف سے عدالت سے متعلق دیئے گئے ریمارکس کے اخباری تراشے بھی پیش کئے۔

اس کیس میں یہ بات شروع ہی سے دیکھنے میں آرہی تھی کہ یہاں آئینی بحث کے بجائے دو متحارب فریق ایک دوسرے سے بحث کر رہے تھے اور جج صاحبان کی طرف سے اس حوالے سے ریمارکس بھی سامنے آئے۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کی اہلیت کے بارے میں دائر درخواستوں کی سماعت کرنے والے سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ کے

Marfat.com

سربراہ جسٹس موسیٰ لغاری نے کہا تھا کہ حکومت پنجاب میں ایک ایسے شخص کو اعلیٰ عہدے پر تعینات کیا گیا ہے جسے توہین عدالت کے مقدمے میں سزا ہو چکی ہے۔ منگل کو ان درخواستوں کی سماعت کے دوران جسٹس موسیٰ لغاری نے کہا کہ حکومت پنجاب نے میاں شہباز شریف کی طرف سے مختلف بنکوں سے لئے گئے قرضوں کے بارے میں بھی عدالت کو تحریری طور پر آگاہ نہیں کیا ہے۔
پنجاب کے ایڈووکیٹ جنرل خواجہ حارث نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ شریف برادران نے جتنا قرضہ لیا تھا وہ ان کی جائیداد کی نیلامی کر کے بنکوں نے واپس لے لیا ہے اس طرح اب شہباز شریف کسی بھی بنک کے نادہندہ نہیں ہیں۔ احمد رضا قصوری نے عدالت میں شریف برادران کے ان بیانات کے اخباری تراشے پیش کئے جس میں انہوں نے عدلیہ کی توہین کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میاں نواز شریف نے عدلیہ کے بارے میں اپنے حالیہ بیان میں کہا ہے کہ جو جج ان کی اہلیت کے بارے میں دائر درخواستوں کی سماعت کر رہے ہیں وہ خود اہل نہیں ہے۔ قومی یا صوبائی اسمبلی کا سپیکر کسی بھی رکن کے اہلیت اور نا اہلیت کے بارے میں عدالتوں سے رجوع نہیں کر سکتا۔ احمد رضا قصوری نے کہا کہ مولوی تمیز الدین اور گوہر ایوب صدر کی طرف سے کی گئی کارروائی کے خلاف عدالت میں پیش ہوئے تھے۔ عدالت نے اٹارنی جنرل سردار لطیف کھوسہ سے کہا کہ وہ بدھ کے روز ان درخواستوں کے متعلق کوئی دلائل دینا چاہتے ہیں تو دے دیں۔ واضح رہے کہ شریف برادران کی اہلیت کے بارے میں لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف وفاق نے سپریم کورٹ میں درخواست دائر کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ الیکشن میں حصہ لینا میاں نواز شریف کا جمہوری اور بنیادی حق ہے۔ بعد ازاں حکمران جماعت پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کے درمیان اختلافات کی وجہ سے وفاق نے ان درخواستوں کے متعلق یہ موقف اختیار کیا کہ وہ اس لئے عدالت میں پیش ہو رہے ہیں کیونکہ ان درخواستوں میں انہیں فریق بنایا گیا ہے اور عدالت ان درخواستوں پر جو بھی فیصلہ کرے گی وہ وفاق کو منظور ہوگا۔
نواز شریف اور شہباز شریف کی اہلیت سے متعلق مقدمے کی سماعت کے دوران جسٹس شیخ حاکم علی نے کہا ہے کہ اگر وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کو نیب کی طرف سے ملنے والی سزا کے خلاف سرکاری اہلکار یا قانونی افسر کی بجائے اپنے وکیل کے ذریعے عدالت مین پیش ہو سکتے ہیں تو شریف برادران ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔ جسٹس موسیٰ لغاری کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ نے جب ان درخواستوں کی سماعت شروع کی تو پنجاب کے ایڈووکیٹ جنرل خواجہ حارث نے

Marfat.com

دلائل دیتے ہوئے کہا کہ میاں شہباز شریف نہ کسی بنک کے نادہندہ ہیں اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی توہین عدالت کا مقدمہ درج ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریٹرننگ افسر نے میاں شہباز شریف کے کاغذات نامزدگی منظور کئے تھے جس کے بعد ہی انہوں نے انتخابات میں حصہ لیا تھا۔ پنجاب کے ایڈووکیٹ جنرل نے کہا کہ لاہور ہائی کورٹ کی طرف سے الیکشن ٹربیونل کی تشکیل وزیراعلیٰ پنجاب پر لٹکتی ہوئی تلوار ہے۔ جسٹس شیخ حاکم علی نے کہا کہ اس ٹربیونل کی تشکیل سے ایک شخص تو متاثر ہوسکتا ہے پورا صوبہ کس قانون کے تحت متاثر ہوسکتا ہے۔ جسٹس شیخ حاکم علی نے استفسار کیا کہ صوبہ پنجاب کا چیف سیکرٹری اس مقدمے میں فریق کیوں بننا چاہتے ہیں۔ ایڈووکیٹ جنرل نے جواباً کہا کہ چونکہ چیف سیکرٹری وزیراعلیٰ کے ماتحت ہوتا ہے اور صوبے میں بیوروکریسی کا سربراہ ہوتا ہے اس لئے اگر وزیراعلیٰ کے خلاف کوئی درخواست عدالت میں آئی ہو تو چیف سیکرٹری اس میں فریق بنتا ہے۔ عدالتوں میں مفاد عامہ کی درخواستیں دائر کرنے کی شہرت رکھنے والے شاہد اورکزئی نے میاں شہباز شریف کی اہلیت کے بارے میں دائر درخواستوں میں فریق بننے کی درخواست دی ہے۔ انہوں نے اپنی درخواست میں کہا کہ جب سپریم کورٹ پر حملہ ہوا تو میاں شہباز شریف پنجاب کے وزیراعلیٰ تھے اور اس حملے کے لئے آنے والے افراد کے لئے پنجاب ہاؤس میں کھانے پینے کا انتظام کیا گیا تھا۔ جسٹس موسیٰ لغاری نے کہا کہ سپریم کورٹ پر حملے کی تحقیقات ہوئیں تھیں جس میں میاں شہباز شریف کو قصوروار قرار نہیں دیا گیا تھا۔ انہوں نے درخواست گزار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اس واقعہ کی تحقیقاتی رپورٹ ریٹرننگ افسر اور لاہور ہائی کورٹ میں بھی پیش کی تھیں لیکن انہوں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا تو پھر یہ عدالت اس رپورٹ کو کیوں سنے جس پر کسی مجاز شخص کے دستخط بھی نہیں ہیں۔

پاکستان مسلم لیگ نون کے قائد میاں نواز شریف اور وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کی اہلیت کے بارے میں سپریم کورٹ میں دائر درخواستوں میں بنائے گئے فریق خرم شاہ کے وکیل احمد رضا قصوری نے کہا ہے کہ سیاسی معاملات کو عدالتوں میں لانے سے عدالتوں پر انگلیاں اٹھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ بدھ کو جسٹس موسیٰ کے لغاری کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ کے سامنے سماعت کے دوران ان درخواستوں کے خلاف دلائل دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سیاسی معاملات کو عدالتوں میں گھسیٹنے کی بجائے اس کے متعلقہ فورم پر ہی ان کو حل کیا جانا چاہئے۔ امریکہ میں جب سابق صدر جارج ڈبلیو بش اور ڈیموکریٹ پارٹی کے سابق صدارتی امیدوار الگور کے

Marfat.com

انتخابی نتائج کا معاملہ عدالت میں جانے کے بعد جب فیصلہ جارج بش کے حق میں ہوا تو لوگ ان عدالتوں پر بھی انگلیاں اٹھانے لگے کہ ان عدالتوں میں جو جج صاحبان ہیں انہیں جارج بش کے الدبش سینئر نے تعینات کیا تھا۔ احمد رضا قصوری نے کہا کہ ججوں پر متعصب ہونے کا الزام عدلیہ کو بدنام کرنے کی ایک منظم سازش ہے اور ایسا کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کرنی چاہیے۔ میرے موکل نے اس بارے میں الیکشن کمشن میں درخواست دی تو پنجاب حکومت نے راتوں رات الیکشن کمشن کا ریکارڈ تبدیل کر کے ان افراد کے نام ووٹر لسٹ میں ڈلوا دیئے۔

خرم شاہ کے وکیل نے کہا کہ لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف جو درخواست دائر کی گئی ہے ان میں مہر ظفر اقبال اور شکیل بیگ کے دستخط نہیں ہیں۔ ان افراد کو ان درخواستوں کی سماعت کے لئے لارجر بنچ کی تشکیل کے حوالے سے سپریم کورٹ میں درخواست دائر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ سماعت کے دوران عدالت میاں نواز شریف کے تجویز کنندہ اور تائید کنندہ عدالت میں پیش ہوئے اور انہوں نے اس ضمن میں عدالت میں بیان حلفی بھی پیش کیے جس پر عدالت نے کہا کہ وہ اس بیان پر حلفی بھی پیش کیے جس پر عدالت نے کہا کہ وہ اس بیان حلفی کو رجسٹرار آفس میں جمع کروائیں۔ میاں نواز شریف کے تجویز کنندہ اور تائید کنندہ کے وکلا اکرم شیخ اور اے کے ڈوگر نے عدالت سے کہا کہ خرم شاہ اور نور الٰہی کو بھی عدالت میں پیش کیا جائے۔ واضح رہے کہ لاہور ہائی کورٹ نے مذکورہ افراد کی درخواستوں پر میاں نواز شریف کو نااہل قرار دیتے ہوئے انہیں ضمنی انتخابات میں حصہ لینے سے روک دیا تھا۔

دریں اثناء میاں محمد نواز شریف جو سات سال تک جلاوطن رہنے کے بعد 10 ستمبر 2007ء کی صبح پی آئی اے کی پرواز کے ذریعے لندن سے اسلام آباد پہنچے تھے انہیں دوبارہ سعودی عرب واپس بھیج دیا گیا تھا۔ نواز شریف کا خصوصی طیارہ جدہ ائیر پورٹ پر اترا تو انہیں جدہ میں شریف خاندان کی ذاتی رہائش گاہ 'شریف محل' میں منتقل کر دیا گیا۔ نواز شریف کی جلاوطنی پر ملک کی کئی سیاسی جماعتوں نے اظہار مذمت کی تھی جبکہ اس وقت کے پنجاب کے وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی نے کہا تھا کہ نواز شریف اپنی مرضی سے واپس سعودی عرب گئے ہیں، وفاقی وزیر برائے مذہبی امور اعجاز الحق کا کہنا تھا کہ نواز شریف کا پاسپورٹ اب سعودی حکام کے پاس رہے گا کیونکہ وہ ایک معاہدے کے پابند ہیں۔ اس اقدام پر مسلم لیگ نواز گروپ نے سپریم کورٹ میں آئین کی دفعہ 204 کے تحت حکومت کے خلاف توہین عدالت کی پٹیشن بھی دائر کی تھی۔ پٹیشن میں کہا گیا کہ

Marfat.com

سپریم کورٹ نے حکم دیا تھا کہ نواز شریف کی پاکستان آمد میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا کی جائیں لیکن حکومت نے اس حکم کی خلاف ورزی کی ۔ اس وقت کی حکومت کا کہنا تھا کہ معاہدے کے تحت نواز شریف دس سال تک پاکستان میں سیاست کر سکتے ہیں نہ واپس آسکتے ہیں ۔ تاہم نواز شریف کا کہنا ہے کہ یہ مدت دس سال کی نہیں بلکہ پانچ برس کی تھی جو پوری ہو چکی ہے ۔ تاہم کچھ ہی دنوں بعد 25 نومبر 2007ء کو شریف برادران نے پاکستانی سرزمین پر قدم رکھا جس کے بعد ملکی سیاست میں ہلچل مچ گئی ۔ اس سے قبل 18 اکتوبر 2007ء کو پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن بینظیر بھٹو بھی پاکستان آ گئی تھیں جس سے برسر اقتدار سیاسی ٹولے کو شدید خطرہ محسوس ہونے لگا۔

الیکشن کمشن آف پاکستان نے 8 جنوری 2008ء کو عام انتخابات منعقد کرنے کا اعلان کیا تاہم اس دوران پاکستان مسلم لیگ کے صدر شہباز شریف کے کاغذات قومی اسمبلی کے ایک اور صوبائی اسمبلی کے دو حلقوں سے مسترد کر دیئے گئے تھے ۔ جس پر انہوں نے کہا کہ ان کے کاغذات سیاسی بنیادوں پر مسترد کئے گئے ۔ کاغذات نامزدگی کا مسترد ہونا اس دھاندلی کا حصہ ہے جو انتخابات سے پہلے کی جائے گی ۔ انہوں نے کہا کہ وہ ذاتی طور پر اپیل دائر کرنے کے خلاف ہیں لیکن اس کے بارے میں حتمی فیصلہ ان کی جماعت کرے گی ۔ میاں شہباز شریف کے کاغذات نامزدگی پر مخالف امیدوار طارق بانڈے ایک مبینہ پولیس مقابلے میں ہلاک ہونے والے ایک نوجوان کے والد اور اسلام آباد کے ایک شہری شاہد اورکزئی نے الگ الگ اعتراضات دائر کئے تھے ۔ اعتراضات میں کہا گیا ہے کہ شہباز شریف کے خلاف تھانہ سبزہ زار میں پانچ نوجوانوں کے قتل کا مقدمہ درج ہے یہ نوجوان ایک مبینہ پولیس مقابلے میں ہلاک ہوئے تھے اور ہلاک ہونے والے ایک نوجوان کے والد کا کہنا ہے کہ یہ مقابلہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف کے کہنے پر کیا گیا تھا ۔ شہباز شریف کے خلاف پیش ہونے والے وکیل آفتاب احمد باجوہ ایڈووکیٹ کے مطابق انسداد دہشت گردی کی عدالت سے ان کے دائمی وارنٹ گرفتاری جاری ہیں ۔ شہباز شریف کے وکیل خواجہ حارث نے دلائل میں کہا کہ کسی شخص کے وارنٹ جاری ہونے یا محض ایف آئی آر درج ہونے کی بنیاد پر انتخابات لڑنے سے نااہل قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ انہوں نے چار کمپنیوں کے قرضے واپس نہیں کئے اور 2002ء کے الیکشن ٹریبونل نے بھی انہیں نادہندہ قرار دیا تھا ۔ شہباز شریف کے وکلا نے کہا کہ اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی گئی تھی ۔ اس کے علاوہ شہباز شریف محض ضمانتی ہیں اور جب کمپنیوں اور بینکوں کے درمیان تصفیہ ہو گیا تھا تو پھر ضمانتی کی

Marfat.com

کوئی ذمہ داری نہیں رہتی۔

واضح رہے کہ میاں نواز شریف کے کاغذات پر بھی اعتراض لگائے گئے تھے اور اس کی حتمی سماعت 3 دسمبر 2007ء کو ہونی تھی۔ ادھر مسلم لیگ نواز اور اے پی ڈی ایم کی دیگر جماعتوں نے اس وقت کے صدر مشرف کو الٹی میٹم دے رکھا تھا کہ اگر عدلیہ کی 2 نومبر سے پہلی والی پوزیشن بحال نہ ہوئی تو وہ انتخابات کا بائیکاٹ کر دیں گے۔ 27 دسمبر 2007ء کو راولپنڈی میں بینظیر بھٹو کو شہید کر دیا گیا جس کے بعد انتخابات کی نئی تاریخ 18 فروری 2008ء مقرر کر دی جاتی ہے۔ انتخابات کا انعقاد ہوتا ہے جس میں پیپلز پارٹی اکثریت حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی ہے جبکہ پاکستان مسلم لیگ ن دوسرے نمبر پر آ جاتی ہے۔ مسلم لیگ (ق) کے بڑے بڑے برج الٹ جاتے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے شریک چیئر پرسن آصف علی زرداری اور قائد مسلم لیگ (ن) کے تعاون سے مرکز اور پنجاب میں دونوں جماعتیں حکومتیں بناتی ہیں جبکہ اے این پی اور جے یو آئی فضل الرحمان تو بھی اتحادی حکومت میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ یوں 4 جماعتوں کے اتحاد سے حکومت بن جاتی ہے اور ملتان کے سید یوسف رضا گیلانی وزیراعظم منتخب ہو گئے اس دوران اعلان بھوربن اور دیگر ملاقاتوں میں عدلیہ کی بحالی چارٹرڈ آف ڈیموکریسی پر عمل درآمد کے حوالے سے معاہدے ہوتے ہیں۔ عام انتخابات کے بعد ضمنی انتخابات کے دنگل کیلئے مسلم لیگ (ن) کی قیادت سامنے آتی ہے اسی دوران لاہور ہائیکورٹ کے ججوں پر مشتمل الیکشن ٹربیونلز نے ضمنی انتخابات کیلئے مسلم لیگ (ن) کے قائد نواز شریف اور ان کے بھائی شہباز شریف کے کاغذات نامزدگی کی منظوری کے خلاف دائر شدہ درخواستوں پر نوٹس جاری کر دیئے۔ ہائیکورٹ کے الیکشن ٹربیونلز نے نواز شریف کے خلاف درخواست پر 28 مئی 2008ء کیلئے نوٹس جاری کئے ہیں۔ نواز شریف کے خلاف قومی اسمبلی کے حلقہ 52 سے ایک امیدوار ناصر راجہ نے درخواست دائر کی تھی جس میں استدعا کی گئی کہ نواز شریف کے کاغذات نامزدگی مسترد کئے جائیں۔ ٹربیونل کے روبرو درخواست گزار ناصر راجہ کے وکیل نے دلائل میں کہا کہ نواز شریف پاکستانی عدالتوں سے سزا یافتہ ہیں اور ان سزاؤں میں نا اہلی کی سزا بھی شامل ہے۔ درخواست گزار کے وکیل نے کہا کہ نواز شریف نے ان سزاؤں کے خلاف اپیل دائر نہیں کی تھی اس لئے وہ اب انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتے کیونکہ عدالت انہیں کسی بھی عوامی یا سرکاری عہدے کیلئے نا اہل قرار دے چکی ہے۔

دوسری جانب لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس اکرم قریشی کی سربراہی میں قائم الیکشن ٹربیونل نے لاہور

Marfat.com

کی صوبائی اسمبلی کے دو حلقوں سے شہباز شریف کے کاغذات کی منظوری کے خلاف درخواستوں
ان کو 30 مئی کے لئے نوٹس جاری کئے تھے۔ شہباز شریف نے لاہور سے صوبائی اسمبلی کے
حلقہ 141 اور 154 سے کاغذات نامزدگی جمع کرائے تھے۔ لاہور کے صوبائی حلقہ 141 سے
اظہر خان جبکہ صوبائی اسمبلی حلقہ 154 سے سید نعیم شہزاد نے شہباز شریف کے کاغذات نامزدگی
کے خلاف ٹریبونل سے رجوع کیا۔ اس دوران مسلم لیگ (ن) کی قیادت کی جانب سے عدلیہ کی
بحالی اور صدر مشرف کو ایوان صدر سے نکالنے کے حوالے سے دباؤ بڑھا تو حکمران اتحاد کے ٹوٹنے
کی افواہوں نے جنم لینا شروع کر دیا۔ میاں نواز شریف کا کہنا تھا کہ آصف علی زرداری نے انہیں
یقین دلایا ہے کہ صدر پرویز مشرف کو ایوان صدر سے ہٹا دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم نے
معزول ججوں کو بحال کروانے کی قسم کھائی ہے اور میں نے آصف علی زرداری کو یہ بات کہہ دی ہے
کہ اگر ججوں کو بحال نہ کیا گیا تو ہم بھی وکلا کے ساتھ بس میں بیٹھ کر اسلام آباد آئیں گے۔ میاں
نواز شریف کا کہنا تھا کہ صدر پرویز مشرف کو محفوظ راستہ نہیں دیا جائے گا اور اُن کے خلاف پاکستانی
قوم سے غداری کرنے کا مقدمہ چلنا چاہئے۔ ان کا کہنا تھا کہ صدر مشرف نے کہا تھا کہ 18
فروری کو اگر قوم اُن کے خلاف فیصلہ دے گی تو ایوان صدر چھوڑ دیں گے اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ
31 دسمبر تک وردی اتار دیں گے لیکن انہوں نے کوئی وعدہ وفا نہیں کیا ہے۔ مسلم لیگ (ن) کے
قائد نے کہا کہ اب صدر مشرف کو اقتدار سے نکالنا عوام کے مینڈیٹ کو پورا کرنے والی بات ہے۔
ان کا کہنا تھا کہ پاکستانی قوم کو اب 18 فروری کے فیصلے سے بڑھ کر آئندہ دنوں میں کوئی اور فیصلہ
بھی کرنا ہوگا۔ مسلم لیگ (ن) کے سربراہ نے یہ بھی کہا کہ صدر پرویز مشرف غیر ملکیوں سے ڈکٹیشن
لیتے ہیں جس کی وجہ سے پاکستان کے وقار میں کمی ہوئی ہے اور پاکستان کی خودمختاری داؤ پر لگی ہوئی
ہے۔ تاہم گزشتہ آٹھ سال میں ان کے ساتھ جو زیادتیاں کی گئیں اس پر وہ صدر مشرف کو معاف
کرتے ہیں لیکن صدر مشرف نے لال مسجد آپریشن کیا۔ ججوں کو برطرف کیا اور ڈاکٹر عبدالقدیر کے
ساتھ جو سلوک کیا اس پر قوم انہیں معاف نہیں کرے گی۔ دریں اثنا نواز شریف کی اہلیت کے
حوالے سے تنازع پر الیکشن ٹریبونل کے دو ججوں میں عدم اتفاق کے بعد معاملہ مزید کارروائی کیلئے
چیف الیکشن کمشنر کو بھجوا دیا گیا ہے۔ میاں نواز شریف راولپنڈی کے حلقہ 52 سے دستبرداری کا
اعلان کر چکے تھے اور انہوں نے ریٹرنگ افسر کے روبرو دستبرداری کا حلف نامہ بھی داخل کرا دیا۔
مسلم لیگ (ن) کے قائد نواز شریف اور شہباز شریف نے اپنے کاغذات نامزدگی کی منظوری کے

Marfat.com

خلاف ہائیکورٹ میں زیر سماعت اعتراضات کی پیروی نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ شریف برادران کے وکیل اشتر اوصاف علی نے ماڈل ٹاؤن میں ایک اخباری کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ نواز شریف اور شہباز شریف کے کاغذات نامزدگی کے خلاف اعتراضات دائر کرنا بھی ایک سازش کی کڑی ہے ان کے بقول شریف برادران کے خلاف اعتراضات دائر کرنے والے تمام افراد کا وکیل ایک ہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نواز شریف کو طیارہ سازش کیس اور ہیلی کاپٹر کیس میں جو سزائیں ہوئی تھیں ان سزاؤں کو صدر مملکت نے آئین اختیارات کے تحت اس وقت کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کے کہنے پر معاف کر دیا تھا۔ اشتر اوصاف علی کے بقول جب سزا معاف ہو جائے تو وہ شخص ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے اس نے جرم ہی نہ کیا ہو۔

تاہم جون 2008ء میں چیف الیکشن کمشنر جسٹس ریٹائرڈ قاضی محمد فاروق نے پاکستان مسلم لیگ ن کے قائد میاں نواز شریف اور پاکستان مسلم لیگ ن کے صدر میاں شہباز شریف کے خلاف انتخابی عذر داریوں کو نمٹاتے ہوئے انہیں ضمنی انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دے دی۔ چیف الیکشن کمشنر کی طرف سے تفصیلی بیان میں کہا گیا تھا کہ چونکہ ان ضمنی انتخابات میں عذر داری پر فیصلوں کی آخری تاریخ 31 مئی تھی اور ان افراد کے خلاف انتخابی عذر داریوں پر لاہور ہائی کورٹ کے دو رکنی الیکشن ٹربیونل کا فیصلہ منقسم تھا اس لئے عوامی نمائندگی ایکٹ کے تحت ریٹرننگ افسر کے فیصلے کو برقرار رکھا گیا ہے جس میں ریٹرننگ افسر نے ان دونوں مسلم لیگی رہنماؤں کے خلاف تمام عذر داریوں کو مسترد کر دیا تھا اور اُن کے کاغذات نامزدگی منظور کر لئے تھے۔ قانونی ماہرین کے مطابق چیف الیکشن کمشنر کے اس فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ لاہور ہائیکورٹ کے دو رکنی الیکشن ٹربیونل کی طرف سے شریف برادران کے خلاف انتخابی عذر داریوں پر منقسم فیصلہ آنے پر اسے چیف الیکشن کمشنر کو بھجوا دیا۔ شریف برادران کے خلاف انتخابی عذر داروں کی سماعت کرنے والے لاہور ہائیکورٹ کے دو رکنی ٹربیونل کے ایک رکن اکرم قریشی نے نواز شریف اور شہباز شریف کو الیکشن لڑنے کیلئے نااہل قرار دیا جبکہ اسی ٹربیونل کے دوسرے رکن جسٹس حافظ طارق نسیم نے اپیلیں مسترد کرتے ہوئے پاکستان مسلم لیگ نون کے ان دونوں رہنماؤں کو انتخابات لڑنے کا اہل قرار دیا تھا۔

جس دن عدالت نے فیصلہ دیا اسی دن پنجاب میں گورنر راج نافذ کر دیا گیا اور مسلم لیگ ن نے احتجاج کا علم بلند کر دیا۔

Marfat.com

خصوصی مضامین

عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی بحالی کے لئے وکلاء سول سوسائٹی اور سیاستدان اور دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے اپنے طور پر کردار ادا کرتے رہے۔اس حوالے سے میڈیا کا کردار انتہائی اہم ہے جس نے نہ صرف اپنے طور پر جدوجہد جاری رکھی بلکہ اپنے چینلز اور اخبارات کے صفحات بھی وقف کر دیئے ۔ میں روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ پاکستان ، روزنامہ جناح اور روزنامہ وقت کا خصوصی طور پر مشکور ہوں کہ ان کو عدلیہ کی بحالی سے متعلق جب بھی آرٹیکل ارسال کئے گئے بروقت شائع ہو گئے ۔ زیرِ نظر کتاب کی اشاعت تک آرٹیکلز کی تعداد سو سے زائد ہو چکی ہے ان میں سے کچھ کو اس کتاب کا حصہ بنایا گیا۔میرے لئے تمام مضامین معیار کے لحاظ سے یکساں ہیں لیکن کتاب کے حجم کے پیشِ نظر جتنے اس میں سما سکتے تھے،شائع کر دیئے ہیں۔

☆☆☆

عظیم انسان

پاکستان کو جہاں جسٹس منیر جیسے ججوں کا سامنا رہا' وہیں بے باک' جرات مند اور حالات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنیوالے ججوں کی کمی بھی نہیں رہی لیکن جسٹس افتخار محمد چودھری نے جس کردار' جرات' بہادری' صبر' برداشت اور عزم واستقامت کا مظاہرہ کیا اس کی مثال نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کی تاریخ میں خال خال ہی ملتی ہے۔انہوں نے آلام ومصائب کا حوصلے اور ہمت

Marfat.com

سے مقابلہ کیا۔ اپنے عمل، کردار اور بلا خوف فیصلے کرنے کی بدولت وہ عظیم انسان ٹھہرے۔ ایسے انسان مدتوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی کو ساتھ ملانے کے لئے اسے لالچ دیا جاتا ہے۔ لالچ سے بات نہ بنے تو دھونس اور زبردستی کا ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بھی سنا جاتا ہے کہ ہر آدمی کی کوئی نہ کوئی قیمت ضرور ہوتی ہے۔

چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری نے 9 مارچ 2007ء کی دوپہر کو آرمی کیمپ آفس میں باوردی صدر کو ایک تاریخی دوحرفی لفظ No کہہ کر پریشان کر کے رکھ دیا۔ وہ شخص جس کے ایک اشارے سے پورا ملک ہل کر رہ جاتا ہے۔ جس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ قانون کا درجہ اختیار کر جائیں اور اس پر عمل کرانے کیلئے فوج ظفر موج ہر لحہ توپ کے گھوڑے پر ہاتھ رکھے کھڑی ہو۔ جس کی عنایات اور نوازشات سے کوئی بھی شخص پلک جھپکتے ترقیوں کے زینے طے کرتا عروج حاصل کر لے۔ جس کا جس کو چاہے وزیر اعظم، گورنر، وزیر اعلیٰ، مشیر، وزیر اور جج بنادے۔ اس کے سامنے اپنا بنایا ہوا چیف جسٹس استعفیٰ دینے سے انکار کر دے تو اس کی غصے اور ندامت سے وہی حالت ہوگی جیسی ''ان کی'' اس روز تھی، جس کا مظاہرہ پوری دنیا نے ٹی وی سکرین پر ملاحظہ کیا۔

کمانڈوز نے صدارتی کیمپ آفس کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ صدر کے ساتھ سہمے ہوئے وزیر اعظم بھی سویلین کی وردی والوں کے سامنے عملی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ کمرہ بڑے عہدوں کے فوجی افسروں سے بھرا ہوا تھا، ان میں پاکستان کی سب سے بڑی خفیہ ایجنسی کے چیف، جنرل کی وردی میں ملبوس تھے۔ دیگر افسروں کے علاوہ چائے پانی لانے والے بھی باوردی تھے۔ گویا خوف کا ماحول پیدا کرنے کا مکمل بندوبست تھا۔ اس منظر کے ذہن میں آتے ہی یقیناً وہ منظر بھی آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے جب جنرل ایوب خان نے سکندر مرزا کو ہراساں کر کے حکومت پر قبضہ مکمل کر لیا تھا۔ اس کا ایکشن ری پلے 1969ء میں ہوا اب کرداروں کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ منظر ویسا ہی تھا سکندر مرزا کے مقام پر (ر) فیلڈ مارشل ایوب خان اور 58 والے ایوب کی جگہ جنرل یحییٰ خان تھے۔ سویلین تو سویلین ہوتا ہے فیلڈ مارشل تک سویلین بن جائے تو وہ بھی فوج کے سامنے دم مارنے کی ہمت نہیں کر پاتا۔

جسٹس افتخار محمد چودھری کو استعفیٰ پر آمادہ کرنے کیلئے ان کو گورنر بلوچستان یا اپنے پسند کے ملک میں سفیر تعینات کرنے کی پیشکش کی گئی جسے انہوں نے ٹھکرایا تو ریفرنس ان کے سامنے کر دیا لیکن پر

Marfat.com

عزم شخص اس دھونس میں بھی نہ آیا اور استعفیٰ دینے سے صاف انکار کر دیا جس پر صدر محترم جھنجھلا اٹھے اور ان کو دوسرے وردی والوں کے حوالے کر کے چلتے بنے۔ وہ بھی ترغیب و "تدبیر" کرتے رہے لیکن ایک ناں کو ہاں میں نہ بدل سکے۔

جسٹس افتخار محمد چودھری بطور چیف جسٹس جس قدر ہو سکا عوامی مسائل کم کرنا چاہتے ہیں جو ایک طرح سے حکومت کی مدد ہے۔ ان کی ناں میں بھی عام آدمی کا درد پوشیدہ ہے لیکن حکومت اسے اپنے ساتھ دشمنی قرار دیتی ہے۔

پانچ چھ گھنٹے کی "محنت بے سود" کے بعد ان کو گھر بھجوا دیا۔ ان کیلئے اذیت کا سارا سامان کیا۔ بچوں پر تعلیمی اداروں کے دروازے بند کر دیئے ایک کو ملازمت سے ہٹا دیا۔ فون اور ٹی وی کنکشن کاٹ دیئے۔ رواں محرم میں تو پانی بھی بند کر دیا گیا گویا کربلا کا پورا اہتمام تھا۔ نہ صرف ان کو بلکہ ان کی اہلیہ کو بھی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ سب کس لئے تھا؟ صرف استعفیٰ پر آمادہ کرنے کیلئے...... پرعزم شخص نے ہر مصیبت اور تکلیف برداشت کی لیکن پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ انہوں نے وہ تمام مقولے محاورے اور اقوال غلط ثابت کر دیئے جن کے مطابق ہر انسان کی کوئی نہ کوئی قیمت ہوتی ہے اور لالچ یا دھونس سے کسی کو بھی اپنے ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔ وہ کسی دھمکی اور دھونس میں نہ آئے۔

وہ خود عظیم اور ان کی شخصیت مسحور کن ٹھہری۔ اعتزاز احسن جو سپریم کورٹ میں ججوں پر اعتراض کرتے تھے کہ جرنیل متحد ہو گئے جج نہ ہو سکے۔ پھر قوم نے وہ دن بھی دیکھا کہ جسٹس افتخار محمد چودھری کے کردار سے متاثر ہو کر جب 3 نومبر کے پی سی او کا موقع آیا تو جسٹس افتخار محمد چودھری کے شانہ بشانہ ایک دو یا دس بارہ نہیں پورے ساٹھ جج کھڑے تھے۔ یہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کی تاریخ میں بھی پہلی مرتبہ ہوا تھا۔

جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کی سربراہی میں 13 رکنی بنچ نے جسٹس افتخار محمد چودھری کو بطور جج اور چیف جسٹس بحال کیا تو 20 جولائی سے 3 نومبر تک کے فیصلوں اور عدالتی کارروائی سے ان کی عظمت جھلکتی ہے۔ عدالتی کارروائی کے پہلے ہی روز انہوں نے اپنے خلاف پیش ہونیوالے وکلاء کے مقدمات دوسرے بنچوں کو بھیج دیئے۔ سپریم کورٹ میں جسٹس افتخار محمد چودھری کے خلاف کیس میں ملک قیوم پیش ہوتے رہے، جسٹس افتخار محمد چودھری بحال ہوئے تو بطور اٹارنی جنرل ان کو جسٹس افتخار محمد چودھری کی عدالت میں کئی بار پیش ہونا پڑا۔ جہاں ان کو چیف جسٹس نے پورا پورا

Marfat.com

احترام دیا البتہ ان کی ملاقات کی درخواست کو انہوں نے پذیرائی بخشی ایسی ہی کوشش صدر محترم نے بھی کی۔ وہ چونکہ ذاتی معاملات میں خود مختار ہیں اس لئے جو مناسب سمجھا جواب دیدیا۔ ملاقات بہر حال نہ ہوسکی۔

20 جولائی کو بحالی کے بعد انہوں نے جہاں سے معاملات چھوڑے تھے وہیں سے پھر شروع کر دیئے۔ وہ چیف جسٹس بنے تو 36 ہزار مقدمات زیر التوا تھے 9 مارچ کو ان کو کام سے ہٹایا گیا تو زیر التوا مقدمات کی تعداد نو ہزار رہ گئی تھی۔ 20 جولائی کو کام پر واپس آئے تو یہ تعداد 14 ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

نارووال سے ایک خاکروب کو نوکری سے نکال دیا گیا اس نے بھی درخواست دیدی جس پر جسٹس افتخار محمد چودھری نے از خود نوٹس کے تحت انکوائری کا حکم دیا۔ جس ملک کا چیف جسٹس خاکروب کی درخواست کو بھی پذیرائی بخشے تو اسے انصاف کی فراہمی کا عروج ہی قرار دیا جائیگا۔ از خود کارروائی کے ذریعے عوامی مسائل کا حل بھی ان کی عظمت کا گواہ ہے۔ جس کو حکمرانوں نے الزام میں بدل کر رکھ دیا۔

بحالی کے بعد انہوں نے جاوید ہاشمی کی رہائی اور نواز شریف کی واپسی کے اہم ترین فیصلے کئے۔ ایک ایک کر کے لاپتہ افراد بازیاب ہو رہے تھے۔ ان سے انسپائر ہو کر دیگر جج بھی اہم فیصلے کر رہے تھے جس میں لال مسجد کھولنے کا اہم ترین فیصلہ بھی تھا۔ بدقسمتی سے عدلیہ کی آزادی جسٹس افتخار محمد چودھری کی رخصتی کے ساتھ ہی رخصت ہوگئی۔ انہوں نے اپنی محنت لگن اور ولولے سے سپریم کورٹ کو سپیڈی کورٹ بنا دیا۔ وہ رات کے ایک بجے گھر لوٹتے جو لوگ ان کے ہمقدم نہیں چل سکتے تھے ان کی چیف جسٹس سے پرخاش فطری عمل تھا۔ بارہ بجے دفاتر میں آ کر پلاٹ پلاٹ کھیلنے والے افسروں کو ٹخنے جوڑ کو عدالت میں کھڑے ہونا پڑتا تو گویا ان افسروں کی دم پر پاؤں آ جاتا تھا۔ ہڈ حرام افسروں کو ان کے فرائض یاد دلانا بھی ان کا جرم ٹھہرا لیکن وہ جس ٹیمپو کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ بڑھتے گئے۔

میڈیا صدر کی اہلیت کیس پر فل کورٹ بنچ کا مطالبہ کر رہا تھا۔ سترہ رکنی بنچ میں چاروں ہائیکورٹس کے ججوں کو بھی ساتھ بٹھا کر ایک مرتبہ فوج اور دیگر اداروں کا کردار متعین کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ جسٹس افتخار محمد چودھری نے اہلیت کیس کیلئے صرف 11 رکنی بنچ بنایا جس میں وہ خود نہیں تھے حکومت پہلے اس کیس میں جلد فیصلہ چاہتی تھی پھر جان بوجھ کر کیس کو لٹکا کر ایمرجنسی لگا دی گئی۔ دنیا

Marfat.com

کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اور شاید آخری بار ایسا ہوا کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کو فارغ کرنے کیلئے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا گیا ہو۔ معمولی سے معمولی قانون دان بھی جانتا ہے کہ کسی بھی جج کو انتظامی حکم کے ذریعے برطرف نہیں کیا جا سکتا۔

ایٹمی پھیلاؤ کے معاملات سامنے لائے گئے تو محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان معتوب ٹھہرے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کی مبینہ معطلی تک ''حکمرانوں'' کا پسندیدہ موضوع ان کی ''چغلیاں'' کرنا تھا۔ جسٹس افتخار محمد چودھری زیر عتاب آئے تو حکمرانوں کے جلسے جلوسوں، پریس کانفرنسوں اور ہر تقریب میں ان پر طنز وتنقید کے تیر برسنا شروع ہو گئے۔ صدر صاحب غیر ملکی دورے پر گئے تو وہاں بھی چیف جسٹس کے خلاف باتیں کی گئیں۔ اقتصادی فورم کے موقع پر ڈیووس میں بھی ان کو اقربا پروری بدعنوان اور وہ سب کچھ کہا گیا ان الزامات کا کوئی سر پیر نہیں۔ دوسری طرف 9 مارچ سے آج تک جسٹس افتخار محمد چودھری نے بیسیوں مرتبہ مختلف فورمز پر خطاب کیا وکلا سے گفتگو کی، ملنے کیلئے آنیوالے لوگوں سے بات چیت کی ان کی زبان پر ایک مرتبہ بھی صدر کیخلاف بات نہیں آئی بلکہ کبھی بھی سیاست موضوع نہیں رہا۔ اپنی صفائی میں سپریم کورٹ میں بیان حلفی داخل کرایا اور صدر کے بعض الزامات کا ایک خط کے ذریعے گزشتہ دنوں جواب دیا۔ یہ ان کی عظمت اور بڑے پن کی نشانی ہے۔ زمانے نے ایسے جج بھی دیکھے جنہوں نے ذاتی رنجش پر عدالت کے کٹہرے میں آئے انسان کو سزائے موت کا حکم تک سنا دیا لیکن جسٹس افتخار محمد چودھری نے نہ صرف نعیم بخاری کے الزامات پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا بلکہ بعض وزراء کی اپنے خلاف زبان درازی اور بیان بازی پر بھی وہ عالی حوصلہ دکھائی دیئے۔ یہ اس ملک کے ایک جج کا کردار ہے جس کے پیشرو وزیراعظم تک کو عدالت میں کھینچ لائے تھے۔

وکلاء اور ججوں میں ایسا اتحاد کبھی دکھائی نہیں دیا جیسا اب ہے۔ بقول خواجہ شریف میر جعفر اور میر صادق نہ ہوتے تو آج عدلیہ آزاد ہوتی۔ اعتزاز احسن کا گلہ اپنی جگہ اب بھی موجود ہے کہ 1999ء میں جمہوری حکومت کے خلاف جرنیل متحد ہو گئے۔ جج کیوں متحد نہیں ہوتے؟

9-2-08

☆☆☆

Marfat.com

صدر مشرف کے لئے محفوظ اور باعزت راستہ

صدر محترم وردی میں ہوتے تو پھر بھی کیا انتخابات کے یہی نتائج ہوتے جواب آئے ہیں؟ ریفرنڈم 2002ء کے انتخابات، ضلعی حکومتوں خصوصی طور ضلع ناظموں کے انتخابات کو سامنے رکھ کر تجزیہ کیا جائے تو جواب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ صدر مشرف بارہا کہہ چکے ہیں کہ جنرل کیانی ان کے شاگرد ہیں۔ ایسا ہی دعویٰ جنرل حمید گل مشرف کے بارے میں کرتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ صدر صاحب حمید گل کے دعوے کو کتنا احترام دیتے ہیں؟ اس کا اندازہ ان کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے جس میں انہوں نے حمید گل کو بھی ان جرنیلوں کی فہرست میں شامل کیا جو نوکری نہ ملنے پر ان کیخلاف ہو گئے۔ اگر صدر صاحب خود اپنے استاد کا اس طریقے سے احترام کرتے ہیں تو اپنے شاگرد سے کیسے توقع کرتے ہیں کہ وہ ان کو ان کی خواہش اور ضرورت کے مطابق ''احترام'' دیگا؟ ہر کسی کو یقیناً اپنا بویا کاٹنا پڑتا ہے خواہ کچھ دیر سے کاٹنا پڑے۔ وردی اپنی جگہ قائم ہے لیکن اس کے پہننے والا بدلتا رہتا ہے جو اس مرتبہ بھی گزشتہ سال کے آخر میں بدل گیا۔ ایک وہ وردی تھی جس نے صدارتی ریفرنڈم، 2002ء کے عام انتخابات میں اپنا کردار ادا کیا۔ ایک یہ وردی ہے جس نے 2008ء کے انتخابات میں کسی کو ''کوئی کردار'' ادا نہ کرنے دیا۔ آرمی چیف کا عہدہ کبھی خالی نہیں ہوتا لیکن اس کو حاصل کرنے والے کی صوابدید پر ہے کہ وہ اس کو کیسے استعمال کرتا ہے۔ فیلڈ مارشل ایوب خان، جنرل یحییٰ خان، ضیاء الحق اور پرویز مشرف نے جس طریقے سے استعمال کیا وہ فوج اور خود ہماری قومی تاریخ میں سیاہ باب کے طور پر ہمیشہ رقم رہے گا۔ ان طالع آزماؤں نے پاک فوج جیسے قابل احترام ادارے کو اپنی ہی قوم کی نظروں سے گرانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ پہلے کے تینوں جرنیل حکمرانوں کا انجام سب کے سامنے کھلی کتاب کی طرح عیاں ہے۔ ان کی تقلید میں چوتھے جنرل نے حکومت پر قبضہ تو کر لیا، جانے کس کے انجام کو اپنے لئے ''انجام بخیر'' سمجھتے ہیں؟ کیونکہ ایک دن تو ان کو کیا ہر کسی کو جانا ہے، بالآخر دنیا کو چھوڑ جانا ہے۔

صدر مشرف کسی دور میں دعویٰ کرتے تھے کہ ان کو 98 فیصد عوام کی حمایت حاصل ہے۔ پھر خود کہنے لگے کہ کچھ غیر مقبول فیصلوں کی وجہ سے ان کی مقبولیت میں کمی آئی ہے۔ کتنی کمی آئی ہے؟ اس کا پتہ عام انتخابات کے نتائج سے ہو گیا ہے لیکن ان کے وہ مشیر اب بھی موجود ہیں جن کو ساون کے

Marfat.com

اندھے کی طرح ہر سمت ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے، انہوں نے یقین دلا دیا ہوگا کہ (ق) لیگ کو ملنے والے ''لاکھوں ووٹ'' آپ کی ''مقبولیت'' کی زندہ مثال ہیں جو 55 فیصد لوگ ووٹ کاسٹ نہیں کرنے گئے وہ دراصل آپ کے ''فین'' ہیں اور اٹھارہ سال سے کم عمر کے لوگ بھی آپ کے گن گاتے ہیں۔ یقیناً صدر نے ان کی بات مان لی ہے بصورت دیگر وہ 19 فروری کے سورج کے طلوع ہونے سے قبل اپنی پارٹی کا حشر دیکھ کر استعفیٰ دے دیتے لیکن ہمارے ہاں چونکہ کسی بھی صورت استعفیٰ دینے کی روائت نہیں، استعفیٰ ڈنڈے کے زور پر لینے کی روایت ہے تو وہ کیوں ایسی ''بدعت'' کی شروعات کرتے جو آگے چل کر قوم کیلئے رہنما اصول بن جاتا۔ نئی روایتوں کے امین عظیم لوگ ہوتے ہیں جو آج بدقسمتی سے اپنے گھروں پر نظر بند ہیں اور ان کو نظر بند کرنے والے کوتاہ قد لوگ خود کو عظیم سمجھتے اور کہلوانے کا شوق رکھتے ہیں ہمارے ہاں طبلچیوں کی کمی نہیں جو ذاتی مفاد کی خاطر چغلی اور خوشامد میں یکتا ہیں۔ اب ان کی اکثریت الیکشن میں شکست کھا کر چند ایک جیت کرنے ''آقاؤں'' کی تلاش میں ہے۔ ان کو بھی علم ہے کہ وردی ہر وقت موجود رہتی ہے بس فرق اتنا ہے کہ ان کو پہننے والے بدل جاتے ہیں۔

تزکِ مشرفی مرتب کی جائے تو ماضی کے کسی بھی حکمران کے کارنامے اس کے سامنے ماند پڑ جائیں گے۔ قوم کارگل میں شہدا کے خون کا حساب مانگتی ہے، اس کی تحقیقات سے راہ فرار کا کیا جواز ہے؟ نائن الیون کے بعد ایک ہی فون کال پر قومی غیرت امریکہ کے قدموں میں ڈال دی گئی۔ امریکہ نے لاکھوں افغان پاکستان کی مدد سے تہ تیغ کر دیئے۔ مسئلہ کشمیر بیسیوں سال پیچھے چلا گیا۔ بگٹی کے قتل سے بلوچستان جل اٹھا۔ قبائلی علاقے دہک رہے ہیں۔ فوج اپنے ہی ہموطنوں کی لاشیں گرا رہی ہے۔ جواب میں ہزاروں فوجی شہید ہو چکے ہیں، ہم امریکہ کی لڑائی لڑ رہے ہیں وہ بھی اپنے پیارے پاکستان میں۔ لال مسجد میں بے گناہ بچیوں تک کو فاسفورس اور بارود سے جلا کر بھسم کر دیا گیا۔ قومی ہیرو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو مسلسل چار سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود حراست میں رکھا گیا ہے۔ عدالتی سسٹم تباہ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ دنیا میں کہیں ایسا ہوتا ہے کہ منصف کو قید کر دیا جائے؟ یہاں تو درجنوں منصف قید ہیں۔ ان کی حمایت کرنے والے بھی نظر بند اور قید کر دیئے گئے۔ 3 نومبر کو محض چیف جسٹس سے جان چھڑانے کیلئے غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اخلاقی طور پر ایمر جنسی نافذ کر دی گئی جس کو خود صدر اور اٹارنی جنرل نے غیر آئینی قرار دیا۔ وردی میں سیاست کرنا بھی آئین شکنی کے مترادف ہے اور...... اور آئین میں آئین شکنی کی سزا آرٹیکل 6 کے تحت

Marfat.com

موت ہے۔
(ق) لیگ کو وردی سپورٹ اور سوٹ کرتی تھی اب مشرف وردی میں نہیں فوج ان کی طاقت تھی جس سے وہ ریٹائر ہو گئے۔ ایسا کرنے والے جرنیلوں کی حیثیت صدر مشرف کے وزیر اطلاعات نے سب ریٹائرڈ ہونے والے جرنیلوں یاد دلا دی۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد بھی فوجی کی بڑی طاقت ہوتی ہے۔ وہ متحد ہو جائیں تو سیسہ پلائی دیوار بن جاتے ہیں۔ قوم کی خوش قسمتی اور حکمرانوں کی بدقسمتی کہ ریٹائر فوجی ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ''گو مشرف گو'' کے نعرے لگاتے ہیں۔ خدا مشرف سمیت ہر کسی کو بُرے وقت سے بچائے۔ اس سے پہلے کہ بُرا وقت آئے ان کو چاہیے کہ قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس کے موقع پر ڈاکٹر عبدالقدیر، جسٹس افتخار محمد چودھری سے معافی مانگیں، ان کو وہی مقام دیں جس کے وہ سزاوار ہیں۔ ساتھ ہی قوم سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور استعفیٰ دے دیں تو پارلیمنٹ سے قوم توقع کرتی ہے کہ وہ ان کو محفوظ راستہ فراہم کر دے گی۔

☆☆☆

بینظیر بھٹو قتل کی بوگس تحقیقات

بینظیر بھٹو کے قتل کے تیسرے روز وزارت داخلہ کے ترجمان جاوید چیمہ نے بانگ دہل اعلان کر دیا کہ محترمہ کی موت گولی یا بم دھماکے سے نہیں بلکہ ان کی اپنی ہی گاڑی کے سن روف کا لیور لگنے سے ہوئی ہے۔ یہ ترجمان اپنی بھرتی کے حوالے سے ''ڈائریکٹ حوالدار'' کے ہم پلہ ثابت ہوئے جو کسی بھی واردات کی روداد سن کر ملزموں کی طے تک پہنچ جاتا ہے اور ان کو قانون کے کٹہرے میں لا کھڑا کرتا ہے۔ ترجمان نے بھی ملزموں کی نشان دہی کر دی تھی لیکن چونکہ وہ ڈائریکٹ حوالدار نہیں ہیں اس لئے ملزموں کو کٹہرے میں لانا ان کی ذمہ داری نہیں بنتی۔ ان کے بتائے ہوئے ملزموں کو گرفتار کرنے کی جن پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ آج کل ان ہی ملزموں سے مذاکرات کر رہے ہیں۔
جاوید چیمہ نے موت کی جو وجوہات بیان کیں، صدر محترم نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مہر پہلے ثبت ہوئی ہو اور ترجمان نے بعد ازاں ترجمانی کا فریضہ پوری ایمان داری،

Marfat.com

دیانتداری اور سچائی سے انجام دیا ہو۔ بہرحال وزیر داخلہ کو ان وجوہات پر یقین کامل تھا۔ اپنی وجوہات کو مزید قابل اعتبار اور قابل اعتماد بنانے کے چار جنوری کو سکاٹ لینڈ یارڈ کی ٹیم تحقیقات کے لئے بلالی گئی تاکہ جو لوگ حکومتی جواز کو تسلیم نہیں کرتے ان کی زبان بند کی جاسکے۔ اس ٹیم نے دن رات کی محنت شاقہ سے اڑھائی ہفتے بعد ایک رپورٹ حکومت کے ہاتھوں میں تھمادی جس سے سب کے گلے شکوے دور ہو گئے۔ شروع دن سے یہ کہا جا رہا تھا کہ یہ ٹیم موت کی وجوہات معلوم کرنے کے لئے پاکستانی پولیس ٹیم کی معاونت کرے گی اب جبکہ رپورٹ منظر عام پر آئی تو یہ تاثر دے کر لوگوں کو بیوقوف بنایا جا رہا ہے کہ سکاٹ لینڈ یارڈ ٹیم آزادانہ تحقیقات کی ہیں اور اس کی رپورٹ معتبر اور اطمینان بخش ہے۔ اگر سکاٹ لینڈ یارڈ ٹیم کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو اس نے دن رات ایک کر کے ثبوت اکٹھے کئے بہت سے لوگوں سے انٹرویوز کئے سوائے ان کے جن کے نام بینظیر بھٹو نے اپنے خط میں دیئے تھے یا جن پر پیپلز پارٹی نے شک وشبہ کا اظہار کیا تھا۔ یہ ٹیم اس ملک سے آئی تھی جس کے ایک ہوٹل میں صدر محترم کے ایک رات کے قیام کا کرایہ 20 لاکھ روپیہ تھا۔ عالی جناب اس ہوٹل میں 4 دن قیام پذیر رہے تھے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے سکاٹ لینڈ یارڈ ٹیم کے 11 ماہرین کو کتنی ادائیگی کی گئی ہوگی۔ اس ٹیم کی پٹاری سے کیا نکلا وہی کچھ جو ہمارا پولیس حوالدار موقع واردات پر پہنچے بغیر اپنے تجربے اور کشف کی بنیاد پر نکال سکتا ہے۔ البتہ اس ٹیم نے ایک نہایت ہی ”پیچیدہ مسئلہ“ حل کر دیا جو اگر یہ ٹیم حل نہ کرتی تو یہ گوشہ قوم اور پوری دنیا کی نظروں سے اوجھل رہتا۔ حکومت آج تک جسے سن روف کہتی رہی وہ دراصل ہنگامی اخراج کا رستہ ہے۔ یوں سمجھئے اس انکشاف نے پیسے پورے کر دیئے۔ سکاٹ لینڈ ٹیم کی رپورٹ ہمارے حکمرانوں کی خواہش، امنگ اور آرزو کے عین مطابق ہے۔ وہ جو بات قتل کے دوسرے تیسرے دن کہہ رہے تھے وہ اس شہریوں کی جان و مال کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لوگوں کو فارن اگریشن اور اندرونی خطرات سے بچانا بھی اس زمرے میں آتا ہے۔ بینظیر بھٹو ایک عام شہری نہیں تھیں۔ وہ ملک کے مقبول ترین وزیراعظم کی بیٹی، عالم اسلام کی پہلی خاتون وزیراعظم جو دوبار اس منصب پر فائز رہیں۔ چور دروازے سے آکر نہیں عام انتخابات میں جیت کر اس شخصیت کو ان کے شایان شان سکیورٹی فراہم نہ کرنا سوالیہ نشان ہے۔ پھر جو بھی سکیورٹی فراہم کی گئی اس میں LAPS کیوں تھے؟ بینظیر بھٹو پر 18 اکتوبر کو ایک خودکش حملہ ہو چکا تھا۔ ایجنسیاں چیخ چیخ کر ان پر مزید حملوں سے خطرات کا اظہار کر رہی تھیں۔ نئے اور پرانے حکمران بھی ایسا ہی کہہ رہے

Marfat.com

تھے۔ پھر سستی کیوں کی گئی؟ کہ پستول لہراتا ہوا خودکش بمبار ان کی کار پر بھی چڑھ گیا۔ سکاٹ لینڈ یارڈ ٹیم کی رپورٹ بالکل بوگس ہے۔ جسے ہمارے صرف حکمران اور امریکہ تسلیم کرتا ہے جبکہ مختلف اور ذمہ دار حلقوں کی طرف سے انگلیاں بھی اسی طرف اٹھ رہی ہیں۔

اہم سوالات تو یہ ہیں کہ بینظیر بھٹو کو کس نے قتل کرایا؟ کہاں اور کس نے سازش کی؟ قاتل کس طرح ان کے سر پر پہنچ گئے۔ ان کو مکمل سکیورٹی فراہم کیوں نہیں کی گئی اور جو بھی سکیورٹی فراہم کی گئی اس میں بھی خامیوں کا ذمہ دار کون ہے؟ برطانوی ٹیم کی رپورٹ میں کسی ایک بھی سوال کا جواب موجود نہیں۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ان کی موت سے فائدہ کس کو ہوا تو اس کا جواب واضح ہے کہ جو بینظیر کو اپنے اقتدار کیلئے خطرہ سمجھتے تھے اور ہر صورت اقتدار سے چمٹے رہنا چاہتے تھے وہی بہت بڑے فائدے میں رہے۔

اب جبکہ ایک طرف انتخابات سر پر ہیں۔ پہلے ق لیگ کی حکومت اور اب نگران حکومت اپوزیشن لیڈروں کو اپنی حفاظت کا کہہ رہی ہیں۔ ان کو خودکش حملہ آوروں کا ٹارگٹ قرار دے رہی ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ خودکش حملہ آوروں سے ق لیگ کے کسی لیڈر کی جان کو خطرہ نہیں' یہ دھڑلے سے جلسے جلوس کر رہے تھے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ اب جبکہ ق لیگ کا تذکرہ ہوا ہے تو اس کی انتخابی مہم کے دو پہلو ہیں۔ قابل تحسین پہلو یہ کہ وہ اپنے کارناموں کو اجاگر کر رہی ہے۔ لوگوں کو اپنی کارکردگی کے حوالے سے ووٹ دینے پر مائل کر رہی ہے۔ دوسرا ناپسندیدہ اور قابل مذمت پہلو یہ کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ پر یکطرفہ کیچڑ اچھالا جا رہا ہے۔ کروڑوں کے اشتہارات حریف پارٹیوں کی کردارکشی کیلئے شائع کرائے جا رہے ہیں۔ قوم نے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کے 88 سے 99 تک کے چار ادوار بھگتے ہیں۔ جن میں انتقام کا پہلو نمایاں ہوا کرتا تھا۔ ان پارٹیوں نے اب سیاسی بلوغت کا ثبوت دیتے ہوئے رواداری اور بھائی چارے کی سیاست کے کلچر کا آغاز کیا تو اسے ہر حلقے کی طرف سے سراہا گیا لیکن اب ق لیگ نے سیاسی فضا کو مکدر اور آلودہ کر دیا۔ جو کسی بھی طرح اس پارٹی کیلئے قابل فخر نہیں ہو سکتا۔

بات بینظیر کے قتل کی تحقیقات کی ہو رہی تھی سکاٹ لینڈ یارڈ ٹیم کی تحقیقات کو پوری دنیا مذاق سمجھ رہی ہے اور یقیناً یہ مذاق ہے کہ بینظیر بھٹو پر فائرنگ ہوئی' خودکش حملہ ہوا' یہ ٹیم اور ہماری ٹیم موت کی وجہ کسی اور چیز کو قرار دے رہی ہے۔ اس ناقابل اعتبار رپورٹ نے پیپلز پارٹی خدشات درست ثابت کر دیئے کہ تحقیقات غیر جانبدارانہ نہیں ہو گی۔ یہی خدشات عام آدمی اور پوری دنیا کے

Marfat.com

تھے۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اپنی غیر جانبداری یقینی بنانے اور اپنی پوزیشن واضح کرنے کے لئے اقوام متحدہ سے تحقیقات کرانے کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے اقوام متحدہ سے رجوع کرے۔

19-2-08

☆☆☆

عدلیہ کی آزادی کیلئے سیاسی جماعتوں کا کردار

جسٹس افتخار محمد چودھری نے اسلامی روایات کے مطابق بلا امتیاز انصاف کی فراہمی شروع کی تو ان کو برداشت کرنا حکمرانوں کے بس سے باہر ہو گیا۔اب جبکہ پوری دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے اور موجودہ دور کو مہذب قرار دیا جاتا ہے۔اس دور میں آمریت کے سائے میں ایسے فیصلے کئے گئے جن کی مثال موجودہ تو کیا قرون وسطیٰ کے دور میں بھی مشکل سے ہی ملے گی۔''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ بلند کرنے والوں نے ''سب سے پہلے اپنی جان'' کا عملی طور پر مظاہرہ کرتے ہوئے پورا عدالتی نظام تلپٹ کر کے رکھ دیا۔اس سسٹم کی بحالی کیلئے سب سے پہلے وکلاء میدان میں آئے' میڈیا بھی پیچھے نہ رہا' سول سوسائٹی اور سیاسی جماعتیں بھی بے چینی محسوس کر رہی تھیں۔پھر ہر گزرتے دن کے ساتھ وکلاء تحریک منظّم تر ہوتی گئی اور جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی تک تحریک جاری رہی۔میاں نواز شریف اور محترمہ بے نظیر بھٹو ان دنوں ملک سے باہر تھے۔ان کی غیر موجودگی میں ان کی پارٹیاں تحریک میں کسی حد تک حصہ لیتی رہیں۔عمران خان اور قاضی حسین احمد کا کردار نہایت اہم رہا۔بیس جولائی کو جسٹس افتخار محمد چودھری کو سپریم کورٹ نے بحال کیا تو نظر آ رہا تھا کہ ہر معاملے میں من مانی کرنے کی عادت رکھنے والے حکمرانوں کو یہ بحالی آسانی کے ساتھ ہضم نہیں ہو گی پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔تین نومبر کو عدلیہ کی بساط پھر سے اور مکمل طور پر لپیٹ کر رکھ دی گئی۔یہ دنیا کی تاریخ میں پہلی بار ہوا کہ ایک' صرف ایک جج سے جان چھڑانے کے لئے 16 کروڑ انسانوں کے ایمرجنسی کے نام پر ہر قسم کے حقوق معطل کر دیئے گئے ہوں۔وکلاء ابھی دس مارچ سے بیس جولائی تک لگنے والی چوٹیں سہلا رہے تھے کہ تین نومبر کو پھر میدان عمل میں

Marfat.com

کود پڑے۔ پہلے ایک جج کی معطلی کا غم وغصہ تھا اب 60 ججوں پر وار کیا گیا تھا۔ اس مرتبہ سیاسی جماعتیں پہلے سے کہیں زیادہ جوش وخروش اور ولولے کے ساتھ وکلاء کے شانہ بشانہ تھیں۔ مسلم لیگ ن جماعت اسلامی، تحریک انصاف اے پی ڈی ایم کے پلیٹ فارم سے ہراول دستہ تھیں نواز شریف کی وطن واپسی سے اس تحریک کو نئی مہمیز ملی۔ ان جماعتوں کے کارکن ایمرجنسی اور دفعہ 144 کی پروا کئے بغیر ہر چھوٹے بڑے شہر میں مظاہرے کرنے لگے۔ دوسری طرف اپنی نام نہاد آئینی مدت پوری کرنے والی ''دسکتی حکومتیں'' وردی کے سامنے سرخرو ہونے کے لئے اندھا دھند گرفتاریاں کر رہی تھیں۔ بڑے بڑے لیڈر بھی پابند سلاسل کر دیئے گئے۔ عدلیہ کی بحالی کیلئے عمران خان اور قاضی حسین احمد نے تو الیکشن کا بائیکاٹ کر کے ایک طرح سے اپنی کشتیاں جلا دیں ایک موقع پر نواز شریف بھی ان کے ہم خیال تھے۔ حمید گل، مرزا اسلم بیگ، محمود خان اچکزئی انتخابات میں حصہ لینے کو ججوں کی بحالی سے مشروط کر رہے تھے۔ پیپلز پارٹی اور دیگر چند جماعتوں بشمول جے یو آئی (ف) نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا۔ جے یو آئی اور پیپلز پارٹی کا ججوں کی بحالی پر کوئی ٹھوس مؤقف نہیں تھا۔ نواز شریف جو انتخابات کے بائیکاٹ پر متفق تھے پیپلز پارٹی کے الیکشن لڑنے کے فیصلے کے باعث انتخابات میں حصہ لینے پر مجبور ہو گئے۔
لیکن انہوں نے حلف نہ اٹھانے والے ججوں سے ملاقاتیں کیں۔ انہوں نے دو مرتبہ جسٹس افتخار محمد چودھری سے ملنے کی بھی کوشش کی لیکن حکومت نے اجازت نہ دی۔ عمران خان سے مشرف کی حمایت اور ریفرنڈم میں ان کو کامیاب کرانے کا ''گناہ'' سرزد ہو چکا ہے۔ 17 ویں ترمیم جو قوم و ملک کے لئے سوہان روح بن گئی تھی، مجلس عمل کے ''نامہ اعمال'' کو گہنا رہی ہے۔ اس ترمیم کی حمایت ایم ایم اے کے لئے طعنہ بن کر رہ گئی۔ نواز شریف دور میں سپریم کورٹ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ مسلم لیگ ن کے لئے بدنامی کا باعث بنا۔ عمران خان مشرف کی حمایت پر قوم سے کئی بار معافی مانگ چکے ہیں۔ مجلس عمل سترہویں ترمیم کی حمایت کو غلطی تسلیم کرتی ہے۔ وہ اس پر شرمندہ اور اسے مشرف کی طرف سے پوری قوم کے ساتھ فراڈ اور دھوکہ سے تعبیر کر رہی ہے۔ نواز شریف اور ان کی پارٹی نے سجاد علی شاہ کے ساتھ ہونے والے سلوک پر کبھی فخر کا اظہار نہیں کیا۔ اس دور میں سپریم کورٹ کو الٹانے والے ن لیگ کو چھوڑ کر ق لیگ کی رونق دوبالا کر رہے ہیں۔
اب نواز شریف، عمران خان اور قاضی حسین احمد سمیت دیگر کے پاس عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی بحالی کی کوشش کی صورت میں کفارہ ادا کرنے کا سنہری موقع ہے۔ یہ لوگ اب صرف کوشش ہی

Marfat.com

نہیں عدلیہ کی بحالی کے لئے جہاد کر رہے ہیں۔ انتخابات کے بعد عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی بحالی کے لئے یقیناً یہ پارٹیاں ایک ہی پلیٹ فارم پر اکٹھی ہونگی اے پی ڈی ایم پھر مکمل طور پر متحد ہوتی نظر آتی ہے۔ پچھلے ہفتے نواز شریف نے مسلم لیگ کے تمام امیدواروں کو لاہور میں جمع کیا اور اپنی ذات یا اپنی پارٹی سے وفاداری کا نہیں بلکہ انتخابات میں کامیابی کی صورت میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کو 2 نومبر 2007ء کی پوزیشن پر بحال کرانے کی کوشش کرنے کا حلف لیا۔ گو اس حلف کی کوئی آئینی اور قانونی حیثیت نہیں اس کی اخلاقی حیثیت ضرور ہے۔ جس حلف کی آئینی اور قانونی حیثیت ہے قوم نے اس کی بھی دھجیاں اڑتی دیکھی ہیں۔ اسی اخلاقی حیثیت والے حلف کی اس لئے دھجیاں اڑیں کہ اخلاقیات کا جنازہ نکالنے والے مسلم لیگ ن کو چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ حلف اٹھانے والے 670 امیدواروں میں کتنے کامیاب ہونگے اس کا کوئی اندازہ نہیں لیکن جو بھی جیتیں گے ان سے لوٹا کریسی کی امید نہیں کی جا سکتی یہ یقیناً عدلیہ کی آزادی کے لئے اسمبلیوں کے اندر اور اے پی ڈی ایم اسمبلیوں کے باہر اپنا کردار ادا کریں گے۔

☆☆☆

Marfat.com

ججوں کی بحالی کا آسان طریقہ

عدلیہ اور ججوں کی بحالی کے لئے وکلا تحریک بدستور زوروں پر ہے۔ مسلم لیگ ن کے ایجنڈہ میں ججوں کی بحالی پہلی ترجیح ہے۔ نواز شریف نے اس ایجنڈے کی تکمیل کے لئے قومی اسمبلی کی تمام نشستیں جن کی تعداد خصوصی اور اقلیتوں کی تعداد شامل کر کے 100 کے لگ بھگ بنتی ہے نچھاور کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اے پی ڈی ایم نے تو اس مقصد کے حصول کی خاطر انتخابات کا بائیکاٹ کیا تھا۔ ان کی طرف سے خدشہ تھا کہ انتخابات کے نتائج کو تسلیم نہیں کریں گے لیکن ق لیگ کا صفایا ہونے اور عدلیہ کی آزادی کی حامی قوتوں کے انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے پر وہ بھی خوش ہیں۔ جس نکتے پر انہوں نے انتخابات کا بائیکاٹ کیا تھا انتخابات کے نتائج کو وہ حصول منزل کا ایک اہم پڑاؤ سمجھتے ہیں۔ پاکستانی سیاست میں یہ ایک مثبت علامت ہے۔

انتخابات کی تیاری شروع ہوئی تو اس سے بھی قبل ق لیگ کو اپنے ''کرتوت حسنہ اور بدعات صالحہ'' کا بھرپور احساس تھا۔ لال مسجد سانحہ ہو ڈاکٹر قدیر خان کی گرفتاری یا جسٹس افتخار کی معزولی بعد ازاں غیر آئینی ایمرجنسی کے تحت عدلیہ کا سر قلم کرنے کی رسم ۔۔۔۔ سب میں مسلم لیگ ق کے وزیر مشیر حتیٰ کہ ان کے چمچوں نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے عدلیہ کا جنازہ نکالنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اب یہ خود بھی اعتراف کرتے ہیں کہ شکست کی وجوہات میں ایک عدلیہ پر شب خون مارنا تھا۔ اب سب مل کر کورس کے انداز میں سب کچھ کا ذمہ دار ایوان صدر کو قرار دے رہے اور دلوا رہے ہیں۔ ان کے لچر گھٹیا اور توہین آمیز بیانات نے قانون پسند لوگوں کو دل چیر کے رکھ دیے تھے۔ ق لیگ اور ان کی حامی پارٹیوں کے سوا تمام اپوزیشن جماعتوں نے انتخابی مہم کے دوران عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی بحالی کا وعدہ کیا تھا۔ ان میں سب سے بڑی پارٹی کی چیئرپرسن محترمہ

Marfat.com

بینظیر بھٹو نے 10 نومبر 2007ء کو جسٹس افتخار محمد چودھری کی سرکاری رہائش گاہ کے سامنے پہنچ کر اعلان کیا تھا کہ ان کی پارٹی جسٹس افتخار محمد چودھری کو اب بھی چیف جسٹس سمجھتی ہے اور ان کو بحال کرا کے رہے گی۔ بے نظیر بھٹو کی یہ تقریر اس وقت جسٹس افتخار محمد چودھری اپنے گھر میں کھڑے سن رہے تھے اور محترم کو دیکھ بھی رہے تھے۔ درمیان میں پولیس کی باردو و آہن سے لیس سکیورٹی فورسز سیسہ پلائی دیوار بنی ہوئی تھیں جس کے باعث جسٹس افتخار اپنے گھر سے باہر آ سکے نہ بینظیر بھٹو ان کے گھر کی دہلیز پار کر سکیں۔

اب جبکہ عدلیہ کی بحالی کی کمٹمنٹ کرنے والی پارٹیوں کی حکومت بنتی نظر آتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ معزول ججوں کو بحال نہ کریں۔ اصل میں شکوک و شبہات پیپلز پارٹی کے ماضی کے ''پینترے بدل'' کردار کی وجہ سے سر اٹھا رہے ہیں جن کا فی الوقت کوئی جواز نہیں۔ اگر پیپلز پارٹی کی موجودہ قیادت کے کردار کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ قیادت خصوصی طور پر آصف زرداری اپنے قول پر پہرہ دینے والے رہنما کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ ان کے سامنے سب سے آسان راستہ مشرف کی، ق لیگ اور ایم کیو ایم کے ساتھ مل کر حکومت بنا لینا ہے۔ لیکن ان کے اور نواز شریف کے درمیان انتخابات سے قبل اور بعد میں جو معاملات طے ہوئے ہیں وہ ان سے روگردانی پر اب تک تو تیار نظر نہیں آتے ان میں یقیناً عدلیہ کی آزادی کا مسئلہ بھی شامل ہوگا۔

اب حکومت سازی کے ابتدائی مراحل کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔ ایوان صدر کے کان بھرنے والوں کی کمی نہیں۔ چور دروازے سے اقتدار تک پہنچنے والے ہاتھ پاؤں مارنے سے باز نہیں آنے والے۔۔۔ چند ایک نے ابھی سے نئی حکومت کی عمر کا تعین مہینوں میں کر دیا ہے۔ ق لیگ کی طرح ان کے سرپرست بھی انتخابی نتائج پر سخت پریشان ہیں وہ ایک جج سے جان چھڑانے کے لئے 16 کروڑ عوام کے حقوق چھین لینے کا قاتلانہ اقدام کر سکتے ہیں تو یک جنبش قلم سے اپنے اقتدار کے لئے یقینی خطرے کو بھی ٹالنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ لیکن اب ایسا کرنا بے وردی ہونے کی وجہ سے ممکن نہیں۔۔۔ تو سب مل کر سازشوں سے کام نکالنے کی منصوبہ بندی کریں گے۔ سب کو مل کر ان سازشی منصوبوں سے نہ صرف بچنے کی ضرورت ہے بلکہ ان کو ناکام بنانے کی حکمت عملی بھی طے کرنی چاہیے۔

اعتزاز احسن نے 9 مارچ کو لانگ مارچ کا اعلان کیا جس پر ان کے ساتھ جسٹس طارق محمود نے اپنے ردعمل میں اس لانگ مارچ پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا کہ پہلے نئی آنے والی حکومت کو

Marfat.com

اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا موقع دیا جانا چاہئے۔ اعتزاز احسن کا بڑا پن ہے کہ انہوں نے اگلے روز جسٹس طارق کے بیان پر مثبت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ نئی حکومت کو ججوں کی بحالی کے لئے موقع دیا جائے گا۔

وکلا تحریک حصول منزل کی طرف کامیابی سے رواں دواں ہے۔ سازشی موقع کی تلاش میں ہیں۔ وکلا قیادت کو ہر قدم پھونک کر رکھنا ہوگا۔ ذرا سی لغزش بدخواہوں کی خواہشات کی تکمیل کی راہ آسان بنا سکتی ہے۔ اعتزاز احسن یا کوئی دوسرے وکلا رہنما کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو سیاستدان سے بات کرنے سے قبل اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر لیا کریں تو بہتر ہے۔ جسٹس طارق بھی اگر بات میڈیا میں لانے کے بجائے اعتزاز سے براہ راست بات کر لیتے تو بہت اچھا تھا۔

ججوں کی بحالی کے لئے مختلف تجاویز سامنے آ رہی ہیں۔ جن میں ایک جسٹس افتخار محمد چودھری اور دوسرے ججوں کو بحال کر دینا ہے لیکن جسٹس افتخار، جسٹس ڈوگر کی مدت ختم ہونے تک چھٹی پر رہیں گے اور سوا سال بعد واپس آ کر چیف جسٹس بن جائیں گے۔ میرے خیال میں اس سے زیادہ احمقانہ تجویز کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ جسٹس افتخار سوا سال چھٹی پر کیوں رہیں؟ کیا وکلا کی تحریک ایسے مقاصد کے لئے شروع ہوئی تھی وکلا اور قوم عدلیہ کی مکمل بحالی چاہتی ہے۔ اس میں اگر مگر کی قطعاً گنجائش نہیں۔ افتخار محمد چودھری کے چیف جسٹس کے عہدے پر بحال ہونے سے جسٹس عبدالحمید ڈوگر کو ہٹایا نہیں جائے گا وہ واپس اپنے عہدے پر چلے جائیں گے۔

ایمرجنسی اٹھائے جانے کے بعد سے ججوں کی بحالی کے کئی طریقے پر زیر بحث ہیں اکثر کی رائے ہے کہ ان کو انتظامی آرڈر کے ذریعے ہٹایا گیا تھا ایسے ہی آرڈر سے وہ بحال ہو سکتے ہیں۔ آرمی چیف، سیکرٹری دفاع، صدر یا وزیراعظم میں سے کوئی ایک ججوں کو بحال کرنے کا موجودہ حالات میں اختیار رکھتا ہے۔ دوسری رائے پارلیمنٹ سے بحالی کی ہے۔ تیسری رائے موجودہ سپریم کورٹ کے جج وہ فیصلہ واپس لے لیں جس میں ان ججوں کی معزولی کی توثیق کی گئی تھی۔ ایس ایم ظفر نے ایک اور طریقہ بتایا ہے کہ عوام انقلاب کے ذریعے ججوں کو بحال کرا لیں۔

ہمارے سامنے 3 نومبر 2007ء کی شام کو جسٹس افتخار محمد چودھری کی سربراہی میں دیا گیا سات رکنی لارجر بنچ کا وہ فیصلہ ہے جس میں ایمرجنسی کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے تمام ججوں کو پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے منع کیا گیا تھا اور اس وقت تک موجودہ ہائیکورٹس اور سپریم کورٹ کے ججوں کو اصل جج قرار دیا گیا تھا۔ اس بنچ میں رانا بھگوان داس، جسٹس جاوید اقبال، جسٹس میاں

Marfat.com

شاکر اللہ جان، جسٹس ناصر الملک، جسٹس راجہ فیاض احمد اور جسٹس غلام ربانی شامل تھے۔ اس فیصلے کے باعث ہی سپریم کورٹ اور ہائیکورٹس کے لگ بھگ 60 جج اپنے آپ کو آئینی اور قانونی طور پر اب بھی جج سمجھتے ہیں جن کو حکومت نے معزول کر رکھا ہے۔ ججوں کی بحالی کے حوالے سے سپریم کورٹ کا فیصلہ موجود ہے اس پر عملدرآمد کی ضرورت ہے۔ میری رائے میں یہ فیصلہ ہی ججوں کی بحالی کے لئے موزوں ہے۔ وکلا سمیت قوم یقین کے ساتھ نئی حکومت کی طرف دیکھ رہی ہے کہ وہ اپنے فیصلوں پر عملدرآمد کرانے کی پوزیشن میں آتے ہی عدلیہ کی بحالی کے لئے سپریم کورٹ کے 3 نومبر کے فیصلے پر عملدرآمد کرائے گی۔

3-3-08

☆☆☆

شرمناک اعترافات، پیشگوئیاں اور خواہشات۔ ذمہ داریاں

مقولہ ہے کہ لڑائی کے بعد جو گھونسہ یاد آئے وہ اپنے منہ پر دے مارنا چاہیئے۔ اب ایسے ہی بیشمار گھونسے مسلم لیگ ق کو یاد آرہے ہیں۔ ان کا ہر لیڈر (مستثنیات کے ساتھ) اپنے ہارنے کی مختلف وجوہات بیان فرمارہا ہے۔ چند ایک تو پارٹی کی شکست کا ذمہ دار وزیرِ اعظم شوکت عزیز کو قرار دیتے ہوئے ان کے احتساب کا مطالبہ کررہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ صدر صاحب سے انہوں نے ہی تمام الٹے سیدھے کام کروائے۔ تمام بحرانوں کے وہ واحد ذمے دار تھے۔ اصل اختیارات ان کے پاس تھے، چودھری شجاعت محض مسلم لیگ کے صدر تھے۔

اکثر لیڈر کہتے ہیں کہ ان کو لال مسجد کے خلاف اپریشن لے ڈوبا، اپنے کرتوتوں میں وہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف حکومت کی طرف سے بہیمانہ سلوک کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ جو 31 جنوری 2004ء سے زیرِ حراست چلے آرہے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اقتدار کے دنوں میں حکمرانی کے نشے میں مست تھے۔ اپنے اقتدار کو طویل تر کرنے کے سازش نما منصوبے بناتے رہتے تھے۔ اُس وقت ان کو لال مسجد میں گھرے ہوئے بچے دشمن کے فوجی دکھائی دیتے تھے۔ جن کو اپنی فوج کے ہاتھوں مروا ڈالا گیا۔ وزیرستان میں فوجی اپریشن کو بھی کئی ایک نے اپنی ناکامی کی

Marfat.com

وجوہات میں شامل کیا ہے۔ جہاں بھی ہماری فوج کے ہاتھوں مغرب کی خوشنودی کے لئے اپنے ہی عوام تہ تیغ ہورہے تھے اور اب بھی ہورہے ہیں۔ اس ظلم کے خلاف وزرا کی طرف سے کسی ایک نے بھی آواز بلند نہ کی۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کو مارچ 2007ء میں معزول کیا گیا۔ بعد میں بحالی کے بعد 3 نومبر کو پھر ان کو غیر آئینی طور پر برطرف کر دیا گیا، اب ان کے ساتھ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے 60 جج بھی گھر بھجوا دیئے گئے۔ ق لیگ کو اس اقدام میں بھی اپنی ہار نظر آرہی ہے۔ مسلم لیگ ن کی جیت کی وجہ یہ لوگ جسٹس افتخار کی بحالی کا نعرہ قرار دے رہے ہیں۔ باوردی صدر کے دیگر اقدامات پر ہوسکتا ہے کہ صاحبانِ اقتدار خاموش رہے ہوں لیکن جسٹس افتخار کی معزولی پر پوری مسلم لیگ ق اپنے صدر کی پشت پر کھڑی تھی۔ اس غیر آئینی فیصلے کی اپنے طور پر صدر کا ہر حامی اپنی بولی بول رہا تھا۔ وکلا سڑکوں پر ڈنڈے کھا رہے تھے، جیلوں میں تشدد کا سامنا کر رہے تھے یہ اپنے لوگوں کو جج اور اٹارنی لگوانے کے چکروں میں تھے۔ آٹے، گھی، گیس، پانی اور بجلی کے بحران کو اپنی شکست کا جواز قرار دیا جارہا ہے۔ یہ اب کرنے کی باتیں نہیں اُس وقت سوچنے کا موقع اور مقام تھا۔ اُس وقت ان لوگوں کو یقین تھا کہ ووٹ کے لیے عوام کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ جس شخص کی خوشنودی کے لئے یہ صبح شام خوشامد کرتے رہے اور اس کی غلامی میں ضمیر تک بیچ دیئے وہ ایک مرتبہ پھر 2002ء کی طرح ان کو مقام عروج کی طرف کھینچ لے جائے گا لیکن اب ملکی و غیر ملکی دباؤ پر تمام تدبیریں الٹ چکی تھیں۔ اوپر سے وردی نے بھی جرنیل بدل لیا تھا۔ اب وردی والا نیا جرنیل انتخابی ایڈونچر سے الگ تھلگ کھڑا تھا۔

15 دسمبر 2007ء جب قومی اسمبلی نے اپنی مقررہ مدت پوری کی، اس وقت تک مسلم لیگ ق کے ساتھ رہنے والا ہر ایم این اے، ایم پی اے، سینٹر اور پارٹی عہدیدار اوپر بیان کئے گئے حکومتی جرائم میں برابر کا شریک ہے، اب اگر ان میں سے کوئی ق لیگ چھوڑ چکے ہیں تو یہ ان کا ایک اور گناہ ہے اور ایسی پارٹی سے غداری ہے جس کا یہ پانچ سال پھل کھاتے رہے اب ذرا سی تپش کا احساس ہوا ایک بار پھر بے ضمیری کا راستہ اختیار کر لیا۔ یہ تمام جبر ان کی موجودگی میں ہوا جس کا آج یہ اقرار کر رہے ہیں، اس وقت یہ مجرمانہ طور پر خاموش رہے۔ کتنے تھے جن کی غیرت نے جوش مارا اور احتجاجاً مستعفی ہو گئے اگر کوئی ایسا ہے تو اسے چراغ لے کر ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔

پوری مسلم لیگ ق نے انتخابی نتائج کو تسلیم کیا، ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ نئے آنے والوں کو اپنی آئینی مدت پوری کرنی چاہیئے۔ ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں

Marfat.com

جن کی خواہش ہے کہ ''اگر ہم نہیں تو کوئی نہیں'' کوئی کہہ رہا ہے دو ماہ بعد نئے انتخابات کی تاریخ دوں گا۔ کسی کے دل کی آواز ہے حکومت تین چار ماہ چلے گی۔ کسی کو جوتیوں میں دال بٹتی نظر آ رہی ہے۔ کسی کا القا کہہ رہا کہ حکومت چلے گی ہی نہیں۔ اس قسم کی پیشگوئیاں کرنے والے اکثر وہ ہیں جو اپنی ایک نہیں دو دو سیٹوں سے ہار گئے۔ اس وقت ان کا کشف شائد سو رہا تھا

صدر مشرف کی جوتیاں سیدھی کرنے والوں میں سے کئی کے قبلے کا رخ ماڈل ٹاؤن اور نوڈیرو کی طرف ہو چکا ہے، کئی نے جی ایچ کی طرف جھانکنا شروع کر دیا ہے۔ کئی کا سر بدستور ایوانِ صدر کی دہلیز پر جھکا ہوا ہے۔ نواز شریف کے بقول یہ لوگ ایوانِ صدر میں سازشیں کر رہے ہیں۔ نواز شریف کے بیان میں وزن ہے۔ ہارے ہوئے آخر کیوں ایوانِ صدر کا طواف کیوں کر رہے ہیں؟

چودھری نثار علی خان نے ایوان صدر کو ''ایوانِ سازش'' کہا ہے۔ اس حوالے سے ایوانِ صدر کو بھی ذمے داری کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ اگر حکومت سازی کے معاملات پر بات کرنی ہے تو بلا امتیاز تمام پارٹیوں سے بات کریں نہ کہ صرف پرویز الٰہی کے ساتھ آنے والوں کی پزیرائی کی جائے۔ ایسی صورت میں ایوانِ صدر پر سازشوں کا الزام ضرور آئیگا۔

مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی مرکز میں حکومت بنانے کی پوزیشن میں ہے۔ اب تک دونوں پارٹیاں صحیح سمت میں جا رہی ہیں۔ جیسے ہی ان کی قیادت نے ''حریص دوستوں'' کی باتوں میں آ کر اختیارات کے بندر بانٹ شروع کر دی تو ان کی کہانی کا انجام بھی شروع ہو جائے گا۔ ان کو ہر قدم پھونک کر رکھنا ہوگا۔ اتحاد کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ قوم سے کئے گئے وعدوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرنا ہوگی۔ دوسری صورت میں ان کا وہی انجام ہوگا جو 1990ء سے 1999ء تک دو دو دفعہ خود ان کی اپنی پارٹیوں کا بوجوہ ہو چکا ہے اور جو حالیہ انتخابات میں ق لیگ کا ہوا ہے۔

7-3-08

☆☆☆

Marfat.com

سیاسی بے صبری...... برداشت

مسلم لیگ ق کو جس طرح متحد کیا گیا تھا انتخابات میں اسی طرح بکھر گئی اس کی قیادت کے پاس اس پارٹی کو قائم ودائم رکھنے کا بہترین موقع تھا جو اس نے گنوا دیا۔ میاں نواز شریف کو بھی اسی طرح بنی بنائی آئی جے آئی مل گئی تھی جس کا انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور بالآخر مسلم لیگ ن کے نام سے ایک مضبوط پارٹی بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ مسلم لیگ ق اب اگر قائم ودائم ہے تو اس میں سب سے بڑا ہاتھ نواز شریف اور آصف زرداری کا ہے۔ چھانگا مانگا' مری' سوات میں ایم این ایز اور ایم پی ایز کے اصطبل سجانے کی روایت اگر زندہ رہتی تو آج ق لیگ کے ساتھ کتنے ایم این ایز ہوتے؟ اس کا اندازہ ق لیگ کے بطن سے جنم لینے سینیٹروں اور پنجاب کے ارکان صوبائی اسمبلی کے فارورڈ بلاکس سے لگایا جا سکتا ہے یہ خودرو گروہ ہیں جن کو فوری طور پر کسی طرف سے خیرات ملنے کی توقع نہیں۔

ق لیگ نے پانچ سال میں وردی کے گن گانے کے علاوہ کیا کام کیا کہ لوگ ان کو یاد رکھتے۔ اس پارٹی کو اقتدار دلانے پر صدر مشرف کا ممنون ہونا چاہئے تھا اور وہ واقعتاً ممنون رہے۔ اپنے ہاتھ کٹتے دیکھ کر بھی کسی طرف سے بھی آواز بلند نہیں ہوئی۔ افغانستان پر امریکی یلغار ہوئی تو ق لیگ نے ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نعرے میں صدر کا بھرپور ساتھ دیا اس نعرے کا ساتھ دینے کی پاداش میں بقول مشرف ملک پتھر کے دور میں جانے سے بچ گیا لیکن حالیہ انتخابات میں ق لیگ ضرور پستی کی گہرائی میں اتر گئی۔ لال مسجد پر دل سے پوری ق لیگ آپریشن کے خلاف تھی لیکن ایوان صدر کے سامنے دم نہ مار سکی۔ قوم ایسی منافقت کو کیسے قبول کر لیتی؟ کشمیر پالیسی پر بھی ق لیگ اصل حکمرانوں کا ہراول دستہ تھی۔ عدلیہ کو دو مرتبہ تہہ و بالا کر کے رکھ دیا گیا اس معاملے پر حکومتی

Marfat.com

پارٹی باقاعدہ عدلیہ کے خلاف جلسے جلوس کرنے لگی۔ ایک طرف 12 مئی کو کراچی میں 50 لاشیں گری ہوئی تھیں تو دوسری طرف راولپنڈی میں صدر کی مقبولیت کے شو کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا۔ قوم لاشوں پر جشن کو کیونکر برداشت کر لیتی؟ 8 جنوری کے انتخابات ملتوی کرا کے خود ق لیگ نے اپنے پر کاٹ لئے۔ مسلم لیگ ن جو 8 جنوری تک انتخابی مہم نہ چلا سکی تھی اس کو ڈیڑھ ماہ مل گیا پھر 18 فروری کو ن لیگ کی اڑان اور ق لیگ کی ''پھڑکان'' سب نے دیکھ لی۔ 8 جنوری کو انتخابات ہوتے تو شاید رزلٹ کچھ مختلف ہوتا۔

انتخابات میں ناکامی کے کچھ اسباب خود ق لیگ نے ایوان صدر کے ہر فیصلے پر ہاں کہہ کر پیدا کر لئے کچھ آسمان نے بھی غضب ڈھا دیا۔ ق لیگ میں بھی ''سیانے'' سیاستدانوں کی کمی نہیں یہ ایوان صدر کی ہاں میں ہاں ایسے ہی نہیں ملاتے رہے پہلے تو انہوں نے کوشش کی کہ انہی اسمبلیوں کی مدت ایک دو سال بڑھا دی جائے بروقت الیکشن ہونے کی صورت میں بھی ان کی نگاہیں آسمان کے بجائے ایوان صدر پر لگی ہوئی تھیں جہاں سے وردی نکلی تو انتخابات میں ظہور پذیر ہونے والے معجزے کرامات اور کرشمے بھی ''بے وردی'' ہو گئے اوپر سے آسمان نے یوں غضب ڈھایا کہ عین انتخابی مہم کے عروج پر ملکی تاریخ کی شدید ترین سردی پڑی جس کے باعث گیس کی کھپت بڑھی تو اس کی لوڈ شیڈنگ کرنا پڑی، بجلی کی پیداوار کا انحصار پانی پر ہے، پانی برف بننے لگا تو بجلی کی کمی ہوئی اس کی لوڈ شیڈنگ بعض علاقوں میں 20 سے 22 گھنٹے ہونے لگی۔ آٹے کا بحران نگران حکومت کو ورثے میں ملا اس کی ذمہ دار ق لیگ کی حکومت تھی اس کے بڑے لیڈروں نے اس کا ذمہ دار وزیر اعظم شوکت عزیز کو قرار دیا خود شوکت عزیز نے بھی انتخابی مہم کے آخری دنوں میں اس کا اعتراف کیا۔

ق لیگ آج جہاں کھڑی ہے اگر وہ اس مقام کو بھی برقرار رکھ لے تو بڑی بات ہے۔ دوسری طرف انتخابات میں بڑی پارٹیوں نے اب تک انتہائی سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کیا ہے۔ حکومت سازی کا مرحلہ چل رہا ہے مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کی طرف سے کہیں افراتفری کا مظاہرہ سامنے نہیں آیا۔ دونوں پارٹیاں بڑی دانشمندی سے معاملات چلا رہی ہیں۔ سندھ میں ایم کیو ایم، پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم ن لیگ مخاصمت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں وہاں پیپلز پارٹی اکیلے حکومت بنانے کی پوزیشن میں ہے اس کے باوجود اس کے ایم کیو ایم سے مذاکرات چل رہے ہیں۔ مرکز میں پیپلز پارٹی اور ن لیگ اکیلے حکومت بنا سکتے ہیں لیکن یہاں بھی پیپلز پارٹی اے این پی اور ایم ایم اے کو

Marfat.com

ساتھ لے کر چل رہی ہے۔ پنجاب میں مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی اکثریت میں ہیں اس کے باوجود ن لیگ دوسری پارٹیوں سے بات چیت کر رہی ہے۔ یہاں کچھ بدنظمی کا خدشہ نظر آتا ہے۔ یہاں تیس سے زیادہ آزاد ارکان ن لیگ میں شامل ہو چکے ہیں' ایم ایم اے کے دو ارکان بھی ان کی حمایت کر رہے ہیں۔ ق لیگ کا ایک فارورڈ بلاک بھی وجود میں آ چکا ہے۔ جو ن لیگ کی حمایت پر کمر بستہ ہے۔ ن لیگ کو اس گروپ کی حمایت سے بچنا چاہئے جب ان کے پاس اپنے ارکان کی مطلوبہ تعداد موجود ہے تو بھگوڑوں کو ساتھ شامل کر کے بدنامی مول لینے کی کیا ضرورت ہے۔
کل ن لیگ اور پیپلز پارٹی کے لوگ اپنی پارٹیوں کو چھوڑ کر ق لیگ میں شامل ہو گئے تو ان کا یہ اقدام نہ صرف متاثرہ پارٹیوں بلکہ عام آدمی کے لئے تکلیف دہ تھا۔ لوگ ان کی بے اصولی پر لعنت بھیجتے تھے۔ تو جو عمل کا شر تھا آج کیسے خیر میں بدل سکتا ہے؟
آدھی ق لیگ قومی حکومت کی بات کرتی ہے جو ارکان بات نہیں کرتے وہ ن لیگ اور پیپلز پارٹی سے رابطے کر رہے ہیں۔ خود کو مسلم لیگی کہنے اور آزاد سیٹوں پر جیتنے والے' جیتنے والی پارٹیوں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ان کو کچھ تو شرم اور صبر کرنا چاہئے اگر ن لیگ اور پیپلز پارٹی میں جانا ہے تو ق لیگ کی سیٹیں چھوڑ کر ن لیگ یا پی پی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑیں یہ یقیناً آسانی سے جیت جائیں گے۔ پیپلز پارٹی اور ن لیگ ان دنوں کو بھی یاد کرے جب ان کے ارکان پکے پھل کی طرح ق لیگ کی جھولی میں جا گرے تھے تو ان کو اس اقدام کا کتنا ملال تھا۔ اگر قومی مفاد میں کوئی رکن ان کے ساتھ چلنا چاہتا ہے تو اسے اپنا ٹکٹ دے کر دوبارہ الیکشن لڑوائیں نئے لوٹے ہرگز قبول نہ کریں۔

14-3-08

☆☆☆

محاذ آرائی ایوان صدر کیلئے تباہ کن

پاکستان میں پارلیمانی سسٹم کے باوجود صدر کے پاس بے پناہ اختیارات ہیں صدر کو یہ اختیارات حالات کے ستم اور سیاست دانوں کے لالچ نے عطا کئے۔ پارلیمانی سسٹم میں صدر وفاق کی علامت اور حکومت کا معاون ہوتا ہے لیکن ہمارے ہاں صدر کو جمہوریت کا گلا دبانے کے

Marfat.com

اختیارات بھی تفویض کردیئے جاتے ہیں جن کو بروئے کار لانا صدر پر فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ جس کا نظارا عوام نے ان اختیارات سے مزین ہر صدر کی جانب سے ملاحظہ کیا۔ ایسے بے پایاں اختیارات جنرل ضیاء الحق کے پاس تھے جو درجہ بدرجہ اسحٰق خان اور فاروق خان لغاری کو منتقل ہوئے تو انہوں نے ان کا استعمال خوب کیا۔ 1997ء میں نواز شریف کو بھرپور عوامی مینڈیٹ ملا تو فاروق لغاری بے پناہ اختیارات کے دستبردار ہو گئے۔ یوں ملک میں 1977ء کے بیس سال بعد حقیقی پارلیمانی نظام کا نفاذ عمل میں آگیا۔ 1999ء میں جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کی حکومت برطرف کی تو فردِ واحد کی حکمرانی کا پھر سے دور دورہ ہو گیا۔ 2002ء کے انتخابات ہوئے تو پارلیمنٹ نے اپنی شہہ رگ بہ رضا و رغبت صدر کے حوالے کر دی جس سے اس حکوت نے پانچ سال پورے کر لیئے۔ جس طرح سے پورے کیئے اس کا علم سب کو ہے جس کا خمیازہ 18 فروری کے انتخابات میں بھرپور طریقے سے ق لیگ اور اس میں ضم ہونے والی مرغِ بادنما پارٹیوں کو بھگتنا پڑا۔

آج صدر کے پاس سب سے بڑا اختیار 58 ٹو بی کی شکل میں ہے جس کے ذریعے وہ پلک جھپکتے اسمبلیوں اور حکومت کو تحلیل کر سکتے ہیں۔ نیشنل سکیورٹی کونسل کی سربراہی بھی ان کے پاس ہے۔ آرمی چیف کی نامزدگی سمیت بہت سی نامزدگیوں کے اختیارات ان کی مٹھی میں ہیں۔ ان کو بھرپور اختیارات مبارک لیکن ان کے فرائض جو تقاضا کرتے ہیں ان پر بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ صدر پرویز مشرف وردی میں تھے تو ایجنسیوں کی مدد سے اپنی موافقت کی حکومت بنوانے میں کامیاب ہو گئے۔ جس نے ہر پالیسی ان کی خواہش پر بنائی ہے۔ حکومت میں موجود کسی بھی وزیر مشیر کی ہمت نہ ہوئی کہ صدر مشرف کی کسی بھی پالیسی سے اختلاف اور انحراف کرے۔

اب حالات بدل چکے ہیں ملک کی اصل سیاسی قیادت الیکشن جیت کر حکومت سازی کے عمل سے گزر رہی ہے۔ اسے گذشتہ حکومت کی پالیسیاں جاری رکھنے پر کیونکر مجبور کیا جا رہا ہے۔ ان ہی پالیسیوں کی وجہ سے عوام نے گذشتہ حکومت کو بری طرح مسترد کر دیا تو آنیوالی حکومت ایسی پالیسی کی امین کیونکر بنے جس سے پہلے روز ہی اس کی مقبولیت کا گراف ق لیگ حکومت کی مقبولیت کے آخری دن پر آجائے۔ صدر پرویز مشرف نے ایک انٹرویو میں کہا ''استعفٰی دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' ایوان صدر اور نئی منتخب پارلیمنٹ کے درمیان محاذ آرائی تباہ کن ہو گی''۔ تصادم کا آغاز صرف اور صرف اسی صورت ہو گا جب صدر صاحب ہر اہم اور غیر اہم معاملے میں ٹانگ اڑائیں

Marfat.com

گے۔نئی حکومت اگر غیر آئینی طور پر اٹھائے گئے اقدامات کو آئینی طریقے سے پٹڑی پر چڑھانا چاہتی ہے تو صدر کو نہ صرف اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے بلکہ صدر فاروق لغاری کی طرح حکومت کی معاونت کرنی چاہئے۔صدر صاحب اپنی پالیسیاں جاری رکھنے کا شوق ہے تو پارلیمنٹ سے اپنے 3 نومبر کو اٹھائے گئے اقدامات کی توثیق کرائیں اور اپنے اختیارات انجوائے کرتے رہیں اگر پارلیمنٹ تین نومبر 2007ء کے اقدامات کو انڈمنیفائی نہیں کرتی تو جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت معزول کئے گئے تمام جج خود بخود بحال ہو جائیں گے اور دیگر اقدامات بھی ریورس ہو جائیں گے۔اگر وہ اپنے آپ کو ماضی کا باوردی صدر ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے تو یقیناً محاذ آرائی ہو گی جس کا نقصان سیاسی حکومت کو تو ہو گا ہی خود صدر بھی اس کی تپش سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔قوم کو ان کا فرمان یاد ہے کہ سیاستدان آرمی چیف کے پاس جا کر اسے ٹیک اوور کی دعوت دیتے ہیں تو اب کونسا ایسا انقلاب برپا ہو گیا ہے کہ سیاستدان آرمی چیف کے بجائے سویلین صدر کے پاس شکایات لے کر جائیں گے۔

صدر مشرف کو سیاسی حکومت کی مجبوریوں کا احساس کرنا چاہیئے، سیاسی حکومت وکلا کی تحریک کا مقابلہ نہیں کر سکتی جس میں مسلم لیگ ن جماعت اسلامی تحریک انصاف اور دیگر بہت سی سیاسی جماعتیں شریک ہو چکی ہیں۔بینظیر بھٹو بھی ایک موقع پر عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی بحالی کا اعلان کر چکی تھیں،ایسی صورت میں نئی حکومت کے پاس ججوں کی بحالی کے سوا کوئی آپشن نہیں ہے۔ جبکہ صدر چند ججوں کے خلاف دشمنی کی حد تک جا چکے ہیں اور ان کو ہر صورت زیر عتاب رکھنے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں۔ایک دفعہ انہوں نے دھمکی دی تھی کہ ججوں کو بحال کیا گیا تو وہ اپنا فیصلہ کریں گے۔اگر وہ اپنے کام سے کام رکھیں اور حکومت کو اس کا کام کرنے دیں تصادم کا خطرہ نہیں رہے گا ۔تصادم اور محاذ آرائی کا سراسر نقصان صدر کا ہو گا ان کی صدرارت جا سکتی ہے۔اگر انہوں نے شیطان صفت مشیروں کے بہکاوے میں آ کر پارلیمنٹ پر شب خون مارا تو ان کے اتحادیوں کو پورے ملک سے امیدوار تک نہیں ملیں گے ان کی چالیس سیٹیں دس سے زیادہ نہیں رہیں گی۔اس سب کا فائدہ مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کو ہو گا۔یہ مستقل پارٹیاں ہیں اب نہیں تو اگلے الیکشن میں جیت جائیں گی۔اس میں نہیں تو اس سے اگلے میں .... اگر صدر مشرف گئے تو کبھی واپس نہ آپائیں گے۔اس لئے محاذ آرائی سے گریز سب سے زیادہ ایوانِ صدر کے مفاد میں ہے۔ایک اور معاملے میں بھی اب صدر کو اپنے اعصاب پر قابو رکھنا ہو گا،اب جو وزیر اعظم ہو گا وہ جمالی

Marfat.com

،شجاعت اور شوکت عزیز جیسا نہیں ہوگا۔ نیا وزیر اعظم قوم سے خطاب بھی کرے گا جو صدر مشرف کے لئے نیا تجربہ ہوگا اور ان کو یہ خطاب دل پر ہاتھ رکھ کے سننا ہوگا۔

20-3-08

☆☆☆

نئی حکومت کے لئے چیلنجز

نئی جمہوری حکومت وجود میں آ گئی۔ صدر مشرف کی شکل میں پرانی حکومت بھی ننھی منھی خواہشات کے ساتھ چراغِ سحر کی طرح ٹمٹما رہی ہے۔ ایک وہ موقع تھا جب صدر مشرف نے اعلان کیا تھا کہ جج بحال ہوئے تو وہ اپنا فیصلہ کریں گے۔ ان کا یہ فرمان بھی قوم کو یاد ہے کہ نئی حکومت کو گزشتہ حکومت کی پالیسیاں جاری رکھنا ہوں گی۔ لیکن اب حالات وہ نہیں رہے جو چند دن قبل تھے۔ اب حالات بہت بدل چکے ہیں جس کا اب بھی ایوانِ صدر کو مکمل ادراک نہیں۔ طاقت اور اختیارات ان کے ہاتھ سے مٹھی میں بند ریت کی طرح بکھرتے جا رہے ہیں۔ اس میں بھی شک نہیں کہ ایوانِ صدر اپنی حیثیت کا کسی حد تک ادراک ضرور ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی آواز میں پہلے جیسے گھن گرج ہے نہ لہجے میں، پہلے جیسا اعتماد۔ قوم کو سب کچھ وزیرِ اعظم یوسف رضا گیلانی سے حلف لینے کے موقع پر نظر آ گیا تھا۔

جب حکومت کی قومی اسمبلی میں دو تہائی سے زیادہ اکثریت ہو، سینٹ میں ق لیگ کے سینٹر حکومتی اتحاد میں گھسنے کے لئے جتن کر رہے ہوں اور بے مول اپنی حمایت حکومت کے پلڑے میں ڈالنے کے لئے بے چین ہوں تو 58(2)B کے اختیار کی حیثیت پانی کے بلبلے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ صدر مشرف ہر قیمت پر اپنی نام نہاد پانچ سالہ مدت پوری کرنا چاہتے ہیں لیکن اب وہ مکمل طور پر میاں نواز شریف کے رحم و کرم پر ہوں گے جن کی 1999ء میں انہوں نے حکومت الٹا دی تھی۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لئے کل تک وہ پرعزم تھے آج کہہ رہے ہیں کہ امید ہے نئی حکومت یہ جنگ جاری رکھے گی۔ دہشتگردی کے خلاف اس نام نہاد جنگ نے پاکستان میں دہشت پھیلا رکھی ہے۔ جج تین نومبر کے بعد سے زیرِ حراست تھے جمہوری وزیرِ اعظم نے ابھی حلف بھی نہیں اٹھایا تھا

Marfat.com

کہ ان کے حکم پر تمام ججوں کو رہائی مل گئی۔ جمہوری اور کٹھ پتلی وزیر اعظم کے درمیان یہی فرق ہوتا ہے۔ اس دن یا اب بھی کسی موقع پر یوسف رضا گیلانی ججوں کی بحالی کا اعلان کر دیں تو کسی میں جرات نہیں ہو گی کہ اس حکم کی راہ میں مزاحم ہو سکے۔ لیکن نظر یہ آتا ہے کہ نئی حکومت ججوں کی بحالی کا کام پالیمنٹ سے کروانا چاہتی ہے۔ ایسا کر کے شائد وہ عدلیہ پر احسان جتانے کی خواہش رکھتے ہوں۔

جیسا بھی ہوا بالآخر جمہوری حکومت کا پہیہ چل پڑا ہے۔ اس حکومت کو بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے۔ دہشتگردی کے خلاف جنگ کی تلوار لٹک رہی ہے۔ معیشت پر آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور ایشیائی ترقیاتی بنک نے ظالمانہ پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ نئی حکومت کو دونوں سے جان چھڑانا ہو گی۔ بھارت نے ستلج، بیاس اور راوی دریاؤں کا پانی مکمل طور پر بند کر رکھا ہے۔ جہلم، چناب اور دریائے سندھ پر ڈیم تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ یوں پانی کے حوالے سے ہم پوری طرح بھارت کے رحم و کرم پر ہوں گے اگر فوری اقدامات نہ کئے گئے تو ملک خدانخواستہ بنجر ہو جائے گا۔ آج سیاسی جماعتوں کے درمیان پاکستان کی تاریخ کا بہترین اتفاقِ رائے ہے جس کا مظاہرہ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کو پوری قومی اسمبلی کی طرف سے دیا جانے والا اعتماد کا ووٹ ہے۔ جس سے فائدہ اٹھا کر کالا باغ ڈیم سمیت دیگر ڈیموں کی تعمیر کے معاملات طے کر لینے چاہئیں۔

چیلنجز سے نمٹنے کے لئے ایک مختصر اور فعال کابینہ کی ضرورت ہے۔ پہلے مرحلے میں یہ واقعتاً مختصر ہے۔ وزارت کو نوازش نہیں بنایا جانا چاہیئے۔ وزیر اس کو بنایا جائے جو سبجیکٹ سپیشلسٹ ہو۔ موجودہ حالات میں ایسے لوگوں کی قطعاً گنجائش نہیں جن کو دن بھر فیتے کاٹنے اور تقریبات میں شرکت کا شوق ہو، رات کو پیگ چڑھا کر لڑھک رہا ہو تو سیکرٹری مٹھی گرم کر کے فائل پر دستخط کروا لے۔

ہر پارٹی کی ذمہ داری ہے کہ سرچ سنٹر اور سٹڈی سرکل تشکیل دے جہاں ہر شعبے کے ماہرین نمائندگی کریں اور حکومت ملنے پر ان کے پاس ہر شعبے کے حوالے سے خاکہ موجود ہو۔ امید نہیں کہ ہماری پارٹیوں خصوصاً حکومت میں آنے والی پارٹیوں نے ایسا کوئی ہوم ورک کر رکھا ہو۔ اگر کیا ہے تو اچھا ہے۔ نہیں کیا تو ابھی سے اس پر کام شروع ہو جانا چاہیئے۔ اگر یہ سلسلہ شروع نہ کیا گیا اور ڈنگ ٹپاؤ پالیسی جاری رہی تو ملک بحرانوں سے نہیں نکل سکے گا۔

31-3-08

☆☆☆

Marfat.com

جمہوری حکومت ۔۔ ججوں کی بحالی میں تاخیر کیوں؟

9 مارچ کو پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کی قیادت کے درمیان ایک معاہدے میں طے پایا حکومت بننے کے بعد 30 دن میں دونوں پارٹیاں قومی اسمبلی میں ججوں کی بحالی کے لئے ایک قرارداد پاس کریں گی۔ آج اس معاہدے پر دستخط ہوئے ایک ماہ ہونے کو ہے اور حکومت تشکیل پائے اگر کابینہ کی حلف برداری سے گنتی شروع کی جائے تو ہفتہ ہو چکا ہے۔ 24 مارچ کو یوسف رضا گیلانی نے اپنے بطور وزیراعظم انتخاب کے فوری بعد ججوں اور ان کے بیوی بچوں کی رہائی کا حکم دیا تو وہ منٹوں میں رہا کر دیئے گئے۔ اگر وہ ججوں کی بحالی کا بھی حکم دے دیتے تو اس پر بھی عمل ہو جاتا۔

مسلم لیگ ن کا انتخابی مہم کے بعد سے اب تک متفقہ موقف ججوں کی بحالی ہے۔ جبکہ پیپلز پارٹی نے انتخابات کے دوران یہ اشو شدومد سے نہیں اٹھایا تھا۔ مسلم لیگ ن میں ایک بھی شخص ایسا نہیں جو ججوں کی بحالی کا مخالف ہو۔ پیپلز پارٹی میں ایک مضبوط گروپ ججوں کی بحالی کی بھرپور مخالفت کرتا ہے۔ بدقسمتی سے اس گروپ کے کچھ لوگوں کو اہم وزارتیں دے دی گئی ہیں۔ جن کا ججوں کے معاملے میں براہ راست ہاتھ ہوگا۔

وزیراعظم نے اپنے سو دن کے پروگرام کے اعلان کے موقع پر ججوں کی بحالی کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دینے کا اعلان کیا۔ وزیر قانون کو اس کا سربراہ مقرر کیا گیا جن کو اب تک اس کمیٹی کے ممبر نہیں مل سکے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خبریں بھی آنے لگی ہیں کہ چیف جسٹس کی مدت عہدہ تین سال کر دی جائے تا کہ جسٹس افتخار محمد چودھری بحال ہوتے ہی ریٹائر ہو جائیں۔ یہ سوچ جہاں کہیں سے بھی آئی انتہائی گھٹیا اور قابل مذمت ہے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کے بغیر تو صدر مشرف بھی تمام ججوں کی بحالی پر تیار ہیں۔ ایسی ہی سوچ سامنے لا کر حکومتی صفوں میں گھسے ہوئے سازشی اور شرارتی لوگ کونسا تیر مار رہے ہیں۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو پیپلز پارٹی کو لے ڈوبیں گے۔ پیپلز پارٹی کے خاتمے کا جو کام ضیاء الحق اور مشرف نہ کر سکے یہ کر دیں گے۔ جس کی بنیادیں اب رکھی جا رہی ہیں۔

عدلیہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے چند روز قبل آصف علی زرداری نے کہا تھا کہ عدلیہ بحال ہونی چاہئے وہ پارلیمنٹ کے ذریعے ہونی چاہئے لیکن میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ جب وہ آٹھ

Marfat.com

سال جیل میں رہے تو ان کی بالکل نہیں سنی جا رہی تھی ان کی وہ درخواستیں بھی مسترد کر دی جاتی تھیں جو بھی وہ عدالت میں پیش کرنے کے لئے لکھ رہے ہوتے تھے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری اور ان کے ساتھی محترمہ کی تعزیت کے لئے گئے تو ان سے بھی زرداری نے آٹھ سال جیل میں گزارنے کا گلہ کیا تھا۔ ان کی مرحومہ بیگم محترمہ بے نظیر بھٹو کے عدلیہ کے حوالے سے ہمیشہ تحفظات رہے ہیں۔ ان کے والد کو چار اپریل 1979ء کو جنرل ضیاء الحق نے عدلیہ کے تعاون سے پھانسی دی تھی۔ پیپلز پارٹی نے ہمیشہ مسٹر بھٹو کی پھانسی کو عدالتی قتل قرار دیا۔ بے نظیر بھٹو کی ہمیشہ یہ رائے رہی کہ عدلیہ فوج کی ہمنوا بن جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں عدلیہ سے پیپلز پارٹی نا قابل تلافی نقصان پہنچا۔ کس وجہ سے؟ صرف اور صرف محکوم عدلیہ کی وجہ سے' اگر شروع سے عدلیہ آزاد ہوتی تو ذوالفقار علی بھٹو جوڈیشل مرڈر سے بچ جاتے۔ بے نظیر بھٹو کو ایک ہی دن دو' دو تین عدالتوں میں پیش نہ ہونا پڑتا۔ ان کے اور نواز شریف کی جلاوطنی اس قدر طویل نہ ہوتی۔ آصف علی زرداری کو گیارہ سال جیل میں نہ گزارنے پڑتے' قوم کی زندگی میں گیارہ سال بہت کم جبکہ انفرادی زندگی میں یہ ایک طویل عرصہ ہوتا ہے اور جوانی میں اتنا عرصہ جیل یا جلاوطنی میں ڈال دینا یقیناً ظلم ہے۔ بے نظیر بھٹو کو آزاد عدلیہ کے وجود کا احساس ہو گیا تھا۔ جس کا واضح ثبوت 10 نومبر 2007ء کو ان کا ججز کالونی میں پہنچ کر خطاب ہے۔

ہمارے ہاں عدلیہ کی آزادی کا اپوزیشن میں رہتے ہوئے جو مفہوم ہوتا ہے وہ حکومت میں پہلا قدم رکھنے سے قبل ہی بدل جاتا ہے۔ پھر عدلیہ کی آزادی اس وقت یاد آتی ہے جب چاروں شانے چت جیل میں ''خارش زدہ جانور'' کی طرح اپنا جسم کھجا رہے ہوتے ہیں۔

مدتوں بعد اللہ تعالیٰ نے قوم کو ایک آزاد عدلیہ کے وجود میں آنے کا موقع دیا ہے۔ پاکستان میں محکوم عدلیہ کے باوجود جرات مند جج ہمیشہ موجود رہے ہیں لیکن عمومی طور پر تابع فرمان عدلیہ کا تاثر ابھرتا رہا۔ 2005ء سے 2007ء تک جسٹس افتخار محمد چودھری کی سربراہی میں آزاد عدلیہ سامنے آئی جو مقتدر حلقوں کو ہضم نہ ہو سکی۔ اگر ہم نے اب آزاد عدلیہ کے قیام کا موقع کھو دیا تو پھر کبھی ایسا موقع ہاتھ آنے والا نہیں۔ آزاد عدلیہ ہو تو ہر ادارہ اپنے اختیارات کے دائرے میں کام کرتا ہے اگر ادارے اپنے دائرے میں رہیں تو کسی قسم کا بحران پیدا نہیں ہو سکتا۔ بحران اداروں کے ادھر ادھر منہ مارنے سے پیدا ہوتے ہیں جن کو طالع آزما فوج کے ذریعے حل کرنے کی کوشش

Marfat.com

کرتے ہیں تو ایک اور بحران پیدا ہو جاتا۔ اصولی طور پر ہر حکومت کا نصب العین ملکی استحکام ہونا چاہیے۔ آزاد عدلیہ بھی اپنے فیصلوں کے ذریعے ایسا ہی کرتی ہے۔ اس کے بے لاگ فیصلوں کی وجہ سے ہر ادارہ اپنے دائرہ اختیار میں رہتا ہے۔

کسی بھی پارٹی کو ہمیشہ اقتدار میں نہیں رہنا ہوتا۔ اپوزیشن میں آ کر آزاد عدلیہ کا واویلا کرنے کے بجائے کتنا بہتر ہے کہ حکومت میں رہتے ہوئے عدلیہ کو ہر طرح سے آزاد اور خود مختار بنا دیا جائے۔ جس سے اب نیک نامی اور کل اپوزیشن میں آ کر انصاف' واقعتاً انصاف ملے۔ اب عدلیہ کے حوالے سے گیند پیپلز پارٹی کے کورٹ میں ہے اگر اس نے دانشمندی سے کام نہ لیا تو نہ صرف اگلے الیکشن قریب ترین آ جائیں گے بلکہ ان میں پارٹی کا 1990ء --- 1997ء کی طرح ایک بار پھر صفایا ہو جائے گا۔ مسلم لیگ ق کا انجام بھی سامنے رکھنا ہوگا جو ان کے اپنے صدر کی موجودگی کے باوجود عبرت ناک شکست سے دوچار ہوگئی۔

دس نومبر کو بے نظیر بھٹو نے جسٹس افتخار محمد چودھری کے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر اعلان کیا تھا ''ہمارے چیف جسٹس افتخار محمد چودھری ہیں'' اور بغیر پرچم کے پول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''اس پول پر میں خود پاکستان کا پرچم لہراؤں گی'' پیپلز پارٹی کو کوئی اور فیصلہ کر کے شہید بھٹو کی روح کو تڑپانا نہیں چاہیے۔

جمہوری حکومت کے قیام کے بعد بھی وکلاء اپنے چیمبروں میں نہیں گئے اور ججوں کی بحالی کے بغیر ان کا واپسی کا پروگرام بھی نہیں ہے۔ ججوں کی بحالی کا واضح مطلب جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت ججوں کی بحالی ہے۔ وکلاء تحریک کا مقابلہ تو آمرانہ دور میں بھی نہیں کیا جا سکا۔ موجودہ حکومت تو ہرگز نہیں کر سکے گی۔ بہتر نہیں کہ ججوں کو سو پیاز کھائے بغیر بحال کر دیا جائے۔

11-4-08

☆☆☆

Marfat.com

حکومتی اتحاد کیخلاف سازشیں

عوامی مینڈیٹ کی حامل جمہوری قوتوں کو ابھی اقتدار کی مکمل منتقلی نہیں ہوئی کہ سازشوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ارباب رحیم اور شیر افگن پر تشدد ہوا جس کی ہر طرف سے مذمت ہو رہی ہے۔ اس کے ردعمل کا جواز بنا کر کراچی میں کشت وخون کا بازار گرم کر دینا ایک گھناؤنی سازش کو ظاہر کرتا ہے۔ جس سے یہ باور کرانا مقصود ہے ملک میں جمہوریت نہیں چل سکتی۔ آمریت ہی بہترین نظام حکومت ہے۔ سازش کے ڈانڈے وہیں جا ملتے ہیں جہاں سے ملاقات میں ارباب رحیم اور فون پر شیر افگن کو تھپکی دی گئی۔ جس کے تناظر میں چودھری شجاعت حسین کے بقول وہ امید سے ہو گئے۔ مرکز میں جمہوری حکومت کے قیام کے بعد قوم جلد عدلیہ کی بحالی کا مژدہ جانفزا سننا چاہتی ہے۔ لیکن اس کو طول دینے سے ججوں کی بحالی کا ہر خواہشمند شخص خصوصاً قربانیاں دینے والے وکلا اور سیاسی کارکنوں کی تشویش میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ عدلیہ کی بحالی اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رہائی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ایوان صدر ہے۔ صدر مشرف کی ذات سے کسی کو بھی پرخاش نہیں لیکن ان کے کردار سے پوری قوم شاکی ہے جس نے ان کے نام نہاد ایجنڈے پر اعتبار کر لیا جو دراصل اصلاحاتی ایجنڈے کے نام پر اقتدار کو طول دینے کا ایجنڈہ تھا۔ کسی بھی قیمت پر...... حتیٰ کہ انسانیت اور انسانوں کی قیمت پر...... جس کا مظاہرہ پوری دنیا قبائلی علاقوں میں امریکی کی جنگ کی صورت میں دیکھ رہی ہے۔ جہاں اپنی ہی فوج کے ہاتھوں لوگ مر رہے ہیں اور مار رہے ہیں۔ لال مسجد میں فوج سے معصوم بچیاں اور بچے مروا دیئے۔ 12 مئی 2007ء کو کراچی میں 50 سے زائد انسانوں کو خون میں لت پت کر کے نعشیں بکھیر دی گئیں اور اس بہیمانہ قتل عام کی تحقیقات سے بھی انکار کر دیا اسی رات اسلام آباد میں بھنگڑے ڈالے گئے۔ گھوڑے نچائے گئے

Marfat.com

اوراسے طاقت کا مظاہرہ قرار دیا گیا۔
گذشتہ 8 سے زائد سال پر مشتمل دور میں ملک وقوم کو خون خرابے' بدامنی' لوٹ مار' خودکشیو
ڈکیتیوں' مہنگائی' گیس اور بجلی کی لوڈشیڈنگ' اجناس کی قلت' کرپشن خطے میں امریکہ اور بھار
کی اجارہ داری، ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی قید' فوج کی بدنامی اور عدلیہ کی مکمل تباہی کے علاوہ کیا د
گیا؟۔ پورے آٹھ سال تک بجلی کی پیداوار میں ایک بھی میگاواٹ اضافے کی کوشش نہیں کی گ
ڈیمز کی تعمیر کا بڑا شور مچایا گیا۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے بھی بلند بانگ دعوے کیے گئے اس معا
میں ہم جہاں 1999ء میں اس سے بھی پیچھے چلے گئے۔ بھارت ہمارے تمام دریاؤں کا پا
روکنے پر قادر ہو چکا ہے۔ ہم بگلیہار ڈیم کی تعمیر رکوانا چاہتے تھے۔ اس میں تو ناکامی ہوئی ہی ہے۔
بھارت نے مزید 52 ڈیمز کی تعمیر شروع کر دی۔ خزانے لبالب بھرے جانے کی خوشخبری سنائی گ
تھی۔ اس سے کہیں زائد کے قرضے لے لئے گئے۔ اپنے ہی لوگوں کو امریکہ کے ہاتھوں بیچ دیا گ
اور وہ رقم بھی قومی خزانے میں موجود نہیں، کچھ ہڑپ کر لی گئی اور کچھ کا اسلحہ خرید لیا گیا جو پتہ نہیں
ہماری فوج اپنے عوام پر استعمال کر رہی ہے یا امریکی فوج پاکستانیوں پر برسا رہی ہے۔؟
عوام نے انتخابات میں ایوان صدر اور اس کی بغل بچہ پارٹی کیخلاف ووٹ دیکر اپنی نفرت کا اظہار
کر دیا۔ جس نفرت کا اظہار شیر افگن اور ارباب رحیم پر جوتے باری سے دیکھنے میں آیا اس سے
ہزار گنا زیادہ لوگ نفرت صدر صاحب سے ان کے کردار کی وجہ سے کرتے ہیں۔ جس کا ان کو
ادراک ضرور ہوگا۔ نظر آتا ہے کہ وہ عزت بے عزتی کو ثانوی سمجھتے ہیں۔ پہلی اور آخری ترجیح اقتدار
کو ہر صورت برقرار رکھنا ہے۔ جس نفرت کا اظہار عوامی سطح پر ان کے بارے میں ہوا کوئی بھی باوقار
شخص ایسے اقتدار پر لعنت بھیجتے ہوئے مستعفی ہو کر گھر چلا جاتا۔ ان کو خدا نے کیسے لالچی مشیر عطا
فرمائے ہیں جن کو خود اپنا اقتدار مشرف کے اقتدار سے منسلک نظر آتا ہے۔ جس کیلئے جمہوری
حکومت کی زچگی سے قبل ہی سازشوں کے جال تیار ہو گئے ہیں۔

وکلا ہی نہیں پوری قوم عدلیہ کی تباہی اور اب ججوں کی بحالی میں تاخیر کو ہضم نہیں کر پا رہی۔ نفرت کا
اظہار کسی نہ کسی صورت ہوتا رہیگا۔ عدلیہ کو تضحیک کا نشانہ بنانیوالے صرف ارباب رحیم اور شیر افگن
ہی نہیں بہت سے دوسرے بھی ہیں۔ جج بحال نہ ہوئے تو نوجوان وکلا اور سول سوسائٹی کے لوگوں کو
کنٹرول کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ محسوس ہوتا ہے کہ ہر نوجوان وکیل گھر سے کالی سیاہی
اور ایک اضافی جوتا لیکر نکلتا ہے۔ یہ جوتا باری کب کس کے مقدر میں لکھ دی جائے کچھ پتہ نہیں۔

Marfat.com

اس لئے معاملات سازشوں سے نہیں عقل و دانش سے حل کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کیلئے ضروری ہے کہ فساد کی جڑ کو کاٹ ڈالا جائے دوسری صورت میں تین ماہ کی جو پیش گوئی امید سے ہونیوالوں کی طرف سے کی گئی ہے پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ جب پیپلز پارٹی کے 58 ٹو بی کا شکار ہونے کا خدشہ ہے جو ایوان صدر پر انحصار اور اعتماد کرتی دکھائی دیتی ہے۔ کتنی شرمناک بات ہے کہ کراچی میں ۱۲ افراد کو قتل کر دیا گیا۔ بربریت کی انتہا یہ ہے کہ سات وکلاء کو زندہ جلا دیا۔ صدر صاحب اسے شیر افگن اور ارباب پر جوتا باری کو ردِعمل کہہ کر وکلاء کو تنبیہ کر رہے ہیں کہ انتشار پھیلانے سے باز رہیں، ان کے حواریوں کو بھی اس بربریت پر زبان کھولنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

ن لیگ کی قیادت کی نیت پر کوئی شک و شبہ نہیں تاہم پیپلز پارٹی کے اندر کچھ کالی بھیڑیں ضرور موجود ہیں جو عدلیہ اور ججوں کی بحالی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ بدقسمتی سے ان کو اعلیٰ منصب بھی مل گئے ہیں جو بینظیر بھٹو شہید کے ایجنڈے کو فروغ دینے کے بجائے ایوان صدر کے لئے کام کر رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی کی مخلص قیادت خصوصاً آصف علی زرداری کو چاہیے کہ نواز شریف پر مکمل اعتماد کریں خود کو اپنی پارٹی اور حکومت کو ایوان صدر اور اس کے حواریوں کی سازشوں سے بچائیں جس کا بہترین حل عدلیہ اور ججوں کی فوری بحالی ہے۔

اس معاملے کو شیری رحمن جیسے لوگ متنازعہ اور مضحکہ خیز بیانات دیکر الجھا رہے ہیں کہ الٹی گنتی صوبائی حکومت کی تشکیل کے بعد شروع ہوگی۔ ایسی باتوں سے معاملات بگڑتے چلے جائیں گے۔ آزاد عدلیہ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والے ذہن میں رکھیں کہ جوتے کو ہرگز علم نہیں ہوتا کہ وہ کس کے ہاتھ میں ہے اور کس کے سر پر برس رہا ہے۔

14-4-08

☆☆☆

خدا قوم کو انہونی سے بچائے......؟

پارلیمنٹ کے ذریعے ججوں کی بحالی کی کھچڑی پک رہی ہے۔ یہ ہنڈیا جتنی دیر چولہے پر رہے گی افواہوں میں اضافے کا سلسلہ جاری رہیگا۔ بدخواہ اور بدباطن نئی سے نئی ترکیب اس ہنڈیا میں

Marfat.com

ڈالتے رہیں گے۔ جب اعلانِ مری کے بعد بحالی کا معاملہ طے ہو چکا ہے تو کیا لازم ہے کہ حکومت سازی کے بعد 30 دن ہر صورت پورے کئے جائیں؟ ججوں کی بحالی سے حکومت کئی جھنجھٹوں سے جان چھڑانے میں کامیاب ہو جائے گی اور ملک میں خالصتاً جمہوریت کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ اب تک جمہوریت اور آمریت ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

ججوں کو 2 / نومبر والی پوزیشن میں لائے جانے کا جو حکومتی اتحاد نے عزم کر رکھا ہے تو یہ اسی صورت میں پیپلز پارٹی کے لئے مسلم لیگ ن کی طرح کریڈٹ ہو سکتا ہے اگر ان کی صفوں سے عدلیہ کے بارے میں زہر افشانی نہ کی جائے۔ اس میں تو شک نہیں کہ پیپلز پارٹی کی قیادت میں اعتزاز احسن جیسے مردِ راہوار موجود ہیں، ساتھ ہی وہ لوگ بھی ایک پریشر گروپ کی صورت میں موجود ہیں جن کو جسٹس افتخار ''متھیوں'' دکھتے ہیں۔ ان کا جسٹس صاحب سے خدا واسطے کا بیر ہے جس کا اظہار وہ نجی محفلوں میں بڑے پُر جوش انداز میں اور عوامی سطح پر دبے دبے الفاظ میں کرتے رہتے ہیں۔ نت نئے فارمولے لانا بھی ان کے خود ساختہ فرائض منصبی میں شامل ہے۔ کبھی چیف جسٹس کی عمر کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے اس عہدے کی مدت متعین کرنے کی بات کی جاتی ہے تو کبھی سوموٹو پر ایکشن لینے پر پابندی کی تجاویز زیرِ غور لائی جاتی ہیں۔ ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جسٹس افتخار محمد چودھری بحالی کے بعد استعفےٰ پر راضی ہو جائیں۔ ان لوگوں کی بے سری اور بے تال باتیں سن کر گمان ہونے لگتا ہے کہ یہ باتیں جمہوری حکومت کے لوگ نہیں ایوانِ صدر کے خوشامدی اور پٹھو کر رہے ہیں۔ عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی بحالی کے بارے میں آصف علی زرداری کی نیت پر نواز شریف کو شبہ ہے نہ وکلا کو۔ عوام کو بداعتمادی ہے نہ خواص کو۔ ساری گیم پیپلز پارٹی کے چند ذمہ داروں نے بگاڑ رکھی ہے۔ بدقسمتی سے ان میں سے کئی پارٹی کی پہلی صف میں کھڑے ہیں۔ عوامی دباؤ اور حکومتی اتحاد کی اعلیٰ قیادت کے عزم کے سامنے یہ لوگ بے بس ضرور ہیں لیکن ''ہیرا پھیری'' کرنے سے باز نہیں آتے۔ ایوانِ صدر کے ٹمٹماتے چراغ کو جلائے رکھنے میں شعوری طور پر مدد کر رہے ہیں۔ چیف جسٹس کی مدت مقرر کرنے اور سوموٹو پر پابندی کے خواب اس موقع پر ہی کیوں ان لوگوں کو نظر آنے لگے جب خصوصی طور پر جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کا معاملہ درپیش ہے۔

سوموٹو تو اصل میں ایک طرح سے حکومت کی حمایت اور معاونت ہے جو لوگ سیشن کورٹ تک جانے کی استطاعت نہیں رکھتے ان کو اگر سپریم کورٹ سے براہ راست انصاف ملے گا تو یہ حکومت کی نیک نامی ہوگی۔ منہ زور افسر شاہی اور بے لگام ادارے اپنے اپنے دائرہ اختیار میں رہیں

Marfat.com

گے۔ موجودہ صورتحال اگر طول پکڑتی ہے تو صدر نے 58 ٹو بی کا وار کرنا ہی ہے۔ آزاد عدلیہ ایسی صورت میں انصاف کے اصولوں کے مطابق جمہوریت کی ڈھال ثابت ہوگی۔
حکومتی اتحاد کی طرف سے اعلان مری پر عملدرآمد پر عزم کے باوجود وکلا اپنی تحریک جاری رکھے ہوئے ہیں' جو اس تحریک کا ایک مثبت پہلو ہے۔ اگر وکلا تحریک تج کر بیٹھ جاتے تو آمریت جس کو پیپلز پارٹی کے موثر گروپ کی حمایت حاصل ہے اپنی سازش میں کامیاب ہو جاتی۔ آمریت کے ہاں انسانیت ہوتی ہے اور نہ اس کے جسم میں گوشت پوست کا دل۔ اس لئے وہ انسانوں کے بہتے ہوئے خون اور سفاکی سے جلائے گئے انسانوں کے واقعات کو کسی خود ساختہ واقعہ کا ردعمل قرار دے دیتے ہیں۔ چونکہ ابھی آمریت کا تسلسل جاری ہے جو ایک واقعہ سے توجہ ہٹانے کیلئے نیا سانحہ برپا کراتا چلا آیا ہے۔ اب ججوں کی بحالی چند دنوں کی بات ہے۔ قوم کیا' پوری دنیا کی نظر اس پر لگی ہوئی ہے۔ اس سے نظریں ہٹانے کے لئے خدانخواستہ کسی انہونی کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ جسٹس افتخار محمد چودھری' نواز شریف' شہباز شریف' آصف علی زرداری' اعتزاز احسن' عمران خان' قاضی حسین احمد اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان آمریت کے دل میں کانٹے کی طرح چبھ رہے ہیں۔ اس لئے ان کی زندگیوں کو شدید ترین خطرہ ہے اور ان سب کو اپنی حفاظت خود کرنی چاہیے۔
ڈاکٹر شیر افگن کو محبوس کیا گیا تو اعتزاز احسن جان کی بازی لگا کر ان کو بچانے وہاں پہنچ گئے۔ ان کا فیصلہ جوش پر مبنی تو تھا مگر اس میں ہوش سے کام لینے کی زیادہ ضرورت تھی ایسی صورت میں وہاں کوئی بھی واقع رونما ہو سکتا تھا۔ سازشی عناصر اپنے مذموم مقاصد حاصل کر سکتے تھے اور کر سکتے ہیں ان کو برادرانہ مشورہ ہے کہ دوبارہ ایسی صورتحال میں اپنا خیال پہلے رکھیں۔ کیونکہ وہ اپنی پارٹی اور وکیلوں کا ایک قیمتی اثاثہ ہیں۔ انہونی اور سازشوں سے بچنے کے لئے مذکورہ بالا لوگوں کو خود حفاظت پر توجہ دینی چاہیے جبکہ ڈاکٹر اے کیو خان کی حفاظت اور صحت کیلئے دعا کرنی چاہیے جو آمریت کے ستم کا بے جا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ خدا قوم کو کسی انہونی اور منحوس خبر سے بچائے۔

21-4-08

☆☆☆

Marfat.com

چلے بھی ''جاؤ'' کہ گلشن کا کاروبار چلے

پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری کو عدلیہ سے متعلق تحفظات ہیں۔ اس کے باوجود وہ چونکہ نواز شریف کو زبان دے چکے ہیں اس لئے ججوں کی بحالی کا عزم کیئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کی پارٹی کے اندر آزاد عدلیہ کے خلاف سازشیں جاری ہیں۔ آصف زرداری کا کہنا ہے کہ وہ ایسی عدلیہ چاہتے ہیں جو انتظامیہ کے دباؤ میں نہ آئے۔ اگر زرداری صاحب کی دل سے یہ سوچ ہے تو یہ واقعی قابل تحسین ہے، یہی ہر پاکستانی کے دل کی آواز ہے۔ لیکن مذموم مقاصد اور ہمیشہ اقتدار سے چمٹے رہنے والوں کی سوچ کچھ اور ہے۔ جن ایک تو آج کل ایوان صدر میں موجود شخصیت ہے جنہیں بجا طور پر قبضہ گروپ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کی موجودگی میں جمہوری حکومت اپنے منشور اور منصوبوں کما حقہ عمل نہیں کر سکتی۔ ان صاحب کی ہر تان ہمیشہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بنے رہنے کے عزم پر ٹوٹتی ہے۔

امریکی وزرائے خارجہ کا جتھہ حکومت سازی کے دوران پاکستان آدھمکا جس نے ہر اس شخص سے ملاقات کی جس سے ان کو امید تھی کہ وہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں پاکستانی فوج کے ہاتھوں پاکستانی شہریوں کے قتلِ عام کو جاری رکھنے میں ان کی مدد کر سکتا تھا۔ اس جتھے کو ہر طرف سے مایوس کن جواب ملا، سوائے ایوانِ صدر کے جس کو اب بھی امید ہے کہ امریکہ ان کے اقتدار کی طوالت میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

جب آدھی کابینہ اس صدر سے ہاتھ ملانے سے انکار کر دے جس نے ان سے حلف لیا، ہر وزیر بازو پر سیاہ پٹی باندھ کر حلف اٹھائے۔ ایوان صدر کے اندر سے گو مشرف گو کے نعرے بلند ہونے لگیں، کئی وزراء غیر ملکی دورے پر ساتھ جانے سے انکار کر دیں، وزیر اعظم پبلک مقام پر ان سے

Marfat.com

ہاتھ نہ ملائے ،ان کو اشارتاً سازشی قرار دے، مرکزی حکومت میں شامل ایک بڑی پارٹی کے سربراہ اور اس پارٹی کا وزیر اعلیٰ جسے پنجاب اسمبلی کے دو تہائی سے زیادہ ارکان نے اعتماد کا ووٹ دیا، واضح طور پر صدر کو سازشی کہیں تو، ان لوگوں کو شرم آنی چاہیئے جو دعوے کرتے ہیں کہ صدر کو 80 فیصد ارکان کی حمایت حاصل ہے۔

نواز شریف اور مسلم لیگ ان کے ساتھ پرویز مشرف نے جو کچھ کیا اس پر نواز شریف اور ان کی پارٹی کی طرف سے ان کے ساتھ نفرت اور عداوت کے رویئے کی سمجھ آتی ہے۔ بینظیر بھٹو 1999ء میں مشرف کے ٹیک اوور کے وقت بیرونِ ملک تھیں، وہ کوشش کے باوجود 8 سال تک وطن واپس نہ آسکیں۔ ان کی غیر موودگی میں نہ صرف پاکستان میں ان کے خلاف مقدمات چلتے رہے بلکہ بیرونِ ممالک بھی ان کو اور ان کے شوہر کو مجرم ثابت کرنے کے لئے سرکاری خزانے کے منہ کھول دیئے گئے۔ خود آصف علی زرداری کئی سال تک قید رہے، اس قید کو یوں ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے کہ ان کو بینظیر بھٹو کی طرح کسی ایک کیس میں بھی سزا نہیں ہوئی۔ آج وزیر اعظم کے منصب پر موجود یوسف رضا گیلانی کی زندگی کے کتنے سال قید میں گزر گئے، جہانگیر بدر کتنا عرصہ جیل میں رہے۔ محترمہ کو کس نے قتل کیا اور کرایا اس کا جواب تو غیر جانبدارانہ تحقیقات کے بعد سامنے آئیگا لیکن قتل کی تحقیقات کو کس نے سبوتاژ کیا؟، اس سے کون بے خبر ہے؟ بینظیر بھٹو کی موت کا خود بینظیر کو ہی کس نے قرار دیا تھا؟ کس کو معلوم نہیں۔ اس کے باوجود آصف علی زردی پرویز مشرف کے بارے میں کہیں کہ وہ ان سے محبت کرتے ہیں نہ نفرت ۔۔۔۔ ہر کسی کی سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ ایسا کردار ایک عام آدمی کا نہیں Super human being سادھو Saint یا ولی اللہ کا ہوسکتا ہے۔ آصف زرداری کے اس بیان پر یہاں آمریت کو لعنت قرار دینے والے حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی وہیں ایوان صدر کے کاسہ لیسوں نے شادیانے بجائے۔ ان کو اپنی سازشوں کے پایائے تکمیل کو پہنچنے کی امید بھی پیدا ہوگئی، جس میں پانچ سال تک ایوانِ صدر پر قبضہ برقرار رکھنا اور جمہوری حکومت کی چھٹی کرانا شامل ہے۔

جمہوریت کی بحالی کے مرحلے مقرر کر کے پرویز مشرف ہر مرحلے پر قوم سے خطاب کا شوق پورا کرتے رہے۔ اب جبکہ سب سے بڑا اور آخری مرحلہ بھی طے ہوگیا ہے تو ان کو قوم سے خطاب کی اجازت نہیں ہے، اسی سے ان کو اپنی حیثیت کا اندازہ ہو جانا چاہئے۔ ان کو جمہوری حکومت پارلیمنٹ سے خطاب کے لئے بلانا چاہتی ہے، وہاں ان کے ساتھ کیا کچھ ہوگا اور کیا کچھ نہیں ہوگا،

Marfat.com

اس کا سب کو اندازہ ہے، اور یہ ہر سال ہوگا۔ جہاں ابھی تک صدر مشرف کو قوم سے خطاب کرنے کی اجازت نہیں وہیں یوسف رضا گیلانی نے بھی ابھی تک قوم سے خطاب نہیں کیا۔ اس کی وجہ بھی کوئی پوشیدہ نہیں۔ گو گیلانی صاحب وزیر اعظم ہیں اور طاقتور وزیر اعظم بھی ہیں لیکن اس طاقت کا منبع کہیں اور ہے۔ سٹیٹس کو رہا تو عوامی اور جمہوری حکومت اپنے ایجنڈے پر پوری طرح عمل نہیں کر سکے گی۔ اس کے لیئے ضروری ہے کہ آصف علی زرداری حکومت کے انتظامی سربراہ ہوں اور یوسف رضا گیلانی کو ایڈجسٹ کرنے کے لئے صدر بنا دیا جائے۔ اس کے لئے صدر مشرف قومی مفاد میں قربانی دیتے ہوئے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کے دوران اپنے استعفے کا اعلان کر کے باعزت طور پر امریکہ یاتر کی چلے جائیں۔ جاتے جاتے قوم سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رہائی اور معزول ججوں کی بحالی کو اعلان کرتے جائیں تو قوم یقیناً ان کو بڑی گرم جوشی سے رخصت کرے گی۔

28-4-08

☆☆☆

ججوں کی بحالی لٹک گئی؟

آصف علی زرداری کے ''بڑے بھائی اور لیڈر'' نے 12 مئی کو ججوں کی بحالی کا اعلان کیا ہے۔ خدا کرے آصف زرداری نواز شریف کیلیئے برادر یوسف ثابت نہ ہوں ایسا ہی اعلان 9 مارچ کو آصف علی زرداری کی موجودگی میں میاں نواز شریف نے بھی کیا تھا جس میں حکومت سازی کے بعد 30 دن میں ججوں کی بحالی کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔ فاروق ایچ نائیک جن کو ججوں کی بحالی کے حوالے سے ان کے ''نیک خیالات'' کے باعث وزیر قانون بنایا گیا تھا۔ 26 اپریل تک یہ عزم کرتے رہے کہ جج 30 اپریل تک بحال ہو جائیں گے ساتھ ہی وہ آئینی اور قانونی موشگافیوں کا خارزار بھی بچھتے نظر آئے۔

خدا نواز شریف کی زبان مبارک کرے کہ جج 12 مئی کو بحال ہو جائیں۔ پاکستان بار نے عدم بحالی کی صورت میں 17 مئی سے میدان میں آنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر 12 مئی کے ایک دو روز

Marfat.com

بعد بھی جج بحال ہوتے ہیں تو بھی الحمد اللہ' لیکن خاکم بدہن ایسا موجودہ صورتحال میں ممکن نظر نہیں آتا۔ ججوں کی بحالی عام سا اور سیدھا سادہ سا معاملہ ہے جس کے حل کیلئے دنوں کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ایک غیر آئینی اقدام کو آئین کی پٹڑی پر چڑھانا تو اس میں دیر کس بات کی؟ خود صدر اور ان کے اٹارنی جنرل 3 نومبر 2007ء کے اقدام کو ماورائے آئین قرار دے چکے ہیں۔ ججوں کی بحالی کی راہ میں اس اقرار اور اعتراف کے بعد کوئی رکاوٹ حائل نہیں رہی اب بحالی میں اگر کوئی رکاوٹ ہے تو وہ نیتوں کی ہے۔ کن کی نیتیں بدل گئیں' سب کو معلوم ہے۔ کمیٹی بٹھائیں' جرگے بلائیں یا کچھ بھی کریں نیت صاف ہونے تک معاملہ نہ صرف لٹکا رہے گا بلکہ صورتحال تیزی سے خونی انقلاب کی طرف بڑھے گی۔ صرف پیپلز پارٹی کی قیادت یہ عزم کر لے کہ ججوں کو بحال کرنا ہے تو دو منٹ میں معاملات آئین کی پٹڑی پر چڑھ جائیں گے۔

نواز شریف کہتے ہیں ''زرداری سے اتفاق ہو گیا۔ موجودہ عدلیہ کو نہیں چھیڑا جائے گا' معزول جج 12 مئی کو بحال ہونگے قرارداد کے بعد ایگزیکٹو آرڈر آئے گا اور ساتھ ہی اس روز نوٹیفکیشن جاری ہوگا''۔

فرمانِ زرداری ہے ''ججوں کی بحالی ایک مسئلہ ہے اس کے حل کیلئے ایک فارمولہ ہونا چاہئے۔ ججوں کی بحالی میرے لئے اتنی اہم نہیں جتنی روٹی' کپڑا' مکان اور پاکستان کو بچانا ہے۔ مسئلے کے حل کیلئے الٹی گنتی والوں کو بھی کمیٹی میں شامل کر لیا ہے''۔ فاروق ایچ نائیک بھی خاموش نہیں بیٹھے' وہ کہتے ہیں ''اتفاق نہ ہونے پر معاملہ 12 مئی سے آگے بھی جا سکتا ہے'' کتنا آگے' قبل از وقت کچھ نہیں کہا جاتا کہ اس کی حد کہاں جا کر ختم ہوگی اپنی حکومت کے قیام تک؟ وہ کب تک ہے؟ اس کی بھی ہماری سیاست کے مطابق کوئی معینہ مدت نہیں۔ پانچ سال سے سکڑ کر پانچ ماہ بھی ہو سکتی ہے۔ جس کمیٹی نے معاملات طے کرنے ہیں اس تشکیل خود ایک سوالیہ نشان ہے۔ میاں نواز شریف نے جس کمیٹی کا اعلان کیا وہ اعتزاز احسن' فخر الدین جی ابراہیم' رضا ربانی' حفیظ پیرزادہ اور خواجہ حارث پر مشتمل ہے۔ فاروق ایچ نائیک کے مطابق شہباز شریف' خواجہ آصف اور رحمٰن ملک بھی کمیٹی کے ارکان ہونگے خود وزیر قانون اس کمیٹی کے کوآرڈینیٹر ہیں۔ بہر حال کمیٹی کا ایک اجلاس تو ہو گیا ہے۔ رحمٰن ملک' عبدالحفیظ پیرزادہ اور خود فاروق نائیک کے خیالات سے کون واقف نہیں ان کے نزدیک جج آئین میں ترمیم کے بغیر بحال نہیں ہو سکتے۔ گزشتہ کمیٹی میں فاروق نائیک اس خیال کے واحد حامی تھے لیکن اب ان کو مزید دو ارکان کی حمایت حاصل ہو گئی ہے۔ یہ

Marfat.com

کمیٹی سوسال بھی بیٹھی رہے تو اعتزاز احسن اور حفیظ پیرزادہ کے خیالات میں زمین وآسمان کا فرق ہے جو دور نہیں ہو سکتا حفیظ پیرزادہ کا سپریم کورٹ میں موقف تھا کہ مشرف چیف آف آرمی سٹاف کے عہدے پر برقرار رہتے ہوئے صدارتی الیکشن لڑیں گے کیا وہ جسٹس افتخار کا اور یہ صدر مشرف کا ساتھ چھوڑنے پر رضامند ہو جائیں گے؟ آئیں! خوش کن فرض کرلیں کہ اگر کمیٹی ججوں کی بحالی پر متفق ہو جاتی ہے۔ حکومت یعنی زرداری حکومت کا ایک ہی سٹانس ہے کہ معاملہ پارلیمنٹ میں ترمیم کے ذریعے حل ہوگا۔ اس کے لئے دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہے جو سینٹ میں حکومت کو حاصل نہیں۔ اگر کوئی فارورڈ بلاک بن جائے تو ہو سکتا ہے کہ معاملہ طول نہ پکڑے لیکن اس کے بعد یہ بل صدر کے پاس جائے گا وہ کم از کم موجودہ حالات میں 30 دن تو اس کو روک لیں گے پھر زیرو سے گیم شروع ہوگی یہ معاملات کئی ماہ تک اس صورتحال کے باوجود بھی طویل ہو سکتے ہیں اگر پیپلز پارٹی مسلم لیگ ن کا صاف نیت سے ساتھ دے دوسری صورت میں ججوں کی بحالی کیلئے پانچ سال کا عرصہ بھی کم ہے۔

صدر بھی نواز شریف کی پریس کانفرنس سن رہے تھے انہوں نے پیش بندی کے طور پر اپنے چلے ہوئے کارتوسوں کو ایوان صدر بلا کر ان میں نیا بارود بھرنے کی کوشش کی ہے اور دیکھیں وہ کیسے چلتے ہیں اگر (ن) لیگ اور پیپلز پارٹی نے نیک نیتی کا مظاہرہ کیا تو یہ چلنے سے پہلے ہی ٹھس ہو جائیں گے اگر حکومتی اتحاد مفادات کی گیم کی تو یہ گائیڈڈ میزائل کی طرح جمہوریت اور جمہوری حکومت کو تہس نہس کر دیں گے اوپر سے پی سی او والی کورٹ بھی حکم امتناعی جاری کرنے کے لئے تیار ہے۔

اپنے حلقوں سے ہارنے اور خیرات میں ملنے والی سیٹ سے جیتنے والے بھی ایوان صدر کی زبان بول رہے کہ عدلیہ آزاد ہونی چاہئے شخصیات کی بحالی کی بات نہیں ایسے "سقراطوں" کو کیا معلوم نہیں کہ اپنے مفادات پر زد پڑتی دیکھ کر ایک بااصول شخص کو کارنر کرنے کیلئے فرد واحد نے غیر آئینی اقدامات کر کے ملک اور ادارے تباہ کر دیئے اب معاملات کو آئینی طریقے سے سلجھانے کے بجائے اس بااصول شخصیت کو مائنس کر دیا جائے جو عزم جدوجہد اور بے باکی کا سمبل بن گیا ہے...... کیوں؟

ملکی معیشت تباہ ہو چکی ہے۔ ہر طرف بدامنی ہے' مہنگائی کا عفریت عوام کو نگلنے کو ہے۔ عوام جمہوری حکومت کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ ان کو ریلیف ملے جبکہ ہمارے حکمران عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاملات کو ذاتی مفادات کی خاطر لٹکا رہے ہیں۔ آسانی سے طے ہونے والے معاملات کو بگاڑا جا رہا ہے۔ عوام کے صبر کا پیمانہ جمہوری حکومت کے قیام کے چند ماہ بعد بھی لبریز

Marfat.com

ہونے کو ہے۔ حکمران ہوش کے ناخن لیں ملک وقوم کو خونی انقلاب کی طرف نہ دھکیلیں ججوں کی بحالی کا معاملہ فوری طے کر کے عوام کو ریلیف دینے کے بارے میں سوچیں۔

5-5-08

☆☆☆

جسٹس افتخار سے ملاقات

معزول ججوں کی بحالی کے حوالے سے ایوان صدر خوفزدہ اور شہباز شریف' اعتزاز احسن کے انتخابات میں حصہ لینے پر لرزہ براندام ہے۔ انتخابات کے التوا کے ڈانڈے اُسی طرح پھر ایوان صدر سے جا ملتے ہیں جس طرح وزیر اعظم کی حلف برداری کے تین گھنٹے بعد جسٹس خلیل الرحمان رمدے کا سامان گھر سے باہر پھینک دیا گیا۔ جب تک ایوان صدر میں پرویز مشرف موجود ہیں حکومتی اتحاد کو توڑنے کی منصوبہ بندی جاری رہے گی۔ پہلے جو پیغام خفیہ طریقے سے پہنچائے جاتے تھے اب ان کو آشکار بھی کیا جا رہا ہے۔ آصف زرداری اور وزیر اعظم گیلانی کو پیغام پہنچا دیا گیا ہے کہ ''جج بحال ہوئے تو 58/ٹو بی کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔''

58/ٹو بی کے استعمال کیلئے فوج کی پشت پناہی لازم ہے جبکہ فوج کسی صورتحال میں بھی نوزائیدہ جمہوریت کا گلا گھونٹنے کی حمایت نہیں کرے گی۔ اب قوم بھی بیدار ہو چکی ہے کسی مارشل لاء اور ایمرجنسی اور ایمرجنسی پلس کو برداشت نہیں کرے گی۔ آصف زرداری اور گیلانی تو شاید ایوان صدر کی دھمکی سے مرعوب ہو جائیں جبکہ اس کے برعکس نواز شریف ڈٹے رہیں گے۔ پیپلز پارٹی کو بھی جلد صرف ایک کشتی میں سوار ہونے کے بارے میں مصمم ارادہ کرنا ہوگا۔ ججوں کی بحالی کا کئی بار قول دیا گیا اس حوالے سے ان کے اپنے تحفظات ہیں یا ان پر دباؤ ہے؟ عدلیہ کے حوالے سے انہوں نے نواز شریف کو آگے کر دیا جو ہر قیمت پر ججوں کی بحالی پر کمربستہ ہیں۔ اگر جج بحال کر دیئے جاتے ہیں تو یہ ایک غیر آئینی اقدام کو آئین کے دائرے میں لانا ہوگا تو کسی کو کسی بھی طرف سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

صدر صاحب اگر ایک آئینی اقدام کی یاداش میں 58/ٹو بی کا غیر ضروری' غیر اخلاقی جو غیر قانونی

Marfat.com

اور غیر آئینی بھی ہوگا کرتے ہیں تو کیا ہوگا؟ ان پارٹیوں کو دوبارہ عوام کے پاس جانا ہوگا اگر مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی متحد ہو کر الیکشن میں حصہ لیں گی تو دو تہائی سے کہیں زیادہ ان کو اکثریت ملے گی۔ آج بھٹو اور انٹی بھٹو عنصر ختم ہو چکا ہے اگلے انتخابات جسٹس افتخار محمد چودھری کی حمایت اور مخالفت کی بنیاد پر ہونگے۔ ان کے مخالف کتنے ہیں' اس کا اندازہ وکلا کو دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے۔ پوری حکومتی مشینری حرکت میں لانے کے باوجود گزشتہ حکومت کتنے وکلا کو اپنے ساتھ ملا سکی تھی۔ نوٹوں سے کالے کوٹ تو خریدے جاسکتے ہیں انسان اور انسانوں کے ضمیر نہیں۔ یوں تو آج بھی حکومتی اتحاد کے پاس صدر کے مواخذے کے لئے نمبرز پورے ہیں۔ پیپلز پارٹی کی طرف سے تھوڑی جرأت کی ضرورت ہے۔ سینٹ میں مواخذے کی تحریک آتی تو اس کی مخالفت میں کس پارٹی کے سینٹر ووٹ دیں گے؟ (ق) لیگ اور ایم کیو ایم کے سینٹرز سے توقع ہے۔ ایم کیو ایم پیپلز پارٹی کے ساتھ مل گئی ہے اب اسے صدر سے کچھ ملنے کی امید نہیں (ق) لیگ بھی صدر سے دامن چھڑانے والی ہے۔ ایسی صورت میں صدر کی حمایت میں کون علم بلند کریگا؟ اس لئے پیپلز پارٹی کو اپنی توپوں کا رخ عدلیہ کی طرف سے ہٹا کر اُس طرف کرنا چاہئے جس کی توپوں کا رخ اس کی طرف ہے۔ دوسری طرف جسٹس افتخار محمد چودھری آج بھی پہلے کی طرح پُرعزم اور بے خوف ہیں ان کو اس وقت بھی جھکایا نہیں جا سکا تھا جب جرنیلوں نے ان کا گھیراؤ کیا ہوا تھا اور نہ آج ان کو اس راستے سے ہٹایا جا سکتا ہے جس پر چلنے کا انہوں نے عزم کر رکھا ہے۔ 9 مارچ 2007ء کے بعد سے وہ ہر موقع پر عزم کے کوہِ گراں ثابت ہوئے ہیں۔ ان کو گورنر' کسی بھی ملک کا سفیر اور عالمی عدالت کا جج بنانے کی پیشکش کی گئیں جو آج بھی موجود ہیں۔ وہ اس لالچ میں نہ آئے۔ ان کو دھمکایا گیا اور تمام افراد کو ایک کمرے میں بند رکھا گیا۔ ان لوگوں کو صرف کچن تک جانے کی اجازت تھی لیکن جسٹس افتخار محمد چودھری کو کوئی بھی حربہ اصولی موقف میں ایک انچ کی بھی پسپائی پر مائل نہ کر سکا۔

گزشتہ ہفتے میں نے ایڈووکیٹ رانا محمد زاہد اور صائمہ شیخ کے ساتھ جسٹس افتخار محمد چودھری سے ملاقات کی۔ ججز کالونی کے راستے جو کسی دور میں خاردار تاروں سے بند کر دیئے جاتے تھے آج یہاں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ سیکورٹی اپنی جگہ پر موجود تھی لیکن وہ ملاقاتیوں کیلئے کسی آزار کا باعث نہ تھی۔ ہم گیٹ پر پہنچے تو جسٹس صاحب کی اجازت کے بعد اندر بھجوا دیا گیا وہ بڑے پرتپاک طریقے سے ملے۔ گفتگو کا سلسلہ چلا تو بحالی کے حوالے سے وہ اپنے موقف پر پُرعزم تھے وہ مدت

Marfat.com

میں کمی پر کمپرومائز کے لئے تیار نہیں ان کا یہ بھی عزم ہے کہ وہ بحالی کے لئے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائیں گے وہ ہر معاملہ آئین اور قانون کے مطابق طے ہونے کی امید رکھتے ہیں۔

12-5-08

☆☆☆

امریکی انتظامیہ کے اندر کا الاؤ

صدر مشرف کی امریکہ نواز پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان کے افغانستان سے ملحقہ قبائلی علاقے آتش فشاں بنے ہوئے ہیں جس کی تپش خودکش حملوں کی صورت میں پورے ملک میں محسوس کی جا رہی ہے۔ ان علاقوں میں جب بھی امن کی طرف معاملات بڑھنے لگتے ہیں امریکہ ان کو سبوتاژ کر ڈالتا ہے۔ وانا اور شکئی میں طالبان اور سکیورٹی فورسز کے درمیان امن معاہدہ ہوا تو ان علاقوں میں آگ ٹھنڈی ہونے لگی تھی جس رفتار سے یہاں آگ ٹھنڈی ہو رہی تھی اس سے دگنی رفتار سے امریکی انتظامیہ کے دلوں میں آگ بھڑکتی جا رہی تھی۔ مسلمانوں کی تہہ تیغ کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا بش انتظامیہ کو کب برداشت تھا کہ پاکستان کی فوج کی بندوق قبائلیوں کی کن پٹی سے ہٹ جائے اور اس کے بدلے میں قبائلیوں کے خنجر اپنے ہی ملک کی سرحدوں کے پاسبانوں کی گردن کاٹنے سے بچ جائیں۔ معاملات بندوق کے بجائے مذاکرات سے بھی حل ہو رہے تھے۔ امن معاہدے میں توسیع ہو رہی تھی کہ امریکی جہازوں نے باجوڑ میں مدرسے پر حملہ کر کے درجنوں طلبا اور اساتذہ کو خاک نشین کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی نہ صرف امن معاہدے کے لئے جاری پیشرفت جامد و ساکت ہوگئی بلکہ طے شدہ امن معاہدہ بھی ختم ہو گیا۔ یہی امریکہ کا مدعا تھا۔ خاک وخون کا بازار پھر گرم ہو گیا پورا پاکستان خودکش حملوں کی لپیٹ میں آ گیا۔

کافی مدت بعد پھر سے طالبات اور سکیورٹی فورسز کے درمیان معاملات طے ہو رہے ہے۔ خودکش حملوں کا سلسلہ رک گیا ہے۔ فریقین نے ایک دوسرے کے قیدیوں کے تبادلے کا اعلان کر رکھا تھا۔ اس عمل کو سبوتاژ کرنے کے لئے جس دن تبادلہ ہونا تھا اسی روز بغیر پائلٹ امریکی طیارے نے ایک بار پھر باجوڑ کے علاقے ڈمہ ڈولہ پر میزائلوں سے حملہ کر دیا جس سے 20 افراد مارے

Marfat.com

گئے جن میں خواتین اور بچے بھی تھے۔ اس دفعہ چونکہ سارے معاملات مشرف کے ہاتھ میں نہیں ہیں اس لئے امن مذاکرات ان کی اور امریکہ کی خواہش کے باوجود ناکام نہیں ہوئے۔ امریکہ کی اشتعال انگیزی کے باوجود فورسز اور طالبان کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ ہوا اور وعدے کے مطابق فورسز جنوبی وزیرستان کی آبادیوں سے ہٹ گئیں دوسری طرف سرحد حکومت نے سوات اور مالاکنڈ میں شریعت کے نفاذ کا وعدہ کیا جہاں بھی امن بحال ہو رہا ہے۔

جمہوری حکومت کے قیام کے باوجود امریکہ کے پٹھوؤں کا حکومت میں اثر و رسوخ بدستور موجود ہے۔ موجودہ حکومت کو نیم جمہوری اور نیم آمرانہ قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ پیپلز پارٹی کی نیم حکومت کی اپنی مجبوریاں ہو سکتی ہیں۔ جس کے باعث اس کو وزارت خارجہ کے لئے اپنا ترجمان تعینات کا اختیار بھی نہیں ہے۔ پرانی وزارت خارجہ پورے طمطراق کے ساتھ موجود ہے اور صدر مشرف کی پالیسیوں کو فروغ دے رہی ہے۔ اسی وزارت خارجہ کا بیان کتنا شرمناک ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''باجوڑ حملے کا کسی پر الزام نہیں لگا سکتے۔ تحقیقات جاری ہیں کہ یہ میزائل حملہ تھا یا کوئی دھماکہ ہوا'' اس وزارت خارجہ کو اپنے گورنر سرحد کے بیان پر غور کرنے کی فرصت نہیں ملی جس میں انہوں نے کہا کہ حملہ امریکہ نے کیا۔ وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے بھی اس حملے کی مذمت کی' لیکن وزارت خارجہ کی سوئی وہیں اٹکی رہی اس نے جو تھے اسے حملہ تسلیم کیا۔ اسلام آباد میں بیٹھے ان لوگوں کے بال بچے محفوظ ہیں۔ خود شدید گرمی کے موسم میں یخ بستہ کمروں سے نہیں نکلتے ان کو انسان اور انسانیت کی کیا قدر ہوگی۔ ان کو اپنی غلامی نما نوکریوں سے غرض ہے۔ ان کے ضمیر مر چکے اور یہ اپنے عیش و آرام کی خاطر اپنے ہی بھائیوں کا خون اور بہنوں بیٹیوں کی عزتیں نیلام کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

نیم جمہوری حکومت کی پالیسی گذشتہ حکومت سے قدرے بہتر ہے لیکن پالیسی واضح نہیں ہے۔ حکومت سازی کے دوران جس بہادری سے امریکی نائب وزرائے خارجہ کے سامنے اپنا موقف رکھا گیا تھا اس کا اظہار بھی ہونا چاہئے اور یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ خارجہ پالیسی کون چلا رہا ہے۔ قبائلی علاقوں کے امن کو کون سبوتاژ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اب ابن آراء سے جو فائدہ اٹھانا تھا اٹھایا جا چکا۔ اب ملکی معاملات پر بھرپور توجہ دی جائے جس میں قبائلی علاقوں کے مسائل سرفہرست ہیں ان علاقوں میں امن ہوگا تو پورے ملک میں امن ہوگا جہاں دہشت گردی کیخلاف نام نہاد جنگ کی آڑ میں فورسز اور طالبان آمنے سامنے آئے تو پورا ملک پھر سے آگ کی لپیٹ

Marfat.com

میں آ سکتا ہے اس کا ایک ہی حل ہے جمہوری حکومت با اختیار ہو اور آمریت کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ حکومت پر امریکہ کے پٹھو ہونے کا الزام نہ لگے۔

19-5-08

☆☆☆

صبح نو کا نقیب جسٹس افتخار محمد چودھری پھر میدان عمل میں

جسٹس افتخار محمد چودھری ڈیڑھ پونے دو ماہ بعد گھر سے نکلے تو لوگوں کے والہانہ جوش و خروش استقبال اور پھول نچھاور کرنے کے عمل نے 9 مارچ کے بعد کی یاد تازہ کر دی جب چیف جسٹس اسلام آباد سے لاہور 26 گھنٹوں کے بعد پہنچے تھے۔ آج بھی لوگ موٹر وے پر جگہ جگہ ان پر پھول نچھاور کرتے رہے۔ راستے میں زیادہ سٹاپ نہ کئے۔ موٹر وے پر لوگوں کو آنے کی اجازت نہ تھی اس لئے ان کا قافلہ آٹھ گھنٹے میں فیصل آباد کی دہلیز پر پہنچ گیا۔ مزید کئی گھنٹے پنڈال پہنچنے پر لگ گئے۔ وہ تین اپریل کو کوئٹہ گئے وہاں انہوں نے وکلا کے دو تین اجتماعات سے خطاب کرنا تھا۔ ایک سے خطاب کیا تھا کہ وزیر قانون نے مزید خطابات نہ کرنے کی درخواست کی جسے چیف جسٹس نے قبول کر لیا۔ اس سے امید پیدا ہوئی تھی کہ حکومت معاملات اچھے طریقے سے طے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن آئینی پیکج میں چیف جسٹس کی مدت تین سال کرنے کی تجویز رکھی گئی۔ گو یہ ایک تجویز ہے جس میں پارلیمنٹ تبدیلی کر سکتی ہے۔ قوی امکان ہے کہ چیف جسٹس کا TENURE پانچ سال کر دیا جائے گا۔ یہ بھی زیادتی ہے ان کی مدت 2013ء میں ختم ہونی ہے وہ تین سال قبل کیوں ریٹائر ہوں۔ اگر چیف جسٹس کی مدت 3 سال کرنی ہے تو اس کا اطلاق افتخار محمد چودھری کی ریٹائرمنٹ کے بعد سے ہونا چاہئے بہر حال وکلا اور چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے حکومت کو 3 اپریل کو خیر سگالی کا پیغام دیا اس کے جواب میں آئینی پیکج سے ان کے بارے میں حکومت کا خبث باطن کھل کر سامنے آ گیا۔

9 مارچ سے 20 جولائی 2007ء تک جسٹس افتخار محمد چودھری نے جب بھی وکلاء سے خطاب کیا وہ خالصاً پروفیشنل ہوتا تھا۔ 3 نومبر سے 24 مارچ 2007ء تک وہ قید رہے۔ اپریل کے شروع

Marfat.com

میں کوئٹہ گئے۔ پہلی تقریر کے بعد واپس اسلام آباد چلے آئے۔ کوئٹہ اور واپسی پر اسلام آباد میں ان کو چیف جسٹس کا پروٹوکول دیا گیا۔ پروٹوکول پیپلز پارٹی کی حکومت نے دیا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب بیک وقت دو شخصیات کو چیف جسٹس کا ایک ہی شہر میں پروٹوکول دیا گیا۔ پنجاب حکومت نے کچھ نیا نہیں کیا مرکزی حکومت کی تقلید کی پھر کسی کے بھی پیٹ میں اس پروٹوکول کا مروڑ نہیں اٹھنا چاہئے اگر اٹھتا ہے تو اس کی نیت کا اندازہ خوب لگایا جا سکتا ہے۔

وہ فیصل آباد گئے تو صرف وکلا سے خطاب کیا ہزاروں افراد ان کی تقریر سننے کو جمع تھے۔ جن کو پنڈال میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ ان لوگوں نے پنڈال کے باہر کھڑے ہوئے خطاب سنا۔ سیاسی کارکن اپنی پارٹیوں کے پرچم اٹھائے ہوئے تھے اور چیف جسٹس کی آمد پر جسٹس افتخار زندہ باد پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے۔

آدھی رات شدید بارش بجلی بند ایسی صورتحال میں بھی فیصل آبادیوں کا جوش وخروش قابل دید تھا۔ صدر مشرف کے بنائے ہیرو کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے لوگ بے تاب تھے۔ پنڈال کے اندر اور باہر مکمل سکوت تھا۔ انہوں نے اپنے عزم اور ارادے سے قوم اور حکمرانوں کو دو روز قبل فون پر کراچی بار ہائیکورٹ اور پھر بار ایسوسی ایشنز کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کر کے آگاہ کر دیا تھا۔ ان کا کہنا تھا ''قوم کے غصے میں مزید اضافے سے پہلے ہی اداروں کو بحال کر دیا جائے ملک کے ساتھ مذاق نہیں ہونے دیں گے نہ ہی سمجھوتے کی کوئی گنجائش ہے۔ وکلا اور جج صاحبان کسی صورت میں کسی سمجھوتے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ پی سی او جج قوم اور اپنے بچوں کے سامنے ایک دن جوابدہ ہونگے''۔ پھر فیصل آباد میں انہوں نے اپنے کراچی کے خطاب کا تسلسل جاری رکھتے ہوئے کہا۔ پی سی او ججز نے آئین اور سپریم کورٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی کی ان لوگوں کو سزائیں ملیں گی۔ جنہوں نے 3 نومبر 2007ء کے سپریم کورٹ کے حکم کی خلاف ورزی کی کراچی کے واقعات اور روپے کی قیمت میں کمی کی وجوہات لوگوں کا عدلیہ پر سے اعتبار اٹھ جانا ہے۔ ماضی کی عدلیہ نے آمروں کے کہنے پر فیصلے دیئے''۔

مشرف وردی میں تھے تمام صوبوں اور مرکز میں ان کی پٹھو حکومتیں تھیں' صرف جسٹس افتخار محمد چودھری وکلا کے ساتھ کبھی کبھی باہر نکلتے تھے تو وہ حکومت ان کا مقابلہ نہ کر سکی آج مرکز میں 'ن' لیگ نہ صرف چھوڑ گئی ہے بلکہ پنجاب میں اس کی حکومت نے جسٹس افتخار محمد چودھری کی مکمل حمایت کا اعلان کیا ہے۔ وردی' بے وردی صدر کی بھی حکومت کو حمایت حاصل نہیں تو یہ کس بل بوتے پر وکلا

Marfat.com

تحریک کا مقابلہ کر پائے گی اب جبکہ چیف کے ساتھ 47 مزید جج بھی بس پر ہونگے جو پورے ملک میں گھومیں گے۔قوم ان کو صبح نو کا نقیب سمجھتی ہے۔چند دن میں ایوان اقتدار میں زلزلہ برپا ہو جائے گا۔اب جبکہ حکومت نے صدر مشرف کے خلاف مواخذے کا عزم ظاہر کر دیا ہے تو وہاں سے بھی جوابی حکمت عملی تو کیا ہو گی کوئی سازش تیار کی جارہی ہو گی۔ایسی صورت میں آزاد عدلیہ کا وجود ناگزیر ہے۔حکومت تمام معزول ججوں کو بحال کرے اس سے پہلے کہ یہ سڑکوں پر آ کر عوام سے انصاف طلب کریں اور عوام حکومت کے ''چھٹے چک'' دیں۔جسٹس افتخار 5 باوردی جرنیلوں کے سامنے نہیں جھکے تو آج بھی ان سے ایسی توقع نہ کی جائے کہ عدلیہ اور قوم کے ساتھ زیادتی ہو اور وہ اسے برداشت کر جائیں۔بقول سعداللہ شاہ ۔

ثابت کیا ہے کیسے مرے افتخار نے
عادل کبھی جھکا نہیں آمر کے سامنے

☆☆☆

باقی بحران مشرف کے استعفے سے حل ہو جائیں گے

جنرل (ر) مشرف کے 40 سال کے ساتھی جنرل قیوم کی باتیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے' روح کانپ رہی تھی' وہ قومی مفاد کا نام لینے والوں کے مکروہ چہرے بے نقاب کر رہے تھے' یوں لگتا ہے ملک پراپرٹی ڈیلروں کے قبضے میں تھا' جنہوں نے ملک کے سب سے بڑے صنعتی ادارے سٹیل ملز پر ہاتھ صاف کرنے کا عہد کر رکھا تھا۔وہ اپنی تجوریاں بھرنے کیلئے ملک کی ہر چیز اونے پونے بیچ ڈالنا چاہتے تھے۔اس پر بھی وہ ڈھٹائی اور بے شرمی سے کہا کرتے تھے''ہم نے جیبیں نہیں' قومی خزانہ بھرا ہے''۔

ہوسکتا ہے انہوں نے گھر کی تجوریوں پر ''قومی خزانہ'' کے الفاظ کندہ کر رکھے ہوں۔19 ہزار ایکڑ زمین پر مشتمل سٹیل ملز 21 ارب روپے میں فروخت کر دی گئی' سابق چیئرمین سٹیل ملز جنرل قیوم کہہ رہے تھے کہ ان کے پاس 12 ارب روپے کا خام اور تیار شدہ مال پڑا تھا۔10 گیارہ ارب روپے بنکوں میں تھے' یہ رقم اس رقم سے زیادہ تھی' جو خریدنے والوں نے ادا کرنا تھی۔پوری سٹیل ملز

Marfat.com

کی قیمت کا اندازہ لگالیں کہ کیا ہوگی۔ 19 ہزار ایکڑ اراضی کی قیمت 36 سے 40 ارب تک تھی
اس وقت کے حکمران جن کے سربراہ صدر مشرف تھے' ملز کی نجکاری کیلئے بڑے بے تاب تھے۔ وہ
تمام معاملات جلد سے جلد نمٹا دینا چاہتے تھے' ہر طرف پھڑلو' پھڑلو کا منظر تھا لیکن ان کی بدقسمتی اور
قوم کی خوش قسمتی کہ جسٹس افتخار محمد چودھری نے یہ غیر منصفانہ نجکاری منسوخ کر کے سونے کا انڈہ
دینے والی مرغی کو ذبح ہونے سے بچالیا۔ پھر نجکاری کو جائز قرار دلانے والوں کا کردار ملاحظہ
فرمائیں' فیس لینا وکیل کا حق ہے لیکن قوم کا خون نچوڑ کر پی جانا اور گوشت کے ٹکڑے کھا جانا' فیس
کے زمرے میں نہیں آتا۔ سٹیل مل کے وکیل کمال اظفر پانچ سے سات لاکھ میں کیس لڑنے پر تیار
تھے۔ اسلام آباد والوں نے اظفر کو کیس لڑنے سے روک دیا اور حکم دیا کہ عبدالحفیظ پیرزادہ کو 17
لاکھ ادا کر دیئے جائیں۔ حکومت کی طرف سے وسیم سجاد کی خدمات 35 لاکھ میں حاصل کی گئیں' وہ
کیس ہارے تو 62 لاکھ روپے کا بل سٹیل ملز کو بھجوا دیا۔ شریف الدین پیرزادہ کی فیس کے بارے
میں کوئی اعداد و شمار سامنے نہیں آئے' ان کا قد کاٹھ دیکھ کر اس کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔
چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے سٹیل مل اس وقت لٹیروں کے منہ سے چھین لی' جب اسے نگل
جانے کی مکمل تیاری ہو رہی تھی' اس پر قوم ان کی شکر گزار لیکن جن کے حلق کے نیچے یہ مل نہ اتر سکی' وہ
آگ بھگولا تھے اور انتقام پر اترے تو پورا عدالتی سسٹم تباہ کر کے رکھ دیا۔
لاپتہ افراد کے لواحقین اس وقت بھی روتے تھے' آج بھی روتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اس وقت
ایک ایک کر کے یہ لوگ حکومتی ایجنسیوں کی تحویل سے برآمد ہو رہے تھے جن کے بارے میں صدر
مشرف کہتے تھے کہ وہ جہادیوں کے ساتھ جا ملے ہیں۔ یہ پاکستان میں نہیں ہیں۔ کہاں سے
بازیاب کریں؟

ایک طرف جھوٹ تھا تو دوسری طرف انصاف کی صداقت اور دیانت' سچ جیت رہا تھا کہ جھوٹ
ڈنڈے کے زور پر غالب آ گیا۔
آج جمہوری حکومت کے ذمہ دار لاپتہ افراد کی بازیابی کیلئے ان کے لواحقین کو تسلی دے رہے ہیں' یہ
کہا جا رہا ہے' پتہ نہیں' یہ لوگ ملک کے کس حصے میں ہیں' ان کو بازیاب کرانے میں وقت لگے گا۔
کتنا وقت؟ جتنا ججوں کی بحالی کیلئے چاہئے۔ بازیابی پیار محبت سے نہیں ہونے والی' قانون حرکت
میں آئے گا تو بازیابی خود بخود ہوتی جائے گی۔ 20 اگست 2007ء کو جسٹس افتخار محمد چودھری کی
سربراہی میں فل بینچ نے ایف آئی اے کے ڈائریکٹر جنرل طارق پرویز سے کہا' قاری عبدالباسط کو

Marfat.com

تم نے گرفتار کیا' اسے پیش کرو' ورنہ جیل جانے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اٹارنی جنرل ملک قیوم نے ایک دن کی مہلت کیلئے منت سماجت کی۔ کورٹ آج ہی برآمدگی چاہتی تھی۔ عدالتی کارروائی کے دوران طارق پرویز کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں' پسینے میں شرابور تھے۔ عدالت سے باہر آئے تو ''جذبات کا بندھن'' ٹوٹ گیا۔ تاہم عدالت نے ایک دن کی مہلت دیدی' اگلے دن حیران کن طور پر قاری عبدالباسط اور دیگر دو لاپتہ افراد عمران منیر اور علیم ناصر کو بھی رہا کر دیا گیا۔ عدالت کا اپنا رعب دبدبا اور حکم منوانے کا طریقہ کار ہوتا ہے۔

آج کی عدلیہ کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ پرویز الٰہی کی گفتگو پر مبنی کیسٹ سچ ثابت ہو رہی ہے' نواز شریف کی اہلیت کے حوالے سے کیس کو گھسیٹنا اس کا واضح ثبوت ہے۔ اس عدلیہ کو آزاد عدلیہ اور انصاف فراہم کرنے والی عدلیہ کہنے والوں کے دماغ کا اعلاج کرانے کی ضرورت ہے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری اور دیگر معزول ججوں کو بحال کر دیا جائے تو ملک سے آدھے بحران ختم ہو جائیں گے۔ باقی صدر مشرف کے جانے سے۔ دونوں کام ایک شخص آصف علی زرداری کے ہاتھ میں ہیں' جن کو ایک طرف این آر او سکون راحت اور فرحت پہنچا رہا ہے' تو دوسری طرف عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی بحالی کی صورت میں بھیانک خواب بن جاتا ہے۔

2-6-08

☆☆☆

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

شیخ رشید کہتے تھے' ان کا لیڈر جنرل مشرف ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب صدر پرویز مشرف کا باوردی اقتدار سوا نیزے پر تھا۔ 2002ء کے انتخابات میں نواز شریف نے ان کو پارٹی ٹکٹ نہیں دیا تھا۔ وہ آزاد حیثیت سے الیکشن لڑے' انتخابی مہم کے آخری روز ان کا اپنے حلقوں میں آخری خطاب تھا جس میں ان کا فرمانا تھا کہ سیٹیں جیت کر نواز شریف کے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا۔ عوام نے دونوں سیٹوں پر کامیابی دلا دی تو موصوف نے (ن) کے بجائے (ق) لیگ جائن کر لی۔ تین ماہ بعد ضمنی الیکشن ہوئے تو لوگوں نے وعدہ خلافی کا بدلہ لے لیا۔ ان کی چھوڑی ہوئی

Marfat.com

سیٹ سے خود ان کا قریبی عزیز ہار گیا۔ فروری کے الیکشن سے قبل وہ مسلم لیگ (ن) میں شمولیت کیلئے مبینہ طور پر کوشش کرتے رہے لیکن بات نہ بننے پر لال حویلی کے حلقے سے عبرت ناک شکست سے دو چار ہوئے۔ یہاں سے ہارنے کے بعد پھر ان کو قائد بدلنے کی سوجھی لیکن کسی طرح سے معاملہ طے نہ ہوا تو عوامی مسلم لیگ بنا کر خود قائد بن گئے۔ خدا کرے یہ وہ عوامی مسلم لیگ نہ بنے جو پچاس کی دہائی میں بنی تھی جس نے آگے چل کر عوامی لیگ کا روپ دھار لیا اور اس کی کارکردگی ساٹھ کی دہائی میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ عوامی مسلم لیگ تو بن گئی شیخ رشید' شیخ مجیب نہ بن جائیں' یہی دعا ہے۔

چودھری برادران دس سال تک صدر مشرف کو دس بار باوردی صدر منتخب کرنے کا عہد اور عزم ظاہر کرتے تھے۔ 18 رفروری کو مقبولیت کے غبارے سے ہوا نکلی تو ایوان صدر کو اپنے آپ میں رہنے کے مشورے دینے لگے۔ وصی ظفر چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے بارے میں ٹی وی چینلز پر کیا کچھ نہ کہتے تھے' صدر مشرف کا دامن چھوٹا تو کہتے ہیں ریفرنس سے متعلق ان سے مشورہ نہیں کیا گیا' اس پر ان کے دستخط بھی موجود نہیں۔ ان دنوں جسٹس افتخار محمد چودھری کے ذکر پر مشتعل ہو ہو جاتے تھے۔ ق لیگ والوں نے چراغ سحر دیکھا تو صدر مشرف کی حمایت سے تائب ہونے لگے۔ ان میں سے اک اور مثال سابق سپیکر قومی اسمبلی چودھری امیر حسین کی ہے' ان کا فرمان ہے کہ مشرف سے غلطیاں سرزد ہوئیں' ان کو سزا ملنی چاہئے۔ کتنی شرمناک بات ہے کہ پانچ سال مسلسل سپیکر کی کرسی پر بیٹھ کر ان کی تعریفوں کے پل باندھتے رہے آج ان کو ایک دھکے کی ضرورت ہے تو یہ لوگ ایک طرف ہو گئے کہ دیوار ان پر نہ آ گرے۔ یہ چوری کھانے اور دودھ پینے والے مجنوں کسی اور آشیانے کی تلاش میں ہیں۔ یہ وہی ہیں جو صدر مشرف کی خوشنودی کی خاطر جاوید ہاشمی کے پروڈکشن آرڈر جاری نہیں کرتے' اپنے لئے کروڑوں کی بلٹ پروف گاڑی منگوائی۔ چودھری برادران کی طرح مشرف کی وردی کی آڑ میں لمبی اننگز کھیلنے کا منصوبہ تھا جس کا ثبوت وسیع و عریض رقبے پر سپیکر ہاؤس کی تعمیر کا منصوبہ تھا۔ لیکن اب یہ سب اپنے گناہ اور گند مشرف کی جھولی میں ڈال کر خود کو پارسا ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن گریبان میں جھانکنا غالباً ان کی عادت اور فطرت نہیں......

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ' ذرا بند قبا دیکھ

Marfat.com

دوسری طرف وکلاء تحریک مزید مضبوط ہوتی نظر آتی ہے۔ ایکس سروس مین ایسوسی ایشن بھی میدان عمل میں کود پڑی ہے۔ وکلاء اور مشرف مخالف جماعتیں گومشرف گو کے نعرے لگاتی ہیں' صدر مشرف کے قبیلے نے تو ان کے کورٹ مارشل کا بھی مطالبہ کر دیا ہے۔ وہ لانگ مارچ میں شرکت کا اعلان کر چکے ہیں۔ جمشید گلزار کیانی اور جنرل قیوم مشرف کے قریبی ساتھی رہے ہیں لیکن ان لوگوں نے مشرف کا ساتھ اس وقت چھوڑا جب ان کا اقتدار نصب النہار پر تھا۔ آج وہ جو بات کر رہے ہیں' اس میں وزن ہے۔ سانحہ کرگل' لال مسجد آپریشن اور 12 رمئی 2007ء کو کراچی میں ہونے والی قتل وغارت کی تحقیقات بھی ہونی چاہئے۔ بجائے اس کے کہ ان جرنیلوں پر یہ کہہ کر تنقید کی جائے کہ وہ طویل عرصہ مشرف کے ساتھی رہے اور اقتدار کے مزے لوٹتے رہے' ان جیسے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے تا کہ باقی لوگ بھی مشرف کو ہلہ شیری دینے سے باز آ جائیں اور قوم کی جلد آمریت سے جان چھوٹ جائے۔ لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ صدر مشرف نے اخیر دیکھنے کا فیصلہ کر رکھا ہے اور ایسے کاموں کا انجام کبھی بخیر نہیں ہوتا۔

ایک خبر یہ بھی ہے کہ صدر مشرف باوقار رخصتی پر آمادہ ہیں لیکن یہ اٹل حقیقت ہے کہ آمر کبھی عزت سے نہیں جاتا' اسے موت گھسیٹ کر لے جاتی ہے یا عوام کے ہاتھوں نوچے جانے کے خوف سے فرار حاصل کیا جاتا ہے۔

9-6-08

☆☆☆

لانگ مارچ......عوامی ریفرنڈم......محفوظ راستہ بند!

پاکستان کی تاریخ میں بڑی تحریکیں چلیں۔ احتجاج ہوئے' جلسے جلوس ہوئے لانگ مارچ اور دھرنے دیئے گئے۔ لیکن وکلاء کے لانگ مارچ جیسی کوئی مثال موجود نہیں سکھر سے شروع ہونیوالا لانگ مارچ 13 جون کو شہر شہر سے ہوتا ہوا اسلام آباد پہنچ گیا۔ اسلام آباد اس مارچ کی منزل نہیں پڑاؤ ہے۔ لانگ مارچ اور وکلاء تحریک کی منزل عدلیہ کی آزادی اور جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت آمریت کے سامنے سینہ سپر ہونیوالے ججز کی بحالی ہے۔ یہ ایک سادہ سا معاملہ تھا جس کو حکومت

Marfat.com

نے سلجھانے کے بجائے الجھا کے رکھ دیا وہ شاید قوم کی آزمائش چاہتی ہے۔ اگر کوئی قوم کی آزمائش چاہتا ہے تو لانگ مارچ نے ثابت کر دیا کہ قوم اس آزمائش میں بھی سرخرو ہو کر نکلی ہے۔ اعتزاز احسن کی کال پر وقوع پذیر ہونے والا لانگ مارچ لاکھوں افراد کی شرکت کے باوجود انتہائی پرامن رہا۔ اسلام آباد میں انسانوں کا سمندر جمع تھا۔ 20 کلومیٹر طویل قافلے نے تحریک پاکستان کی یاد تازہ کر دی۔ شدید ترین اور جھلسا دینے والی گرمی بھی چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی محبت میں جمع ہونیوالے لوگوں کے عزم کو متزلزل نہ کر سکی اسلام آباد کی تاریخ میں انسانوں کا ایسا سمندر پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ گزشتہ سال پرویز مشرف کی ضیافت طبع کے لئے وزیر اعلی پنجاب چودھری پرویز الٰہی سرکاری کلرکوں، پٹواریوں اور سکول ٹیچرز کو زادِ راہ دیکر گھیر لائے ان کی تعداد بھی اس لانگ مارچ میں شامل افراد سے کم تھی۔ اُن میں جوش و خروش مفقود تھا اِن میں بھرپور ہے۔ وہ پکڑ کر لائے گئے یہ خود کھنچے چلے آئے ہیں۔ ان کو کسی پارٹی نے سپانسر نہیں ان کی وکلا تحریک کے ساتھ عقیدت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ "کسی" کا دیا ہوا کھانا کھانے سے انکار کر دیا' ان کو جسٹس افتخار محمد چودھری کے صدر مشرف کے سامنے اس وقت ڈٹ جانے کی ادا پسند آ گئی تھی جب مشرف کا اقتدار نصف النہار پر تھا اس سے قبل وہ عام آدمی کو فوری اور سستا انصاف فراہم کرنے کے حوالے سے شہرت پا چکے تھے انہوں نے قومی مفاد میں جرات مندانہ فیصلے کئے۔ قوم مطمئن تھی کہ کم از کم 2013ء تک تو یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ لیکن کو برباد کر کے رکھ دیا گیا تو لوگوں کا سڑکوں پر آنا گزیر تھا۔ لوگوں میں نظم و ضبط کی کمی تھی جو وکلاء تحریک نے فراہم کر دیا اب عدلیہ کی آزادی کے لئے قوم سیسہ پلائی دیوار بن چکی ہے۔ ایوان صدر میں اب بھی سازشیں جاری ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کو عوام تک صحیح معلومات پہنچانے کی پاداش میں دھمکایا جا رہا ہے۔ آمریت کے آخری ادوار میں ہمیشہ ایسی ہی حرکتیں ہوتی ہیں ایسی سازشیں رفتہ رفتہ دم توڑ جاتی ہیں لیکن آج یہ سازشیں تیزی سے اپنے موت آپ مرتی جا رہی ہیں۔ سیاسی جماعتوں نے صدر پرویز مشرف کو محفوظ راستہ دینے کی بڑی کوشش کی لیکن ان میں اور ان کی ٹیم میں حالات کی نزاکت کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ ان میں نوشتہ دیوار پڑھنے کی اہلیت ہی نہیں وہ ہر صورت مزید پانچ سال منصب صدارت سے چمٹے رہنے کی بے پایاں خواہش رکھتے ہیں۔ ان کی باعزت واپسی کے راستے تیزی سے بند ہوتے جا رہے ہیں نواز شریف نے اسی لانگ مارچ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ان محفوظ راستے کی بات ہو رہی ہے لیکن اس وقت محفوظ راستہ کہاں تھا جب یہ جامعہ

Marfat.com

حفصہ کی بچیاں مانگ رہی تھیں اور ان کو زندہ جلا دیا گیا تھا اب ان کے لئے محفوظ راستے کا وقت گزر چکا ہے اب محاسبہ ہوگا۔ اس اجتماع میں مشرف کو پھانسی دو کے نعرے بھی لگے جو آمریت کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ ایکس سروس سوسائٹی تو نواز شریف سے بھی چند قدم آگے نکل گئی۔ اس تنظیم نے نہ صرف ان پر اپنی تنظیم میں شمولیت کے دروازے بند کر لئے ہیں بلکہ ان کا جنرل کیانی سے مطالبہ ہے جنرل مشرف کا کورٹ مارشل کیا جائے ان کا کہنا تھا کہ اب قوم کی نو سال تک کی جانیوالی تضحیک کا بدلہ لینے کا وقت آ گیا ہے۔ ایکس سروس مین تنظیم نے وہ کچھ بھی کہہ دیا جو عام آدمی اور سیاستدان نہیں کہہ سکتا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگرچہ فوج ہمیشہ سازشوں کا ساتھ دیتی رہی لیکن 18 فروری کے انتخابات میں فوج اور اس کی ایجنسیوں نے مداخلت نہیں کی یہ احسن فیصلہ تھا امریکہ مشرف کے لئے محفوظ راستہ چاہتا ہے لیکن یہ فیصلہ پاکستان کی پارلیمنٹ کو کرنا ہے کہ وہ محفوظ راستہ دیتی ہے یا محاسبہ کرتی ہے۔

ایک طرف جہاں صدر مشرف اور ان کی ٹیم میں نوشتہ دیوار پڑھنے کا ادراک اور فہم و شعور نہیں وہیں جمہوری حکومت کو بھی قوم کے جذبات کا احساس اور خیال نہیں۔ اس حکومت نے معزول ججوں کو تنخواہوں کی ادائیگی اور 29 ججوں کی تنخواہوں کے فنڈز مختص کر کے ان کی قانونی حیثیت تسلیم کر لی ہے۔ پھر ان کی بحالی کو آئینی پیکج سے مشروط کرنے پر اصرار حکومت میں موجود بااثر حلقے کی بدنیتی ظاہر کرتا ہے۔ اسی حلقے نے ججوں کی بحالی کے بارے میں آصف زرداری کو گمراہ کر رکھا ہے۔ مشرف کے مشیروں میں تو نوشتہ دیوار پڑھنے کی صلاحیت نہیں آصف زرداری کو تو صورتحال کا علم ہے وہ نوشتہ دیوار پڑھنے سے آنکھیں نہ چرائیں عوامی موڈ کو سمجھیں آئینی پیکج ضرور لائیں لیکن ججوں کی بحالی کو اس سے الگ رکھیں۔ معزول ججوں کی بحالی کو لٹکائے رکھنے سے ایوان صدر میں تو شادیانے بجتے ہیں لیکن اس سے حکومت کی ساکھ بری طرح مجروع ہو رہی۔ عدلیہ آزاد ہوگی تو زرداری جیسے سیاسی لوگوں کو ناجائز طریقے سے لمبے عرصے تک جیلوں میں سڑنا نہیں پڑیگا۔ جسٹس افتخار محمد چودھری نے ایک موقع پر اپنی عدالت میں کہا تھا کہ وہ بے قصور شخص کو ایک منٹ بھی زیر حراست نہیں رہنے دینگے۔

17-06-08

☆☆☆

Marfat.com

عدلیہ کی گردن پر انگوٹھا

مرکز میں مسلم لیگ (ن) کی حمایت حاصل نہ ہوتی تو پیپلز پارٹی کی حکومت کا قیام ناممکن تھا۔ اگر پیپلز پارٹی کے پاس (ق) لیگ اور ایم کیو ایم کے ساتھ مل کر حکومت بنانے کا آپشن موجود تھا تو یہی آپشن مسلم لیگ (ن) کے پاس بھی تھا لیکن دونوں پارٹیوں نے اصولی موقف کا مظاہرہ کرتے ہوئے (ق) لیگ اور ایم کیو ایم کے ساتھ مل کر حکومت بنانے سے انکار کر دیا۔ صدر مشرف آج بھی نواز شریف کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے ہوئے ہیں جسے مسلسل جھٹکا جا رہا ہے۔
آصف علی زرداری نے مسلم لیگ (ن)' اے این پی اور جے یو آئی کو ساتھ ملا کر مرکز میں حکومت بنائی' پنجاب میں مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے قیام میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کی' سرحد میں اے این پی کو حکومت سازی کا مکمل اختیار دیا تو وہ ایک مدبر سیاست دان کے طور پر ابھرے۔ لوگ مہنگائی کے ہاتھوں تنگ تھے' بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا عذاب تھا' آٹا منہ مانگے داموں بھی نہیں مل رہا تھا' آصف علی زرداری کی مفاہمانہ پالیسیاں دیکھ کر قوم میں اپنے مسائل حل ہونے کی امید پیدا ہو گئی۔ صدر مشرف کی سربراہی میں (ق) لیگ حکومت نے انصاف کا گلا دبا دیا تھا۔ قوم آصف علی زرداری کو نجات دہندہ سمجھ رہی تھی' اسے یقین تھا کہ وہ عدلیہ کی گردن پر رکھا گیا مشرف کا انگوٹھا بزور ہٹا دیں گے لیکن کیا ہوا؟ ان کی مفاہمتی پالیسیاں اتنی آگے بڑھیں کہ صدر مشرف سے بھی مفاہمت چل نکلی۔ صدر مشرف نے تو عدلیہ کی گردن پر انگوٹھا رکھا تھا' انہوں نے گھٹنا رکھ دیا۔ مہنگائی کا عفریت بدستور موجود رہا بلکہ مزید تازہ دم ہو گیا۔ بجلی کی لوڈ شیڈنگ پر قابو پانے کے بجائے اس میں مزید اضافے کے ساتھ ساتھ بجلی کے بلوں میں بھی اضافہ کر دیا گیا' کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی صورت میں جو امید کی ایک کرن تھی' اس منصوبے کو ختم کر کے بجلی اور پانی کا نہ ختم ہونے والا بحران

Marfat.com

پیدا کر دیا گیا۔ آتے ہی لگاتار تین مرتبہ تیل کی قیمت بڑھا دی گئی۔ وکلاء برادری جو حکومت کے خیر خواہوں میں شامل تھی، ججوں کی بحالی کے معاملے کو لٹکا کر اس کو اپنا حریف بنایا۔ قوم جس حکومت کو رحمت سمجھ رہی تھی، تیزی سے زحمت بن گئی۔ الیکٹرانک میڈیا پر دیکھ لیں اور پرنٹ میڈیا میں پڑھ لیں، پیپلز پارٹی کی حمایت اور مخالفت میں بولنے اور لکھنے کا تناسب کل کتنا تھا اور آج کتنا ہے؟ محض معزول ججوں کی بحالی لٹکانے کی وجہ سے پیپلز پارٹی کا گراف یکدم نیچے آ گیا ہے۔ دوسری طرف مسلم لیگ (ن) نے ججوں کی فوری بحالی کے حوالے سے اپنا موقف نہیں چھوڑا تو عوام میں اس کی بھرپور پذیرائی ہو رہی ہے۔ پیپلز پارٹی کا اب تک کافی نقصان ہو چکا ہے، اگر آج الیکشن ہوتے ہیں تو اس کو سندھ سمیت ملک بھر میں 18 ر فروری 2008ء کے مقابلے میں آدھی سیٹیں بھی نہیں ملیں گی۔ جو سامنے نظر آ رہا ہے، اس کے مطابق مسلم لیگ (ن) آج بھی ججوں کی بحالی کا علم اٹھائے ہوئے اس کو وزارتوں کا بھی لالچ نہیں۔ آصف علی زرداری لاہور میں موجودگی کے دوران نواز شریف سے 20 جون تک متعدد ملاقاتیں کر کے ان کو حکومت کا بدستور ساتھ دینے پر آمادہ کر چکے ہیں، لیکن ججوں کی بحالی لٹکائے رکھنے کی پالیسی کے حوالے سے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ ججوں کی بحالی کی راہ میں روڑے اٹکانے اور مشرف کا مواخذہ نہ کر کے پیپلز پارٹی کا جو نقصان ہوا ہے، اس کا فوری ازالہ ممکن نہیں۔ اگر ججوں کو آئینی پیکج کا حصہ بنائے بغیر بحال کر دیا جائے تو کسی حد تک مداوا ہو سکتا ہے۔ لیکن معاملہ جتنا لٹکایا جائیگا، معاملات اتنے ہی بگڑتے چلے جائیں گے۔ حکومت عوامی مسائل یکسوئی سے حل نہ کر سکے گی۔ صدر مشرف اس کا فائدہ اٹھا کر آسانی سے جارج شیٹ تیار کر کے 58 ٹو بی کا استعمال کریں گے تو پیپلز پارٹی کہیں کی نہ رہے گی۔

اگر ججوں کو بحال کر دیتی ہے جو پوری قوم کی آواز ہے تو قوم پوری طرح اس کی پشت پر ہو گی۔ آصف علی زرداری ایوان صدر میں بھی پنجاب کے گورنر ہاؤس کی طرح جئے بھٹو کے نعرے سننے کے خواہش مند ہیں، ایسا اسی صورت میں ممکن ہے جب ان کے پاس صدر کے انتخاب اور بعد ازاں اعتماد کا ووٹ دلانے کیلئے پارٹی کی اکثریت ہو۔ یہ اتحادی حکومت ہے، سب ساتھ دیں گے تو صدر کا انتخاب ہو گا، مجید نظامی صاحب نے اگر ان کو مرد راہوار کا خطاب دیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں، ایسے تیز گام ہو جائیں کہ ٹاپوں تلے اتحادیوں کو بھی روند ڈالیں، ذہن رکھیں...... سہج پکے سو میٹھا۔

23-6-08

☆☆☆

Marfat.com

نواز شریف کی نااہلیت' کھیل ابھی ختم نہیں ہوا

میاں نواز شریف کو ریٹرننگ آفسر نے انتخابات لڑنے کا اہل قرار دیا تو ان کو نااہل قرار دلانے کے لئے الیکشن کمشن نے ٹربیونل در ٹربیونل تشکیل دیئے تیسرا ٹربیونل بھی متفقہ فیصلہ نہ کر سکا تو الیکشن کمشن نے ریٹرننگ افسر کا فیصلہ برقرار رکھتے ہوئے ان کو انتخابات میں حصہ لینے کا اہل قرار دیدیا۔ دوسرا فریق میاں برادران کو ہرصورت انتخابات سے دور رکھنے کی خواہش اور خواہش بے پایاں رکھتا تھا جو کیس ہائیکورٹ لے گیا۔ چند روزہ سماعت کے بعد دوسرا فل بنچ تشکیل دینا پڑا نواز شریف چونکہ سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے موجودہ ججوں کو غیر قانونی اور غیر قانونی قرار دیتے ہیں وہ عام انتخابات کے موقع پر ان کے سامنے پیش ہوئے نہ کل کے ٹربیونلز اور ہائیکورٹ کے ججوں کے سامنے پیش ہوئے معزول ججوں کی بحالی کی طرح پی سی او ججوں کو غیر آئینی قرار دینے کے موقف پر نواز شریف پوری دیانتداری' ایمانداری اور مضبوطی سے ڈٹے ہوئے ہیں نواز شریف کی طرف سے بھی جو لوگ فل بنچ کے سامنے پیش انہوں نے آخری روز ججوں پر عدم اعتماد کیا تھا اس کے باوجود فیصلہ سنا دیا گیا۔ جس نے پوری ملک قوم اور دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس فیصلے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ اسے تلاش کرنے کے لئے غیر معمولی عقل و دانش کی ضرورت نہیں۔ معمولی دانش کا آدمی بھی آسانی سے اندازہ کر سکتا ہے کہ معاملات کس طرف جا رہے ہیں اور انجام کیا ہوگا۔

نواز شریف کی نااہلی کے خلاف جہاں مسلم لیگ ن کا ردعمل شدید تھا وہیں پیپلز پارٹی کی قیادت بھی پیچھے نہ تھی وزیر قانون اور وزیراعظم اس فیصلے پر تڑپتے ہوئے نظر آئے۔ آصف علی زرداری نے فیصلے کے دن اس کی مذمت کی لیکن اگلے روز وہ ایسے ہی ترکی روانہ ہوگئے۔ جیسے ججوں کی بحالی کی اعلان بھوربن میں دی گئی 30 دن کی مدت ختم ہونے میں 3 دن رہ گئے تھے تو وہ دبئی چلے گئے

Marfat.com

تھے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے خود کو مسلم لیگ کے دکھ میں شامل کرتے ہوئے معاملہ سپریم کورٹ میں اٹھایا۔ سپریم کورٹ نے حلقہ 123NA کا الیکشن ملتوی کر دیا۔ ہائیکورٹ کے فیصلے سے قبل مجھے ایسے ہی فیصلے کا یقین تھا بہت سے میرے ساتھی وکلاء کی بھی یہی رائے تھی۔ اب جو ہو گا وہ بھی سامنے ہے میاں نواز شریف کو انتخاب لڑنے کی اجازت دے دی گئی۔ وہ انتخاب بھی جیتیں گے۔ اسمبلی میں بھی جائیں گے دنیا مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کے اتحاد کو مثالی قرار دے گی۔ آئینی پیکج کے ذریعے ججوں کی بحالی کا انتظار کئے بغیر مسلم لیگ ن پر وزارتیں دوبارہ سنبھالنے پر زور دیا جائے گا ہوسکتا ہے میاں نواز شریف ان لوگوں کی باتوں میں آ کر وزارتیں سنبھالنے پر تیار ہو جائیں۔ یہ سب پیپلز پارٹی کی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ وہ یہاں نواز شریف کو ٹریپ کر رہے ان کے گرد جال بچھا رہے ہے۔ میاں نواز شریف کے پی سی او ججوں کے بارے میں جو خیالات ہیں وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ یہ خیالات ان ججوں تک بھی پہنچ رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ پہنچانے والے مرچ مصالحہ بھی لگاتے ہوں۔ مولوی مشتاق کے بارے میں ذوالفقار علی بھٹو نے زیادہ کچھ نہیں کہا ہو گا جب اس موقع کو ملا تو وہ ذوالفقار علی بھٹو کی تختہ دار تک لے گیا تھا۔

آج اگر سپریم کورٹ کا ڈویژن یا فل بنچ نواز شریف کو اہل یا نااہل قرار دیتا ہے تو اس سے بڑا بنچ کبھی بھی اس فیصلے کو کالعدم قرار دے سکتا ہے۔ انتظام یہ ہو رہا ہے نواز شریف کو نااہل قرار دینے کے لئے سپریم کورٹ اور لارجر یا فل کورٹ تشکیل دیا جائیگا جو ان کو تاحیات الیکشن میں حصہ لینے سے نااہل قرار دے گا۔ پی سی او ججوں کے ذریعے فل کورٹ بالا رجر بنچ کے فیصلے کا کوئی توڑ نہیں ہو گا پھر نواز شریف کہتے نظر آئیں گے

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

میاں نواز شریف کو گھبرانے کی ضرورت نہیں تمام عالمی سروے ان کو مقبول ترین لیڈر ظاہر کر رہے ہیں۔ وہ حلقہ این اے 123 سے کامیاب بھی ہوتے ہیں تو ان کے وزیراعظم بننے کی راہ میں سترہویں ترمیم رکاوٹ ہے نااہلیت کی صورت میں بھی یہی کچھ ہونا ہے وہ آج سیاست کے جس مقام پر ہیں ان کو نہیں ان کی اسمبلی کو ضرورت ہے۔ سونیا گاندھی وزیراعظم نہ ہوتے بھی معاملات چلا رہی ہیں ایران میں طاقت کا منبع وہاں کا صدر نہیں ان کا روحانی رہنما ہے خود پاکستان میں یوسف رضا گیلانی وزیراعظم ہیں ان کی تاریں کہاں سے ملتی ہیں وہ سامنے ہے۔ میاں شہباز

Marfat.com

شریف کو بطور وزیر اعلیٰ نا اہل قرار دلانے کے لئے راولپنڈی کے حلقہ پی پی دس سے ان کی کامیابی کے نوٹیفکیشن کو بھی ضرورت پڑنے پر استعمال کیا جائیگا یوں وہ بھی موجودہ قانون کے مطابق تیسری بار وزیر اعلیٰ نہ بن سکیں گے یہ ان کی بطور وزیر اعلیٰ دوسری ٹرم ہے۔ لیکن ان پر ساتھ ہی وزارت عظمیٰ کا در وا ہو جائیگا اگر ملک میں عدلیہ آزاد ہو تو نواز شریف کیا پورا ملک اور قوم سازشوں سے بچ جائیں گے۔

30-6-08

☆☆☆

مواخذہ قابل تحسین، ججوں کی عدم بحالی قابل مذمت

حکومتی اتحاد نے صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے مواخذے اور ججوں کی بحالی کا بڑے طمطراق سے اعلان کیا ہے۔ صدر مشرف کے مواخذے سے 12 اکتوبر 1999ء کو جمہوریت ڈی ریل ہونے کے بعد پھر سے مکمل طور پر بحال ہو جائے گی۔ ملک میں اس وقت دو ہی بڑے ایشو ہیں۔ صدر مشرف کی اقتدار سے علیحدگی اور 3 نومبر 2007ء کو غیر آئینی اقدام کے نتیجے میں معزول کئے گئے سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے ججوں کی بحالی۔ دونوں ایشوز ایک سے بڑھ کر ایک اور آپس میں کسی حد تک مربوط بھی ہیں۔ صدر کے مواخذے کیلئے گو بہت طویل نہیں لیکن پھر بھی چند ہفتوں کا پراسس ہے جبکہ ججوں کی بحالی کیلئے صرف صاف نیت کی ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے ایک حکومتی پارٹنر میں اس کا فقدان ہے۔ پیپلز پارٹی میں ایک موثر حلقہ جو معزول ججوں خصوصی طور پر جسٹس افتخار محمد چودھری سے دشمنی کی حد تک مخاصمت رکھتا ہے اور ان لوگوں نے اپنا بغض چھپانے کا بھی کبھی تکلف نہیں کیا۔ مسلم لیگ (ن) بھی پوری کی پوری پارسا نہیں ہے اس میں بھی کالی بھیڑیں موجود ہیں جو وکلاء تحریک میں دراڑیں ڈالنے، ججوں کے اتحاد کو نقصان پہنچانے اور عدلیہ کی آزادی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی پیپلز پارٹی کے موثر گروپ کی در پردہ حمایت کرتی ہیں لیکن ان میں کھل کر بات کرنے کی جرات نہیں۔ فاروق ایچ نائیک نے مبینہ طور پر وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی سے سندھ ہائیکورٹ کے آٹھ ججوں کی بحالی کی سمری پر یہ کہہ کر دستخط کرا لئے کہ

Marfat.com

نواز شریف کو ان ججوں کی بحالی پر اعتراض نہیں۔ اب کہا جا رہا ہے کہ فاروق ایچ نائیک کو میاں نواز شریف کے قریبی حلقوں نے کلیئرنس دی تھی۔ یہ کلیئرنس دینے والے ہی دراصل درپردہ معزول ججوں کو بدستور معزول رکھنے کی خواہش رکھنے والے پیپلز پارٹی کے گروپ کی معاونت کرتے ہیں۔

اگر میاں نواز شریف اس مذموم اقدام کی مخالفت نہ کرتے اور مذاکرات چھوڑ کر چلے نہ جاتے تو سندھ ہائیکورٹ کے آٹھ جج کب کا حلف اٹھا چکے ہوتے۔ حکومتی اتحاد بیچ چورا ہے ''پھوٹ'' چکا ہوتا۔ ایوان صدر میں شادیانے بجتے اور ق لیگ والے شیروانیاں سلوانے کا آرڈر دے چکے ہوتے۔ جہاں نواز شریف نے اس اقدام کی بھرپور مخالفت کی وہیں آصف علی زرداری نے سمری واپس کرا کے نہ صرف حکومتی اتحاد کو آزمائش سے بچا لیا بلکہ ملک کو بھی ایک نئے بحران کی دلدل میں پھنسنے سے محفوظ کر دیا۔ لیکن انہوں نے اس سازش کے کرداروں کو بے نقاب نہیں کیا۔ اس سے خود ان کی اپنی پوزیشن سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔

مشیر داخلہ کے کہنے پر الیکشن کمشن نے ضمنی انتخابات ڈیڑھ ماہ کیلئے موخر کر دیئے تو اس اقدام کے پیچھے آصف علی زرداری کا ہاتھ قرار دیا گیا۔ آئی ایس آئی کے وزارت داخلہ کے ماتحت کرنے کا نوٹیفکیشن جاری ہوا تو بھی آصف علی زرداری کا نام سامنے لایا گیا۔ اب فاروق نائیک نے ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے سندھ ہائیکورٹ کے آٹھ ججوں کی بحالی کی کوشش کی تو ایک بار پھر زرداری صاحب کا نام لیا جا رہا ہے۔

ایک طرف حکومت ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے معزول ججوں کی بحالی سے متفق نہیں، دوسری طرف سندھ ہائی کورٹ کے ججوں کو ان کا معاملہ پارلیمنٹ میں اٹھائے بغیر بحال کرنے کی سمری صدر تک سے منظوری کرالی تھی اور جب فاروق نائیک یہ کہتے ہیں کہ جج نیا حلف اٹھالیں تو ان کو پرانی سنیارٹی بھی مل جائے گی تو اس موقع پر ان کا پارلیمنٹ کے ذریعے ججوں کی بحالی کا سٹینڈ کہاں چلا جاتا ہے؟

ایک طرف حکومتی اتحاد کی طرف سے صدر مشرف کے مواخذے کا اعلان جہاں خوش آئند ہے، وہیں معزول ججوں کے معاملے کو لٹکائے رکھنا اور فوری طور پر بحال نہ کرنا قابل مذمت بھی ہے۔ اب جبکہ قوم کو آزاد عدلیہ کی اشد ضرورت ہے، اور ایسا موقع بھی بن چکا ہے، تو ان کی بحالی صدر کے مواخذے کے بعد تک لے جانا نہ صرف سمجھ سے بالا ہے بلکہ یہ صدر کے مواخذے کے بارے میں شکوک و شبہات کو جنم دیتا ہے۔

Marfat.com

آج بحث ہو رہی ہے فلاں جج فلاں کے حامی ہیں، صدر کے خلاف مواخذے کی تحریک آئے گی تو یہ صدر کا ساتھ دیں گے۔ کچھ کہتے ہیں کہ آصف علی زرداری اور نواز شریف کا ساتھ دیں گے، کوئی نہیں کہتا کہ وہ حق کا ساتھ دیں گے اور غیر جانبدارانہ فیصلے کریں گے۔

یہ کریڈٹ جسٹس افتخار محمد چودھری اور ان کے فیصلے کی روشنی میں پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے اور آمریت کے آگے جھکنے کی بجائے ڈٹ جانے والے ججوں کو جاتا ہے کہ انہوں نے مشکل سے مشکل مراحل میں بھی غیر جانبدارانہ فیصلے کرنے کا سلسلہ جاری رکھا تھا جس کی پاداش میں ان کو اور ان کے پورے خاندان کو عذاب کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ ابھی تک نہ جھکے ہیں اور نہ بکے ہیں۔ وزارت قانون خود ثابت کر چکی ہے کہ ان کو ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے واپس اپنے عہدوں پر بھیجا جا سکتا ہے۔ آج ملک کو ایسے ججوں کی شدید ترین ضرورت ہے جو اپنا دامن جانبداری جیسی آلائش سے آلودہ نہ ہونے دیں۔ صدر کے مواخذے کا کیس سپریم کورٹ میں جاتا ہے یا صدر صاحب 58 ٹو بی استعمال کرتے ہیں، تو یقیناً آج گھروں میں بٹھائے گئے ججوں کے سامنے یہ کیس آتے ہیں تو وہ یہ نہیں سوچیں گے کہ کیس کس کے خلاف ہے۔ وہ یقیناً آئین اور قانون کے عین مطابق فیصلہ دیں گے اس لئے ان کی بحالی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

11-8-08

☆☆☆

جمہوریت کی بقا کے لیئے محاسبہ ناگزیر

صدر مشرف کے جانے کا یقین ہو گیا تو سٹاک مارکیٹ بھی سنبھلنے لگی۔ ملکی معیشت کو سوچی سمجھی سازش کے تحت انحطاط کی طرف دھکیلا جا رہا تھا۔ عالمی سطح پر تیل کی قیمتوں میں اضافے کا اثر یقیناً پاکستان پر بھی پڑنا تھا، لیکن ڈالر کی قیمت کو آگ جان بوجھ کر لگوائی گئی۔ محترم کے زیر اثر سرمایہ کاروں نے ڈالر خرید کر بیرون ملک پہنچا دیئے، محض جمہوریت اور جمہوری حکومت کو ناکام ثابت کرنے کیلئے۔ آخر کب تک یہ صورتحال چلتی رہتی، اتحادی حکومت عوام میں بدنام ہو رہی تھی، حکومتی اتحادی پارٹیوں نے اصلاح احوال کا صدر صاحب کو مکمل موقع دیا لیکن ایوان صدر سازشوں میں

Marfat.com

مصروف رہا۔ عوام کے دھتکارے ہوئے لوگوں کو پھر پذیرائی بخشی گئی۔

عدلیہ، آئین اور قانون کا بیڑا غرق کرنے والے گروپوں کی صورت میں ایوان صدر جا کر نئی سے نئی حکمت عملی اپنانے کی تجویزیں دیتے تھے۔ اوپر سے صدر کے سیاسی وژن کی داد دینا پڑتی ہے کہ وہ عوام اور وکلاء کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کی تجاویز تسلیم بھی کرتے جا رہے تھے۔

ان کو ڈٹ جانے کا مشورہ کس نے دیا، جن کو چاروں صوبوں کے 727 ارکان اسمبلی کے مقابلے میں صرف 29 کی حمایت حاصل تھی۔

جشن آزادی کے موقع پر صدر کی دعوت پر صرف 30 ارکان قومی اسمبلی اور سینیٹرز موجود تھے، یہ ضروری نہیں کہ تمام کے تمام مواخذے کی صورت میں ان کی حمایت میں ووٹ دیں، البتہ یہ یقینی ہے کہ مواخذے کی صورت میں صدر مشرف کی دعوت میں نہ جانے والے لوگ ان کی حمایت میں کسی صورت ووٹ نہیں دیں گے۔

صدر مشرف کا متکبرانہ انداز دور اقتدار کے دوران ان کا خاصا تھا، وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ انہوں نے شکست کھانا نہیں سیکھا۔ ہمیشہ مقابلہ کرتا ہوں، اب بھی یہی رٹ ہے آخری وقت تک مقابلہ کروں گا۔ کس بل بوتے پر؟ اتحادی حکومت کے کچھ اکابرین ان کیلئے محفوظ راستے کی بات کرتے ہیں لیکن صدر کے حامی ان کو ڈٹے رہنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ یہ لوگ صدر مشرف کو اس مقام پر لے جانا چاہتے ہیں، جہاں سے ان کو واپسی کا راستہ نہ مل سکے۔ ان کی آرٹیکل 6 سے گلوخلاصی نہ ہو سکے۔ تخت سے سیدھے تختے پر چلے جائیں۔ صدر صاحب میں اگر کسی چیز کا انتہائی فقدان ہے تو وہ سیاسی وژن ہے۔ آخر وہ اب کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟ اپنی مکمل رسوائی کا؟ اس کا بھی اہتمام ہو رہا ہے۔

وہ بڑے طمطراق سے حکومت کر رہے تھے، بیٹھے بٹھائے عدلیہ پر شب خون مارنے کا مشورہ دیا گیا تو اس پر عمل کر گزرے۔ آج ان کے گلے میں اگر آرٹیکل 6 کا ہالہ نظر آ رہا ہے تو وکلاء تحریک کی وجہ سے...... صدر کا یوں رسوا ہو کر ایوان صدر سے نکل جانا وکلاء کی فتح ہے۔ سول سوسائٹی کی فتح ہے میڈیا کی فتح ہے، جمہوریت اور پوری قوم کی فتح ہے۔ اب جمہوریت تاریخ ساز دور میں داخل ہوا چاہتی ہے، قوم میں شعور بیدار ہو چکا ہے، قوم جاگ گئی ہے۔ جمہوریت سرخرو ہو گئی ہے اور سلطانی جمہور کا اصل دور شروع ہو گا۔

صدر مشرف کے نام نہاد حامی تو ان کو گڑھے کے کنارے پر لا چکے ہیں۔ دھکا دینے کی ضرورت

Marfat.com

نہیں، وہ خود اس میں کود جانے کو تیار ہیں۔

ان کے جانے سے کیا آمریت ہمیشہ کیلئے دفن ہو جائے گی؟ اگر ان کو محفوظ راستہ نہ دیا گیا تو یقیناً ملکی تاریخ کی یہ آخری آمریت ہو گی۔ اگر ان کے دو دفعہ آئین توڑنے، عدالتی سسٹم کو نیست و نابود کرنے، پاکستان کو امریکہ کی کالونی بنا دینے، وزیرستان میں فوج اور عوام کو ایک دوسرے کی توپوں کے سامنے لا کھڑا کر دینے، لال مسجد میں سینکڑوں بچوں کو بارود سے ملیامیٹ کر دینے کے جرائم نظر انداز کر دیئے گئے۔ ان کو محفوظ راستہ دیدیا گیا تو کسی بھی طالع آزماء کی اقتدار پر قبضہ کی خواہش کے آگے بند نہیں باندھا جا سکتا۔

فوجی اقتدار سے سب سے زیادہ متاثر پیپلز پارٹی ہوئی، اس کے بعد مسلم لیگ (ن)، اب دونوں حکومتی اتحادی ہیں۔ مسلم لیگ (ن) کا فوجی حکمران کے ہاتھ اقتدار گیا، کاروبار گیا، جلاوطن ہونا پڑا۔ پیپلز پارٹی کے تو ذوالفقار علی بھٹو آمر کے ہاتھوں پھانسی لگے، محترمہ بے نظیر بھٹو آمریت کے دور میں شہید کر دی گئیں، اب جبکہ اقتدار ان پارٹیوں کے پاس ہے تو مشرف کا ٹرائل کر کے آئندہ نسلوں کو آمریت سے محفوظ بنا دیں۔ محفوظ راستے کی صورت میں نواز شریف، آصف زرداری اور دیگر رہنماء کسی بھی ایڈونچر کا سامنا کرنے کیلئے تیار رہیں، جلاوطنی کیلئے سامان باندھ رکھیں، محاصبہ صرف پرویز مشرف کا ہی نہیں، ان کے مشیروں کا بھی ہونا چاہیے۔

مشرف کے ٹرائل سے ایک جہاں نئی تاریخ رقم ہو گی، وہیں ٹرائل کرنے والوں کو تاریخ سنہری الفاظ میں یاد رکھے گی۔ اعتزاز احسن نے 15 ستمبر سے معزول ججوں کی عدم بحالی کی صورت میں بھرپور تحریک چلانے کا اعلان کیا ہے، جہاں ہم صدر مشرف کی ضد اور ہٹ دھرمی کی بات کرتے ہیں۔ وہیں پیپلز پارٹی کو بھی چاہیے کہ ججوں کی بحالی کے حوالے سے ٹال مٹول سے کام نہ لے۔ ان کی بحالی کو مشروط نہ کرے، ان کو فوری طور پر بحال کرے، تاکہ ایک تو ان کے ساتھ کی گئی ناانصافی کا ازالہ ہو، قوم ان کی بحالی سے مطمئن ہو اور غیر ملکی سرمایہ کاروں کا اعتماد بحال ہو کہ پاکستان میں ان کے ساتھ معاملات فیئر رہیں اگر کسی طرف سے زد پہنچانے کی کوشش کی گئی تو ایک آزاد عدلیہ ان کو انصاف دلائے گی۔

18-8-08

☆☆☆

Marfat.com

ججوں کی بحالی......حکومتی اتحاد اپنا کردار ادا کرے

مسلم لیگ (ن) کے سربراہ اور معزول ججوں کی بحالی کے داعی اور علمبردار میاں نواز شریف نے ایک اور ڈیڈ لائن دیدی ہے۔ وہ بدھ 27 اگست تک ججوں کی بحالی کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ اگر اس ڈیڈ لائن کے اندر جج بحال نہ ہو سکے تو وہ کوئی بھی فیصلہ کر سکتے ہیں' تاہم انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ حکومت کیخلاف کوئی اقدام نہیں کریں گے۔

مولانا فضل الرحمن صاحب نے فرمایا' زرداری صاحب کہتے ہیں کہ جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت عدلیہ کی فوری بحالی ممکن نہیں' مجبوری ہے' پرویز مشرف کو استعفے پر مجبور کرنے والی قوتوں کا تعاون معزول ججوں کی بحالی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ زرداری صاحب نے بحالی کیلئے وقت مانگا ہے۔ بعض اخبارات میں مائنس ٹو کی بات کی گئی ہے' جسٹس افتخار محمد چودھری کے ساتھ ساتھ خلیل الرحمن رمدے کو بھی آؤٹ رکھا جا رہا ہے۔ مولانا فضل الرحمن نے یہ بھی کہا ہے کہ ججوں کی بحالی کے حوالے سے جمعہ تک بحث ہو سکتی ہے۔

مولانا فضل الرحمن کے بیان کی روشنی میں معزول ججوں کی بحالی خصوصی طور پر پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں ایک خواب اور سراب بنتی نظر آ رہی ہے اور نواز شریف کی ڈیڈ لائن بھی مولانا نے کم از کم دو دن تو آگے بڑھا دی ہے۔ جمعہ کے بعد صدارتی الیکشن کے انعقاد میں چند دن باقی رہ جائیں گے' تو اس کے بعد بحالی کی بات کرنے کا کیا جائے گا۔

آصف علی زرداری نے بحالی کیلئے وقت مانگا ہے' کتنا وقت چاہیے؟ وہ ایک ہی دفعہ بتا دیں تو فریقین مطمئن ہو کر اس وقت کا انتظار کریں۔

آصف علی زرداری پر کن قوتوں کا دباؤ ہے' کسی کا دھیان امریکہ کی طرف جاتا ہے اور کسی کا فوج کی

Marfat.com

طرف...... 3 رنومبر 2007ء کو صدارتی کیمپ میں باوردی گھیراؤ کرنے والوں میں آئی ایس آئی کے سربراہ طارق پرویز کیانی بھی موجود تھے۔ ان کی طرف سے دباؤ کی بات ہو رہی ہے لیکن انہوں نے اپنے قول وعمل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ معاملات آئین کے مطابق چلائے جانے پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کا یہ عمل بھی سب کے سامنے ہے کہ انہوں نے جسٹس افتخار محمد چودھری کیخلاف ایفی ڈیوٹ بھی جمع نہیں کرایا تھا' فوج کی طرف سے دباؤ کی بات میں کوئی وزن نہیں۔

صدر مشرف نے میری اطلاعات کے مطابق مواخذے کے خلاف حکم امتناعی کے حوالے سے جسٹس عبدالحمید ڈوگر سے رابطہ کیا تھا' انہوں نے مبینہ طور پر انکار کر دیا جس کا صدر پرویز مشرف نے اپنے دوستوں سے گلا بھی کیا۔ جسٹس ڈوگر کے سیاسی کے عمل کو مضبوط بنانے کے اقدام سے ہو سکتا ہے کہ آصف زرداری ممنون ہوں۔ یہ بھی کہا جاتا تھا کہ جسٹس ڈوگر کو بینظیر بھٹو کی سفارش پر سپریم کورٹ آف پاکستان کا چیف جسٹس منایا گیا تھا۔ آصف علی زرداری ان وجوہات کے باعث جسٹس ڈوگر کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں' مشرف کے مستعفی ہونے کی ایک بڑی وجہ جسٹس ڈوگر کا مواخذے کے خلاف حکم امتناعی دینے سے انکار تھا۔

کوئی بھی تقرری آئین قانون اور اخلاقیات کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننی چاہئے۔ اگر سیاسی عمل کو مضبوط بنانے کے انعام میں کسی کو ابلائج کرنا ہے تو اس کو اس سے بھی بڑا عہدہ دیا جا سکتا ہے جیسے جسٹس افتخار محمد چودھری کو صدر پرویز مشرف نے پیش کش کی تھی۔

ملک اس وقت بہت سے بحرانوں کا شکار ہے' ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے بحرانوں سے نکالا جائے۔ ججوں کی عدم بحالی کی صورت میں حکومتی اتحاد ٹوٹتا ہے یا اس میں دراڑیں پڑتی ہیں' تو ملک مزید بحرانوں کا شکار ہوگا جس سے جمہوریت کی کشتی ڈوب بھی سکتی ہے۔ نواز شریف اتحاد توڑ کر چلتے بنتے ہیں تو عدلیہ کی آزادی اور معزول ججوں کی بحالی کی امید بھی دم توڑ جائے گی۔ اس خواب کی تعبیر پانے کیلئے پھر دن ہفتے اور مہینے نہیں' کئی سال درکار ہونگے۔

آصف علی زرداری بحالی کے وعدے سے پھرے نہیں ہیں' وقت مانگ رہے ہیں' مناسب وقت ان کو دے کر ملک کو مسائل اور بحرانوں سے نکالنے کی جدوجہد کرنی چاہئے۔ نواز شریف کو جذباتی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے' دوسری طرف آصف زرداری کو بھی اس معاملے کو بلا جواز طول نہیں دینا چاہئے۔ قوم کو بڑی مدت بعد ایک سیاسی مفاہمت دیکھنے کو ملی ہے' قوم یقیناً 80 اور 90 کے تجربات کی ایک بار پھر سے متحمل نہیں ہو سکتی' جب ایک دوسرے کی پگڑی اچھالی جاتی تھی' اور

Marfat.com

ٹانگیں کھینچی جاتی تھیں۔ حکومتی اتحاد میں منجھے ہوئے لوگ شامل ہیں، وہ اتحادی حکومت کی ایک سمت کا تعین کریں اور معزول ججوں کی بحالی کے حوالے سے ایک متفقہ اور حتمی لائحہ عمل قوم کو دیں تا کہ عام آدمی کا ہیجان ختم ہو۔ وکلاء تحریک کے سرپرست رہنماؤں کو مطمئن کرنا اور اعتماد میں لینا بھی ناگزیر ہے۔ یقینی بات ہے کہ وکلاء تحریک اب اس مقام پر ہے جہاں سے کامیابی کے سوا واپسی ممکن نہیں۔

25-8-08

☆☆☆

جسٹس افتخار محمد چودھری بدستور پر عزم

وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھانے کے بعد سے آج تک یوسف رضا گیلانی یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ جسٹس افتخار محمد چودھری کو ضرور بحال کیا جائے گا۔ چند روز قبل انہوں نے کہا تھا کہ افتخار محمد چودھری ججوں کے امام ہیں لیکن وہ اپنی بات پر دو دن سے قائم نہ رہ سکے اور کہنے پر مجبور ہو گئے کہ انہوں نے جسٹس افتخار محمد چودھری کو ججوں کا امام قرار نہیں دیا تھا ٹی وی پر امام قرار دیئے جانے کا بیان سننے والے اپنا سر پیٹ کر رہ گئے۔ وزیراعظم نے چونکہ اپنے ہی بیان کی تردید کر دی تھی اس لئے کسی کے پاس بھی ان کے نئے بیان پر یقین کرنے کے سوا چارہ نہیں تھا۔ ان تردیدی بیان سے بہت کچھ واضح ہو گیا تھا۔ حکومت نے معزول ججوں سے دھڑا دھڑ حلف اٹھوانے کا سلسلہ شروع کیا چند ایک کے سوا تمام معزول جج نئی حلف برداری کے بعد اپنے عہدوں پر واپس آ گئے۔ ہائیکورٹ کے کچھ ججوں کو سپریم کورٹ بھیج دیا گیا ان سے نیا حلف لینے کا تو جواز ہے۔ سپریم کورٹ کے ججوں اور ہائیکورٹ کے ججوں کی اپنے عہدوں پر واپسی پر نیا حلف لینے کا کوئی آئینی قانونی اور اخلاقی جواز نہیں جبکہ ان کو سنیارٹی بھی پہلے والی دی گئی ہے۔

بات وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کے بیان اور تردیدی بیان کی ہو رہی تھی۔ ان کے تردیدی بیان سے ثابت ہو گیا تھا کہ کم از کم پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی ممکن نہیں۔ وزیر قانون کے پارلیمنٹ کے ذریعے معزول ججوں کی بحالی کے بیانات شدومد سے آتے

Marfat.com

رہے ہیں۔ وہ ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے معزول ججوں کی بحالی کے حق میں نہیں تھے۔ پھر ایسا بھی ہوا کہ پارلیمنٹ کہیں نظر آئی نہ ایگزیکٹو آرڈر کا تردد ججوں کی بحالی سادہ سے نوٹیفکیشن کے ذریعے ہونے لگی۔

9 مارچ 2007ء کو جسٹس افتخار محمد چودھری اکیلے زیر عتاب آئے تھے۔ وکلاء نے ان کے کندھے سے کندھا ملایا ابتدائی طور پر پیپلز پارٹی ان کے ساتھ نہ تھی قوم کا موڈ دیکھ کر اور حالات کی نزاکت کا اندازہ کر کے پیپلز پارٹی نے بھی وکلاء تحریک کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اب پیپلز پارٹی کی حکومت بنی ہے تو وہ خم ٹھونک کر معزول ججوں کی مخالفت پر اتر آئی ہے۔ اپنی طرف سے اس نے ججوں میں پھوٹ اور نفاق ڈال دیا ہے لیکن ان کو شاید یہ یاد نہیں کہ 9 مارچ کو جسٹس افتخار محمد چودھری تن تنہا آمریت کے سامنے ڈٹ گئے تھے آج تو جسٹس رمدے جیسے بڑے قد آور متعدد جج ان کے ساتھ ہیں پوری وکلاء برادری ان کی پشت پر ہے۔ وکلا تحریک اپنی جگہ جاری ہے۔ وکلا تحریک کو کمزور اور ختم کرنے کے خواب دیکھنے والے احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ جس طرح قائم مقام چیف جسٹس جناب جسٹس سردار محمد رضا خان نے کہا ہے کہ جسٹس افتخار محمد چودھری کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے یہی ہر وکیل اور محب وطن شخص کے دل کی آواز ہے۔

معزول کئے گئے چیف جسٹس آف پاکستان کے حوالے سے پہلے ہی یہ بات سامنے آ چکی ہے کہ وہ تازہ حلف نہیں لیں گے۔ وزیراعظم کی تازہ ترین یقین دہانی کے باوجود وزیر قانون کہہ چکے ہیں کہ ملک میں دو چیف جسٹس نہیں ہو سکتے اور یہ کہ جسٹس عبدالحمید ڈوگر ہی آئینی چیف جسٹس ہیں۔ اب وقت ہی بتائے گا کہ وزیراعظم کے الفاظ میں زیادہ وزن ہے یا اس شخص کے جو انکی ماتحتی میں کام کرتا ہے، بہرکیف یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ اس معاملے پر صدر زرداری کا فیصلہ ہی لاگو ہوگا۔ وزیر قانون معزول چیف جسٹس کو دعوت دے چکے ہیں کہ وہ تازہ حلف اٹھا لیں۔ نائیک کو توقع ہے کہ جسٹس افتخار محمد چودھری نہ صرف موجودہ چیف جسٹس عبدالحمید ڈوگر سے حلف لے لیں گے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ معزول چیف جسٹس، جسٹس عبدالحمید ڈوگر کی ماتحتی میں بھی کام کریں۔ قانونی برادری کو یقین ہے کہ نائیک فارمولا ایک ایسی ترکیب ہے جس کا مقصد عدلیہ کی آزادی پر سمجھوتہ کرنا ہے۔ وکلاء کا خیال ہے کہ موجودہ حکومت جس طریقے سے ججوں کو بحال کر رہی ہے اس سے ملک میں آزاد عدلیہ کے بجائے ایک تابعدار اور غیر موثر عدلیہ قائم ہوگی۔ جسٹس افتخار محمد چودھری نے بھی عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ اکیلے بھی رہ گئے تو بھی عدلیہ کی آزادی کے لئے

Marfat.com

جدوجہد جاری رکھیں گے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری اوران کے چند ساتھیوں کو بحال نہ کر کے پیپلز پارٹی اپنے مقابلے پر ایک اور پارٹی کھڑی کر رہی ہے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری سیاست میں آئے۔ تو ہر شے کو بہا کر لے جائیں گے۔ عدم بحالی کی صورت میں وہ مستقبل کے وزیراعظم اور صدر ہو سکتے ہیں۔ قوم کو یقین ہو چکا ہے کہ ذوالفقار علی کے بعد افتخار محمد چودھری نجات دہندہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ مستقبل میں سیاست کا دارومدار پروافتخار اور اینٹی افتخار کی بنیاد پر ہوگا۔

29-9-08

☆☆☆

مضبوط سیاسی جماعتیں مضبوط جمہوریت کی ضمانت

2002ء کے انتخابات میں مذہبی جماعتوں پر مشتمل اتحاد متحدہ مجلس عمل نے قومی اسمبلی میں 70 کے قریب نشستیں حاصل کیں۔ وزیراعظم کا الیکشن ہوا تو اس اتحاد کے مولانا فضل الرحمن بھی امیدوار تھے صوبہ سرحد میں اس کو مکمل طور پر حکومت ملی، بلوچستان میں وہ حکومت کا حصہ تھے۔ گزشتہ عام انتخابات میں یہ اتحاد قائم نہ رہ سکا تو 2002ء کے انتخابات میں ملکی سطح پر سیٹوں کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر آنے والے اتحاد کو چند ایک نشستیں مل سکیں۔ اس کی وجہ متحدہ مجلس عمل میں ٹوٹ پھوٹ تھی۔ مجلس عمل کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کے انتقال کے باوجود یہ اتحاد مضبوط و مربوط رہا۔ اس اتحاد کے استحکام میں ہر پارٹی کا کردار اہم تھا خصوصی طور پر جماعت اسلامی نے اس اتحاد کو برقرار رکھنے میں بڑے ایثار کا مظاہرہ کیا لیکن گزشتہ انتخابات کے بائیکاٹ کے معاملے پر بالآخر اتحاد بکھر گیا۔ انجام سب کے سامنے ہے۔

پاکستان میں سیاسی پارٹی بنانے پر کوئی پابندی نہیں۔ جو چاہے پارٹی بنا سکتا ہے۔ اس حوالے سے مناسب قانون سازی نہ ہونے کی وجہ سے پارٹیوں کی بہتات ہے۔ جب کبھی گرینڈ الائنس تشکیل پاتا ہے تو اس میں ایک طرف مسلم لیگ ن کے سربراہ میاں نواز شریف کے ساتھ ایسی پارٹی کا چیئرمین یا صدر بھی بیٹھا ہوتا ہے جس کی پارٹی نے کبھی الیکشن میں حصہ بھی نہیں لیا ہوتا۔ ایک یا دو تین سیٹوں پر کامیاب ہونے والی پارٹی کے سربراہ کو بھی جب میاں نواز شریف، آصف زرداری،

Marfat.com

قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمن جیسے لیڈروں کے برابر پروٹوکول ملے گا تو کثیر جماعتی سسٹم کی یقیناً حوصلہ افزائی ہوگی۔

1988ء سے 1999ء تک سیاسی کشمکش عروج پر تھی۔ جہاں اس کے بہت سے نقصان تھے وہیں ایک فائدہ ملک کا دو جماعتی سسٹم کی طرف گامزن ہونا تھا۔ دو چار انتخابات مزید ہو جاتے تو ملک میں دو پارٹی سسٹم کی بنیاد رکھی جا چکی ہوتی لیکن 12 اکتوبر 1999ء کو جمہوریت کی بساط لپیٹ دی گئی۔

کثیر جماعتی سسٹم میں جہاں قومی امور پر اتفاق رائے نسبتاً مشکل ہوتا ہے وہاں ایک ہی نظریہ رکھنے والی پارٹیوں کے ووٹ بھی تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ووٹر کے سامنے ایک ہی نظریہ رکھنے والے دو یا تین امیدوار کھڑے ہوں تو اس کے لئے بھی فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ کس کو ووٹ دے۔ بعض تو اس شش و پنج میں اپنا ووٹ ہی کاسٹ نہیں کرتے۔ آج ملک کو جس بڑی قباحت کا سامنا ہے وہ ایک ایک پارٹی کا تقسیم ہو کر کئی پارٹیوں میں تقسیم ہو جانا ہے۔ سابق صدر پرویز مشرف سے سو اختلافات سہی لیکن انہوں نے حکومت میں شامل اکثر پارٹیوں کو ق لیگ میں ضم ہونے پر آمادہ کر لیا تھا۔ اس وقت تو مسلم لیگ ق کافی مضبوط ہوگئی تھی پھر کچھ مشرف اور کچھ اپنے کارناموں کی وجہ انحطاط کے راستے چل نکلی۔ بہرحال اب بھی اس کے قائدین اپنے بل بوتے پر پارٹی کا وجود برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ جو اس پارٹی سے جھڑنے والے تھے وہ جھڑ گئے باقی ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اتحاد کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مضبوط سیاسی جماعتیں مضبوط اور محفوظ جمہوریت کی ضمانت ہوتی ہیں۔ سیاسی جماعتوں کو مضبوط بنانا مشکل نہیں صرف انا کے خول سے باہر نکلنے کی ضرورت ہے۔ آج مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔ پیپلز پارٹی ش، نیشنل پیپلز پارٹی، پیپلز پارٹی شیر پاؤ، پاکستان پیپلز پارٹی سے الگ ہونے والے گروپ ہیں یہ گروپ ایک پرچم تلے جمع ہو جائیں تو ایک مضبوط پیپلز پارٹی بن سکتی ہے۔ جے یو آئی (ف)، جے یو آئی (س) اور جے یو آئی (قادری) بھی متحد ہوتے ہیں تو ان کی سیٹوں میں بھی اضافہ ہوگا۔ جے یو پی اور جمعیت اہلحدیث جماعتوں کی گروپ بندی سے بھی کئی کئی جماعتیں بن چکی ہیں۔ اول تو تمام مذہبی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو جانا چاہیے ایسا ہو تو پارلیمنٹ میں اس کی نشستوں کی تعداد 2002ء کے الیکشن سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے اگر ایسا نہیں تو کم از کم ہر پارٹی تو گروپوں سے نکل کر متحد ہو جائے۔

Marfat.com

رہی مسلم لیگ کی بات تو پاکستان میں کسی بھی پارٹی کے گروپوں کی تعداد سے مسلم لیگ کے گروپوں کی تعداد زیادہ ہے۔اہم ترین مسلم لیگ ن مسلم لیگ ق اور مسلم لیگ فنکشنل ہیں۔ مسلم لیگ ق کو ضرورت کے مطابق معرض وجود میں لایا گیا جس طرح سے اس کے منتشر ہونے کے اندازے لگائے گئے تھے ایسا ہوا نہیں۔کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے مسلم لیگ ق ایک حقیقت اور اس کا سیاست میں ایک کردار ہے۔

آج ٹاک آف دی ٹاؤن مسلم لیگیوں اور مسلم لیگوں کا اتحاد ہے۔ مسلم لیگیوں کے اتحاد کی خاطر چودھری شجاعت کا کردار مثبت اور خوش آئند ہے۔اب میاں نواز شریف کو بھی مثبت جواب دینا چاہیئے اگر مسلم لیگ متحد ہو جاتی ہے، مذہبی جماعتیں ایک پلیٹ فارم پر آ جاتی ہیں' پیپلز پارٹی کے گروپ بھی ادغام کر لیتے ہیں تو کثیر جماعتی سسٹم تیزی سے انحطاط پذیر ہو جائے گا۔اگر قانون سازی کے ذریعے کثیر جماعتی سسٹم کا خاتمہ کرنا ہے تو کسی بھی پارٹی پر حکومتی اتحاد میں شامل ہونے پر کم از کم 5 فیصد نشستیں حاصل کرنے کی پابندی لگا دینی چاہیئے۔آزاد امیدواروں کو کسی صورت حکومتی اتحاد کا حصہ نہ بنایا جائے تو ملک میں دو جماعتی سسٹم کی طرف پیش رفت ہو سکتی ہے۔

13-10-08

☆☆☆

بھٹو کے جانشینوں سے عوام کی توقعات

آج ملک میں ذوالفقار علی بھٹو کے جانشینوں کی حکومت ہے اور یہ حکومت خالصتاً ذوالفقار علی بھٹو کی مرہونِ منت ہے۔قوم کو سیاستدانوں کی طرف سے کئے گئے وعدے ان کے پورا ہونے تک یاد رہتے ہیں۔وعدے پورے ہو جائیں تو خراجِ تحسین پورے نہ ہوں تو طعن تشنیع...... وعدے کے حوالے سے ایک سابق ڈپٹی سیکرٹری سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں کہتے ہیں "وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو صاحب لاڑکانہ کے قریب واقع شہدادکوٹ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے گئے تو وہاں کے غریب لوگوں نے اپنی غربت کا بہت رونا رویا۔بھٹو صاحب کا دل غریبوں کیلئے بہت تڑپتا تھا لہٰذا انہوں نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ وہ اس علاقے

Marfat.com

مین ایک ٹیکسٹائل مل لگوائیں گے جس میں تمام غریب لوگوں کو نوکریاں اور روزگار دیا جائے گا۔ بھٹو صاحب اسلام آباد واپس آئے تو انہوں نے فنانس منسٹری کو ایک ڈائریکٹو بھیجا جس میں یہ کہا گیا کہ انہوں نے شہداد کوٹ کے لوگوں سے ایک وعدہ کیا ہے کہ وہ وہاں ایک مل لگوائیں گے لہٰذا فوری طور پر اس کیلئے پیسوں کا بندوبست کر کے مشینری منگوا کر اس پر کام شروع کیا جائے۔ جیسے آج تک ہوتا آیا ہے شہروں میں زندگی کے مزے لینے والے ان بابوؤں نے ایک فائل بنائی اور اس کا پیٹ بھرنا شروع کر دیا۔ سیکشن افسر سے لے کر ڈپٹی سیکرٹری، جوائنٹ سیکرٹری، فنانس سیکرٹری اور حتیٰ کہ اس دور کے وزیر خزانہ نے بھی بھٹو صاحب کے اس منصوبے کی شدید مخالفت کی۔ ان سب کا خیال تھا کہ حکومت پاکستان کے پاس کروڑوں روپے فالتو نہیں تھے کہ اس سے شہداد کوٹ کے غریبوں کو روزگار دیا جائے گا۔ ایک اور بیوروکریٹ بڑی دور کی کوڑی لایا اور اس نے فائل پر لکھا کہ شاید بھٹو صاحب کو اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ اگر ٹیکسٹائل مل لگ بھی گئی تو اس علاقے میں اتنی کاٹن نہیں ہوتی کہ وہاں پر ایک مل کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ یوں یہ فائل موٹی ہوتی گئی۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اعتراض لگتا گیا۔ تمام بیوروکریٹس اس بات پر متفق تھے کہ کسی صورت یہ مل نہیں لگنی چاہئے۔ کسی نے ایک لمحے کیلئے بھی نہیں سوچا کہ ایک وزیراعظم نے اپنے علاقے کے غریب لوگوں سے وعدہ کیا تھا اور اگر یہ پورا نہ ہوا تو بھٹو صاحب کا کیا ہو گا۔ آخر اعتراضات سے بھری وہ فائل بھٹو صاحب کے سامنے پیش کی گئی۔ ملک کا وزیراعظم پوری رات بیٹھا اس فائل میں لکھے سینکڑوں اعتراضات اور مل نہ لگانے کے جواز پڑھتا رہا۔ پوری بیوروکریسی اس بات پر اکٹھی ہو گئی کہ شہداد کوٹ میں مل نہیں لگنے دی جائے گی۔ اس ڈھلتی رات میں پرائم منسٹر ہاؤس میں بیٹھے بھٹو صاحب تن تنہا اپنے آپ سے پوچھتے رہے کہ اگر انہوں نے جلسہ عام میں کیا ہوا ایک وعدہ پورا نہ کیا تو کیا وہ اس کے بعد عوام کے لیڈر ہونے کا کبھی دعویٰ کر سکیں گے۔ کیا آج کے بعد ان کی کسی بات یا وعدے پر پورے ملک میں ایک شخص بھی بھروسہ کرے گا۔ آخر جب سحر ہونے کے قریب آئی اور بھٹو صاحب کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں تو بیڈ پر سونے سے پہلے انہوں نے اتنے لمبے لئے اعتراضات کے جواب میں شیکسپیئر کے ایک ڈرامے کی ایک لائن تحریر کی۔ My pledge is my pride sir, my name is my future. نیچے اپنے دستخط کئے اور فنانس منسٹر کو حکم دیا کہ جہاں سے بھی ہو وہ پیسوں کا انتظام کریں اور اگلے چند ماہ میں اس مل کو مکمل کریں اور وہ مل واقعی لگ بھی گئی۔

Marfat.com

آج کے حکمرانوں نے بھی انتخابات کے دوران بہت سے وعدے کئے تھے۔ ان میں معزول ججوں کی بحالی سرفہرست تھی اس پر آج تک عمل نہیں ہوسکا گو بہت سے معزول جج سپریم کورٹ میں بھجوا دیئے گئے کچھ دوبارہ ہائیکورٹس میں چلے گئے لیکن یہ بحال نہیں کئے گئے بلکہ ان کی دوبارہ تقرری کی گئی اور ان سے دوبارہ حلف لئے گئے۔ اس وقت کے اٹارنی جنرل اور آج کے اٹارنی جنرل اور وزیر قانون مشرف کے 3 نومبر کے اقدام کو برملا غیر آئینی قرار دے چکے ہیں اس کے باوجود جسٹس افتخار محمد چودھری اور ان کے چند ایک ساتھیوں کی بحالی لٹکی ہوئی ہے۔ انتخابات کے دوران سیاستدان اور سیاسی پارٹیاں مسلم لیگ (ق) کے سوا تمام کی تمام کسی نہ کسی صورت میں حکومت کا حصہ ہیں جو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رہائی کا دعویٰ بھی کیا کرتے تھے آج سیاستدانوں خصوصی طور حکومت میں موجود کسی ذمہ دار کی طرف سے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رہائی کی بات نہیں ہو رہی۔

مہنگائی ختم کرنے، بیروزگاری پر قابو پانے اور امن وامان کی صورت حال بہتر بنانے کے وعدے بھی کئے گئے تھے لیکن ان پر عملدرآمد ہوتا نظر نہیں آیا۔ انتخابات کے دوران کئے گئے وعدے تو الگ بات ہے۔ حکومت میں آنے کے بعد حکمرانوں نے عالمی سطح پر تیل کی قیمتوں میں اضافے کے بعد پاکستان میں بھی اضافے کو ناگزیر قرار دیا تو ساتھ ہی وعدہ کیا کہ عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں میں کمی کی صورت میں پاکستان میں بھی اسی تناسب سے کمی کر دی جائے گی اس وقت عالمی منڈی میں پٹرول کی فی بیرل قیمت 100 ڈالر کے قریب تھی۔ پھر قیمت 150 ڈالر تک بڑھی تو ہمارے ہاں بھی 54 روپے فی لٹر سے 87 روپے تک جا پہنچی۔ آج عالمی منڈی میں قیمت 66 ڈالر تک آ چکی ہے۔ اس تناسب سے پاکستان میں پٹرول کی قیمت 40 روپے لٹر سے بھی کم ہونی چاہیے تھی لیکن حکومت نے وعدے کے مطابق قیمت 54 روپے لٹر تو کیا 80 روپے سے بھی کم نہیں کی۔ یہ زیادتی اور وعدہ خلافی ہے۔ قوم بھٹو کے جانشینوں سے توقع رکھتی ہے کہ وہ ہر وعدہ پورا کریں گے جو کم از کم انہوں نے حکومت میں آنے کے بعد کیا ہے اسی سے ان کی ساکھ برقرار رہے گی۔

20-10-08

☆☆☆

Marfat.com

وکلاء تحریک کا یوم سیاہ

آج پاکستان بہت سے بحرانوں میں گھرا ہوا ہے۔ ان میں سے اکثر سابق صدر پرویز مشرف کے دیئے ہوئے ''تحفے'' ہیں۔ چند ایک حکومت نے خود پیدا کر لئے اور بڑھا لئے ہیں۔ ان میں ایک عدلیہ کا بحران بھی ہے۔ پرویز مشرف کو تو جسٹس افتخار محمد چودھری سے کوئی خار ہو گی۔ وہ ان کو اپنے اقتدار کے لئے خطرہ تصور کرتے ہونگے۔ اس خطرے کو ٹالنے کیلئے انہوں نے جسٹس افتخار محمد چودھری کو پہلے تو 9 مارچ 2007ء کو معطل کر کے ان کے خلاف سپریم جوڈیشل کونسل کو ریفرنس بھیج دیا۔ سپریم کورٹ سے پرویز مشرف کی تمام کارروائی کو اس وقت مسترد کر کے جرات کا مظاہرہ کیا جب وہ آرمی چیف بھی تھے۔ بعد ازاں صدر پرویز مشرف نے عدلیہ کا مکمل طور پر تیا پانچا کر دیا۔

پاکستان کی تاریخ میں عدلیہ کو غلام اور محکوم بنانے کے حوالے سے 3 نومبر 2007ء ایک سیاہ دن کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ صدر مشرف نے 60 ججوں کو اپنے اقتدار کیلئے خطرہ سمجھتے ہوئے غیر قانونی، غیر آئینی اور غیر اخلاقی طور پر برطرف کر دیا۔ آج اس واقعہ کو ایک سال ہو چکا ہے۔

کل وکلاء تحریک اعتزاز احسن کی قیادت میں جاری تھی تو آج علی احمد کرد کی پر جوش قیادت میں جاری ہے۔ صدر مشرف نے آزاد عدلیہ کو اپنے لئے خطرہ سمجھا تھا۔ 3 نومبر کو صدر مشرف اگر عدلیہ پر شب خون نہ مارتے تو ممکن تھا کہ سپریم کورٹ ان کے خلاف فیصلہ نہ دیتی اور ان کا اقتدار برقرار رہتا لیکن صدر کے ایمرجنسی کے نفاذ اور ججوں کو برطرف کرنے کے اقدام کے باعث ان کا اقتدار محض مزید 8 ماہ قائم رہ سکا حالانکہ ان کی مدت صدارت ختم ہونے میں 4 سال باقی تھی۔

وکلاء 9 مارچ 2007ء کو سڑکوں پر آئے تو جسٹس افتخار احمد چودھری کی بحالی سے قبل گھروں کو نہیں لوٹے تھے۔ 3 نومبر کے غیر آئینی اقدام کے بعد ان کو پھر سڑکوں پر آنا پڑا۔ 18 فروری 2008ء

Marfat.com

کو قوم نے پیپلز پارٹی کو مینڈیٹ دیا تو قوم خصوصی طور پر وکلاء کو بینظیر بھٹو کے وہ الفاظ یاد آ گئے کہ ''جسٹس افتخار احمد چودھری ہمارے چیف جسٹس ہیں۔ حکومت میں آ کر ان کو بحال کریں گے اور ان کے گھر کی چھت پر میں خود قومی پرچم لہراؤں گی''۔ پیپلز پارٹی کی انتخابات میں جیت کے ساتھ ہی وکلاء تحریک مدھم کر دی گئی۔ وکلاء سڑکوں پر تو تھے لیکن حکومت کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ان کو یقین تھا کہ تمام جج بلا امتیاز بحال ہونگے پھر ایسے حالات پیدا ہونے لگے کہ جسٹس افتخار احمد چودھری کی بحالی پہلے مشکل پھر ناممکن دکھائی دینے لگے۔ حکومت کی سب سے بڑی پارٹنر جماعت مسلم لیگ ن نے ججوں کی عدم بحالی کے باعث پیپلز پارٹی کے ساتھ سے ناطہ توڑ لیا۔ وکلاء پھر اسے جوش و خروش کے ساتھ معزول ججوں کی بحالی کا نعرہ لے کر آ گئے۔ لیکن وہ مشتعل نہیں ہوئے مدھم ہوتی ہوئی تحریک پھر سے شعلہ جوالا بننے لگی۔ کچھ لوگ وکلاء قیادت اور وکلاء کے درمیان دراڑیں پڑنے کی باتیں کر رہے تھے لیکن چند روز قبل ہونے والے سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے انتخابات میں وکلاء پھر متحد نظر آئے۔ جسٹس افتخار احمد چودھری اور ساتھی ججوں کی بحالی کیلئے متفق نظر آئے۔ معزول ججوں کی بحالی کی علمبردار تحریک کے روحِ رواں پینل کو کامیاب کرا دیا۔

آج وکلاء برادری یوم سیاہ منا رہی ہے۔ اس حکومت کیخلاف جو خود ان کی اپنی حکومت تھی جس سے پوری قوم کو بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ مسلم لیگ ن، جماعت اسلامی اور تحریک انصاف سمیت بہت سی سیاسی جماعتیں وکلاء کے شانہ بشانہ ہیں۔ حکومت کی مجبوریاں اپنی جگہ پر ہونگی، وہ کم از کم ایک بحران پر تو قابو پا سکتی ہے، وکلا کو اپنا ہمنوا بنا سکتی ہے۔ وکلاء بڑی طاقت ہیں، اس کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ وکلاء کے دل میں آج بھی جمہوری حکومت کے لئے احترام ہے۔ خدا نہ کرے کہ جمہوری حکومت کی پوزیشن بھی وکلاء کے سامنے پرویز مشرف جیسی ہو جائے۔

صدر آصف علی زرداری اور وزیر قانون فاروق ایچ نائیک نے کبھی نہیں کہا کہ وہ جسٹس افتخار محمد چودھری کو بحال نہیں کریں گے۔ وہ عموماً ان کی بحالی کے بارے میں مثبت رویئے کا اظہار کرتے رہے۔ اس پر عمل بھی کر دیں تو جہاں حکومت خود ایک بحران سے نکل جائے گی وہیں قوم بھی مطمئن ہو جائے گی اور ان کا اقتدار برقرار رہتا۔ جہاں تک جسٹس افتخار محمد چودھری کی بات ہے تو وہ اپنے کردار اور عزم کی وجہ سے آج نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں قابل احترام ہیں۔ جبکہ صدر مشرف کے احترام کے بارے میں سب جانتے ہیں۔ اب تو ان کی جوتیاں سیدھی کرنیوالے بھی

Marfat.com

ان سے دور دور رہتے ہیں جسٹس افتخار محمد چودھری کی بیرون ممالک پذیرائی کا یہ عالم ہے کہ وہ 15 نومبر کو نیویارک روانہ ہو رہے ہیں جہاں ان کو دنیا کی سب سے بڑی بار نیویارک بار ایسوسی ایشن کی تاحیات ممبر شپ پیش کی جائے گی۔ اس دورے کے دوران ہی ان کو ہاورڈ یونیورسٹی کی جانب سے میڈل آف فریڈم پیش کیا جائے گا۔ جو آج تک نیلسن منڈیلا سمیت صرف دو شخصیات کو دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے ہاورڈ یونیورسٹی کی نظر میں جسٹس افتخار محمد چودھری دنیا کی تین اہم شخصیات میں شمار ہوں گے۔ پاکستان اور جسٹس افتخار محمد چودھری کا مستقبل ایک دوسرے سے جڑ چکا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آئندہ وہ پاکستان کی سیاست میں فیصلہ کن کردار ادا کریں گے۔ اگر وہ بحال نہیں کیے جاتے تو وہ جلد پاکستان کا مستقبل ثابت ہو سکتے ہیں۔

3-11-08

☆☆☆

جسٹس افتخار کی امریکہ میں پذیرائی۔ حکومت نے سوچ بدلی؟

جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کے حوالے سے یہ تاثر بھی دیا جا رہا تھا کہ امریکہ ان کی بحالی نہیں چاہتا۔ اس کی وجہ لاپتہ افراد کی بازیابی کے حوالے سے جسٹس افتخار محمد چودھری کے وہ اقدامات تھے جن سے حکومت خائف تھی۔ وہ لاپتہ افراد کو پاتال سے بھی برآمد کرا رہے تھے۔ بازیابی کے حوالے سے ان کا اصولی مؤقف تھا کہ بغیر مقدمے اور الزام کے کسی بھی شخص کو ایک منٹ بھی حراست میں نہیں رکھا جا سکتا۔ جن افراد پر کیس تھے ان کے معاملات میں عدلیہ نے دخل در معقولات سے احتراز کیا۔ ان کا یہ مؤقف کئی بار سامنے آیا کہ وہ دہشت گردی کا اسی طرح خاتمے کے حق میں ہیں جس طرح کوئی بھی شخص اور حکومت ہے۔ سابق حکمران ان کو محض زیرِ عتاب رکھنے کے لئے ان کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کرتے اور افواہیں پھیلاتے تھے۔ وہ چونکہ سیاست پر لب کشائی نہیں کرتے تھے اس لئے ان کا ماضی الضمیر دنیا خصوصی طور پر امریکہ اور مغرب کے سامنے مکمل طور پر نہ آ سکا۔ وہ امریکہ گئے تو کافی حد تک اپنی پوزیشن کلیئر کرنے میں کامیاب ٹھہرے۔ ان کا جس والہانہ طریقے سے وہاں استقبال کیا گیا اس سے نظر آتا ہے کہ امریکیوں کی

Marfat.com

جسٹس افتخار محمد چودھری اور پاکستان کی عدلیہ کے بارے میں پائی جانے والی بہت سی غلط فہمیاں دور ہوگئی ہیں۔ یوں تو 9 مارچ 2007ء کے سابق صدر پرویز مشرف کے غیر آئینی اقدام کے بعد چودھری اعتزاز احسن امریکہ کے متعدد دورے کر چکے ہیں۔ اس دوران انہوں نے امریکیوں کو مارچ اور نومبر 2007ء کے عدلیہ پر شب خون کے حوالے سے باور کرادیا ہوگا۔ امریکیوں کو مکمل آگاہی جسٹس چودھری کے دورے سے ہوگئی۔

امریکہ میں جسٹس افتخار محمد چودھری کو مکمل سرکاری پروٹوکول دیا گیا تاہم پاکستانی سفارتخانے کو بھی خراج تحسین پیش کیا جانا چاہیے جس نے امریکہ پہنچنے پر ان کا بھرپور استقبال کیا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق جسٹس افتخار محمد چودھری 16 نومبر 2008ء کو کینیڈی ائرپورٹ پر اترے تو پاکستانیوں کی بڑی تعداد بھی استقبال کرنے کے لئے موجود تھی جہاں پھر ان کے لاہور، فیصل آباد، ملتان اور کراچی میں ہونے والے استقبال کی یاد تازہ ہوگئی وہاں بھی پاکستانی دیوانہ وار جھوم رہے تھے۔ دس پندرہ منٹ کا راستہ گھنٹوں میں طے ہوا جہاں ان کو امریکی بار کے عہدیداراورارکان گاڑیوں کے قافلے میں رہائش تک لے گئے۔ عشائیہ میں لوگ جذبات میں آ کر ان کے ہاتھ چومتے رہے۔ شدید سردی میں جسٹس چودھری کا والہانہ استقبال دیکھ کر عام امریکی ششدر رہ گئے۔ ایسا استقبال کسی غیر ملکی سربراہ کا بھی نہیں۔ عشائیوں اور ظہرانوں میں بھی ایسے جذباتی مناظر دیکھنے میں نہیں آتے۔ نیویارک میں اس عشائیہ کی خاص بات جسٹس افتخار محمد چودھری کا نوائے وقت کو عدلیہ کی آزادی میں ہراول دستہ قرار دینا تھا۔

18 نومبر کو نیویارک بار جو دنیا کی سب سے بڑی بار ہے نے جسٹس افتخار محمد چودھری کے اعزاز میں پُروقار تقریب کا انعقاد کیا جس میں بار کی صدر پیٹریشیا ہائنس نے جسٹس افتخار چودھری کو نیویارک بار کی تاحیات رکنیت پیش کی۔ پیٹریشیا نے جسٹس چودھری کی عدلیہ کی آزادی کے لئے کوششوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں آپ کا ساتھی ہونے پر فخر ہے۔ اگلے روز 19 نومبر کو جسٹس افتخار محمد چودھری نے فورڈہم لاء کالج کی تقریب میں شرکت کی جہاں ان کو وائس چانسلر مسٹر ولیم مائیکل نے شیلڈ پیش کی۔ ولیم مائیکل ٹریز نے استقبالیہ خطاب میں کہا کہ چیف جسٹس افتخار نے ایک آمر کے سامنے ڈٹ کر ثابت کر دیا کہ قانون کی حکمرانی کے لئے کرسی تو کیا جان بھی قربان کی جاسکتی ہے۔ ہم ان کی عظمت اور جرأت کو سلام پیش کرتے ہیں۔ اسی روز ہاورڈ یونیورسٹی کی طرف سے جسٹس افتخار محمد چودھری کو فریڈم میڈل ایوارڈ دیا گیا۔ یہ میڈل آج تک دنیا

Marfat.com

کی دو شخصیات نیلسن منڈیلا اور چارلس ہیوسٹن کو دیا گیا ہے۔ جسٹس افتخار یہ اہم ایوارڈ پانے والی دنیا کی تیسری شخصیت ہیں۔

وہاں جسٹس افتخار محمد چودھری کو جو عزت ملی وہ ان کے ایک پاکستانی ہونے اور عدلیہ کی آزادی کے لئے عظیم ترین جدوجہد اور نامساعد حالات میں استقامت کا مظاہرہ کرنے پر تھی۔ یہ دراصل پاکستان کی عزت ہے۔

حکومت پاکستان کو اگر ان کو بحال نہ کرنے کے لئے امریکی دباؤ کا سامنا تھا تو یقیناً یہ دباؤ اس دورے کے بعد ختم ہو گیا ہے۔ امریکہ کے قانونی حلقے ان کو وہاں چیف جسٹس کہہ کر مخاطب کرتے رہے۔ سفارتخانوں کی کارکردگی سے عموماً پاکستانی وفود تحفظات کا اظہار کرتے ہیں اور وہ شاہ سے زیادہ شاہ سے وفاداری کے لئے تلے رہتے ہیں لیکن امریکہ میں پاکستانی سفارتخانے کا جسٹس افتخار محمد چودھری کے لئے سرکاری پروٹوکول بہت کچھ واضح کر رہا ہے۔ امید ہو چلی ہے کہ حکومت نے جسٹس افتخار محمد چودھری کے حوالے سے سوچ بدل لی ہے۔ نظر آ رہا ہے کہ مسلم لیگ ن مرکز میں وزارتوں پر واپس آ جائے گی۔

24-11-08

☆☆☆

خطرہ ابھی ٹلا نہیں

3 دسمبر کی قومی سلامتی کانفرنس کے بعد تمام پاکستانی ایک قوم کا وجود دھار گئے تھے۔ اس کے بعد ہم آج پھر بکھر رہے ہیں، تقسیم ہو رہے ہیں، سیاسی اختلافات جو دب گئے تھے پھر سے ابھر کر سامنے آ رہے ہیں حالانکہ جن حالات میں قومی سلامتی کانفرنس منعقد ہوئی تھی وہ حالات نہ صرف جوں کے توں ہیں بلکہ ان میں مزید بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ بھارتی فوجیں جنگی تیاری میں ہیں۔ بھارت نے کچھ 29 لڑاکا طیارے پاکستان کی سرحد کے قریب ڈیپلائے کر دیئے ہیں۔ تمام عالمی اداروں کی رپورٹیں بھارت کی جنگی تیاریوں اور اس کے جنگی جنون کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ ہم ہیں کہ معاملے کو سر جھکا کر حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ امریکہ کے معمولی عہدیدار سے

Marfat.com

صدر بش تک ہر کوئی اپنا وزن بھارت کے پلڑے میں ڈال چکا ہے۔ بعض رپورٹس میں تو یہ کہا گیا ہے کہ امریکہ اور برطانیہ بھارت کو پاکستان پر چڑھائی کیلئے ہلہ شیری دے رہے ہیں۔ مقصد قبائلی علاقوں میں پاک فوج کے بجائے اتحادی افواج کی تعیناتی ہے تا کہ وہ مقاصد آسانی سے حاصل کئے جا سکیں جو وہاں پاکستانی فوج کی موجودگی میں حاصل کرنا مشکل ہے یا ناممکن......

ممبئی بم دھماکوں کے بعد بھارتی میڈیا نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ بھارت نے سفارتکاری کے ذریعے جھوٹا موقف دنیا پر سچ ثابت کر دکھایا جبکہ پاکستانی میڈیا سب سے پہلے اور خبر دینے کے شوق میں ایسی حرکتیں کر رہا ہے جن سے پاکستان کا وہ اصولی موقف بھی کمزور ہوا جو حکومت نے واضح کرنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ اجمل قصاب کون ہے؟ بھارت نے اسے کہاں سے پکڑا؟ وہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس کی دھندلی سی تصویر گزشتہ روز اخبارات میں شائع ہوئی۔ نام کی مماثلت سے کہانی گھڑ لی گئی اور ایک ٹی وی چینل نے ادھر ادھر سے لوگوں کو پکڑ کر ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ نوجوان فرید کورٹ کا رہائشی ہے۔ بالآخر ایسی رپورٹیں جعلی ثابت ہوئیں لیکن دشمن نے جو نتیجہ اخذ کرنا تھا کر لیا۔ ایسی خبروں سے کس کو فائدہ ہوتا ہے؟ کیا ہم ایسے رویئے سے ملک و قوم کی کوئی خدمت کر رہے ہیں۔

جارحانہ بھارتی الیکٹرانک میڈیا کا ہمارا الیکٹرانک میڈیا بھرپور جواب نہ دے سکا۔ اسی طرح بھارتی حکومت کی سفارت کاری کا ہماری حکومت منہ توڑ جواب نہ دے سکی۔ بھارت کی معمولی شکایت پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی 15 رکنی کمیٹی نے پاکستان کی تین شخصیات اور جماعت الدعوۃ سمیت تین تنظیموں پر پابندی لگا دی۔ اس کمیٹی میں چین بھی شامل ہے جس نے ضرورت پڑنے پر ہمیشہ پاکستان کو مشکل میں دیکھ کر پاکستان کی درخواست کے بغیر بھی پاکستان کی مدد کی۔ سلامتی کونسل کی کمیٹی میں پابندی کی قرارداد کا متفقہ طور پر منظور ہو جانا پاک چین تعلقات پر نظر رکھنے والوں کیلئے بڑی حیرانگی کا باعث تھا۔ اس حوالے سے ایک انکشاف یہ بھی سامنے آیا ہے کہ ایوان صدر سے چین کو پیغام دیا گیا تھا کہ وہ پابندی کے حوالے سے قرارداد کی مخالفت نہ کرے۔ یوں چین نے قرارداد کے حق میں ووٹ دیا۔ گو حکومت پاکستان اس رپورٹ کی تردید کر رہی ہے لیکن شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر رپورٹ مکمل طور پر صحیح نہیں بھی ہے تو دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ سلامتی کونسل کی کمیٹی نے پابندی 10 دسمبر کو لگائی حکومت پاکستان شاید اس حکمنامے کا بیتابی سے انتظار کر رہی تھی کہ اس نے فوری طور پر قرارداد پر عمل کر دیا۔ اگر چین نے خود ہی قرارداد

Marfat.com

کی حمایت کا فیصلہ کیا تھا تو حکومت پاکستان کی طرف سے 10 دسمبر کے بعد آج تک چین سے کوئی احتجاج نہیں کیا گیا۔ اگر واقعتا حکومت پاکستان نے چین کو قرارداد کی منظوری کے حق میں ووٹ دینے پر آمادہ کیا تھا تو یہ اقدام افسوسناک ہے اور اگر چین نے خود سے ایسا فیصلہ کیا تو حکومت پاکستان کی سفارتکاری کی مکمل ناکامی ہے۔

بھارتی اقلیت کے وزیر مملکت عبدالرحمٰن انتولے نے شواہد ثبوتوں اور دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ ممبئی دھماکوں میں انتہا پسند تنظیمیں ملوث ہیں۔ مسلمانوں اور پاکستان کو خواہ مخواہ ملوث کیا جا رہا ہے۔ معروف بھارتی صحافی ارون دتی رائے کا بھی یہی موقف ہے۔ بھارتی میڈیا کے جھوٹے پراپیگنڈے کا اگر توڑ کیا ہے خود اس کے وزیر اور صحافی نے کیا ہے۔ عبدالرحمٰن انتولے اور ارون دتی رائے کا موقف سامنے آنے پر حکومت پاکستان کو عالمی سطح پر اپنا موقف ثابت کرنے میں آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ حکومت پاکستان روایتی سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔ بھارت سے اتنا بھی خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ عالمی سطح پر اپنے سچے موقف کے اظہار سے گریز کیا جائے۔

ممبئی دھماکوں کے بعد بھارتی وفود ملک ملک گھوم رہے ہیں' بھارتی وزیراعظم نے تو جنگی تیاریوں کا جائزہ لینے کیلئے وار کمیٹی کا اجلاس بھی بلا کر جائزہ لے لیا ہے' ہم ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے میں مصروف ہیں۔ عزت سب کی سانجھی ہوتی ہے' ہر بیٹی قوم کی بیٹی ہے' ہم ان کے معاملات پارلیمنٹ' عدالتوں اور میڈیا میں گھسیٹ رہے ہیں۔ دشمن ہمیں للکار رہا ہے' ہم پارلیمنٹ اور عدالتوں میں محاذ آرائی کر رہے ہیں۔ اس نازک موقع پر قوم کے اتحاد کی شدید ترین ضرورت ہے۔ یہ کارنامہ اکابرین سیاست ہی انجام دے سکتے ہیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب یہ خود متحد ہوں۔ تمام فروعی اختلافات بھول کر پانچوں انگلیوں کو ملا کر مکے کی طرح مضبوط ہوں۔

22-12-08

☆☆☆

Marfat.com

پھر سے مانگا ہے کس نے لہو کا خراج

محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کو ایک سال گزر گیا جو سوالات ان کے شہادت کے بعد ابھرے ان کے جوابات ابھی تک سامنے نہیں آ سکے۔ مشرف حکومت نے محترمہ کے قتل کے بعد پہلے 24 گھنٹے میں تین بار موقف تبدیل کیا پہلے کہا گیا کہ موت گولی لگنے سے ہوئی پھر بم کا شیل لگنے کو موت کی وجہ قرار دیا اور آخری موقف میں گاڑی کے روف لیور کو موت کا باعث بتایا گیا۔ اس موقف پر مشرف حکومت آخر تک سختی سے کاربند رہی۔ وہ لوگ بڑی جلدی میں تھے بغیر کسی ثبوت کے قتل کا الزام طالبان رہنما بیت اللہ محسود پر لگا دیا گیا۔ وقوعہ صرف ڈیڑھ گھنٹے بعد دھو دیا گیا دیہات میں گائے بھینس تک چوری ہو جائے کھوجی اور پولیس کی آمد تک اس کے کھرے بھی محفوظ کر دیئے جاتے ہیں یہ تو پاکستان کی سب سے بڑی پارٹی کی چیئر پرسن، عالم اسلام کی پہلی وزیر اعظم تھیں۔ نہ صرف قومی بلکہ بین الاقوامی شخصیت تھیں ان کے قتل کے نشان اس سرعت سے مٹا دینا نا قابل فہم ہے۔ زخم کا صرف ایکسرے کیا گیا طبی رپورٹ جاری کرنے والوں کو بھی معلوم نہیں کہ سر میں زخم اور سوراخ گاڑی کے لیور سے ہوا، گولی سے یا بم کے شیل سے۔ پوسٹ مارٹم کر لیا جاتا' فورنزک ٹیسٹ کئے جاتے ان سے کم از کم زخم کی نوعیت واضح ہو جاتی۔

آصف علی زرداری محترمہ کی موت کے وقت دبئی میں تھے وہاں سے کراچی اور راولپنڈی آئے اس وقت کے حکمرانوں کو اتنی بھی عقل نہ تھی کہ سوچ لیتے کہ یہ عام انسان کا قتل نہیں ہے اس اہم شخصیت کا قتل جو اپنی زندگی میں صدر مشرف اور ان کے چند ساتھیوں کو اپنے ممکنہ قتل کا ملزم قرار دے چکی تھیں ایسی صورت میں تو حکمرانوں کو بہت زیادہ محتاط ہونا چاہئے تھا اور ہر شک وشبہ دور کرنے کی کوشش کرنا چاہئے تھی لیکن ان لوگوں نے ہر ایسی حرکت کر ڈالی جو ان کے کردار کو مشکوک بنا دیتی ہے۔ شیڈول میں محترمہ جس راستہ سے آئیں ان کی واپسی دوسرے راستہ سے ہونا تھی لیکن اس راستے میں پولیس گاڑی کھڑی کر دی گئی تھی۔ جلسہ کے درمیان میں ہی آدھے سیکورٹی والے واپس چلے گئے تھے۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ بم بلاسٹ سے قبل تین اطراف سے گولیاں چلائی گئیں۔ پستول لہرانے والے ایک نوجوان کو سیکورٹی والوں نے پوچھا تک نہیں۔ سکارٹ لینڈ یارڈ کی ٹیم کے سامنے حکومت نے اپنی مرضی کے گواہ پیش کئے اور اس کو صرف موت کی وجہ تلاش کرنے تک

Marfat.com

محدود رکھا گیا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل کے بعد بھی جنرل (ر) پرویز مشرف 9 ماہ تک صدر رہے اور آج پیپلز پارٹی کو اقتدار میں آئے 9 ماہ ہو چکے ہیں اور مشرف کی رخصتی بعد مکمل اختیارات سنبھالے بھی تین ماہ سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے جب پرویز مشرف صدر تھے اور یوسف رضا گیلانی وزیراعظم جمہوری حکومت کو محترمہ کے قتل کی تحقیقات سے کسی نے نہیں روکا تھا اس کے باوجود اوپر اٹھائے گئے سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ سب وہ لوگ کر رہے ہیں جو محترمہ بے نظیر بھٹو کی قربانی کی وجہ سے آج اقتدار میں موجود ہیں۔ محترمہ نے جو کچھ جمہوریت اور عوام کے لئے کیا اس کا حق تقریبات منانے اور تعطیل کرنے سے نہیں ان کے قاتلوں کو بے نقاب کرنے اور کیفرِ کردار تک پہنچانے سے ادا ہوگا۔ آج داخلہ امور بہترین تفتیش کار رحمٰن ملک کی دسترس میں ہیں ان کو سب سے زیادہ علم ہے کہ کون سا ادارہ محترمہ کے قتل کی صحیح خطوط پر تفتیش اور تحقیقات کر سکتا ہے۔ ہر ادارہ ان کی ماتحتی میں کام کر رہا ہے کل تک جو انگلیاں مشرف اور ان کے چند ساتھیوں کی طرف اٹھ رہی تھیں ان کا رخ خود پیپلز پارٹی کی قیادت کی طرف مڑ سکتا ہے محض اس لئے کہ یہ طبقہ اپنی ہی رہنما کے قتل کی سازش کا سراغ لگانے میں عدم دلچسپی کا اظہار کر رہا ہے۔

پاکستان کو سب سے زیادہ نقصان مارشل لاؤں اور بڑے بڑے لوگوں کے قتلوں نے پہنچایا ہے۔ ہر ڈکٹیٹر اپنے اقتدار کے خاتمے پر محاسبے سے بچا رہا جس سے ہر طالع آزما کی حوصلہ افزائی ہوئی ایک کے بعد دوسرے قتل کی وجہ گزشتہ قتل کی تحقیقات نہ ہونا ہے۔ لیاقت علی خان، جنرل ضیاء الحق، مرتضیٰ بھٹو، حکیم سعید اور دیگر بہت سے قتل معمہ بنے ہوئے ہیں اگر لیاقت علی خان کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جاتا تو شاید سیاسی قتلوں کی تعداد اتنی نہ ہوتی۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے صدر مشرف کا دو تہائی اکثریت اور تمام پارٹیوں کی خواہش کے باوجود بھی محاسبہ نہیں کیا اس سے نئے ایڈونچر کے شوقینوں کے لئے اقدار پر قابض ہونے کے راستے بدستور رکھے ہیں۔ ایک بار آئین کے آرٹیکل 6 کا استعمال ہو جاتا تو مارشل لاء کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل کی تحقیقات کے لئے اقوام متحدہ سے رجوع کر رکھا ہے۔ ابھی تک اقوام متحدہ نے اس درخواست پر کارروائی ہی شروع نہیں کی۔ بے نظیر بھٹو کے قاتل کیفر کردار تک نہیں پہنچتے تو سیاستدانوں کے بہیمانہ قتل کا سلسلہ روکنا ممکن نہیں ہوگا۔ مارشل لاؤں کا راستہ روکنے تک سابق صدر مشرف کا محاسبہ اور سیاستدانوں کے قتل کا امکان ختم کرنے کے لئے بے نظیر بھٹو کے قاتلوں کو عدالتی کٹہرے میں لانا ضروری ہے۔ سابق صدر مشرف کا محاسبہ

Marfat.com

اور بے نظیر بھٹو کے قاتلوں کو بے نقاب کرنا خود پیپلز پارٹی کے سب سے زیادہ مفاد میں ہے۔ دوسری صورت میں مارشل لاء لگتے رہیں اور اعلیٰ قیادت کا خون بہتا رہے گا جس پر محترمہ یقیناً کہیں گی۔

پھر سے مانگا ہے کس نے لہو کا خراج
ابھی تو سوئے تھے مقتل کو سرخرو کر کے

29-12-08

☆☆

انجام بے خیر

تاریخ گواہ ہے کوئی بھی آمر بھی عزت سے نہیں گیا۔ اگر اقتدار سے گیا تو جان دے کر گیا یا موت کے سائے سر پر منڈلاتے دیکھ کر گیا۔ ہمیں ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت نہیں خود ہمارے ہاں عبرت کا سامان موجود ہے کوئی اس سے عبرت پکڑے نہ پکڑے اس کی مرضی ہے۔ ایوب خان نے جس طرح سکندر مرزا کی گردن پر انگوٹھا رکھ کر اقتدار حاصل کیا تھا وہ اس سے آخری لمحے تک چمٹے رہے۔ ایوب خان اور صدر مشرف کے درمیان ایک قدر مشترک ہے۔ دونوں کی عوام میں جتنی مٹی پلید ہوتی ایسی کسی اور کی نہیں ہوئی۔ البتہ صدر مشرف کے ساتھ عوامی سطح پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کی غالباً پوری دنیا میں مثال موجود نہ ہو لیکن وہ ڈٹے ہوئے اور ایسی اسمبلی کا دیا گیا مینڈیٹ 5 سال تک انجوائے کرنے پر مصر ہیں جس کے 80 فیصد ممبران کو عوام نے مسترد کر دیا۔ عوام کسی کو گریبان سے پکڑ کر اقتدار سے نہیں ہٹاتے جب ووٹ کے ذریعے کسی کو مسترد کرنے یا عزت دینے کا موقع ملتا ہے تو وہ اس موقع سے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اگر اس کے باوجود بھی تبدیلی نہ آئے تو عوام کا کیا قصور؟ قصور ان کا ہے جو عوامی خواہش پر یا عوامی مینڈیٹ پر عملدر آمد کرنے کے ذمہ دار ہیں اور اس پر عمل درآمد نہیں کرتے۔ ایوب اقتدار سے الگ ہوئے تو عوامی دباؤ پر نہیں بلکہ جنرل یحییٰ خان کے آنکھیں دکھانے پر بوریا بستر لپیٹنے پر آمادہ ہوتے تھے۔ پاکستان کے دو ٹکڑے ہونے کے باوجود یحییٰ خان اقتدار میں اپنا خصوصی حصہ حاصل کرنے پر بضد تھے لیکن فوجی افسروں کا غیض و

Marfat.com

غضب دیکھ کر گھر کی راہ لی۔

جنرل ضیاء الحق اپنا اقتدار بچانے کے لئے جماعتی اور غیر جماعتی انتخابات کا ڈول ڈالتے رہے
بالآخر وردی سمیت اللہ کو پیارے ہو گئے۔

صدر مشرف کے سامنے تین آمروں کا انجام ہے خدا جانے وہ کس انجام کو پسند کرتے ہیں۔ البتہ یہ
ان کا اٹل فیصلہ ہے کہ وہ کسی صورت صدارت نہیں چھوڑیں گے کم از کم 5 سال تو ضرور پورے
کرینگے حالانکہ انہوں نے بار ہا کہا تھا کہ عوام میں وہ مقبول نہ رہے تو اقتدار سے الگ ہو جائیں
گے لیکن انہوں نے دیگر وعدوں کی طرح اس پر بھی عمل نہیں کیا۔ ہوسکتا ہے میجر جنرل ریٹائرڈ
راشد قریشی اور نثار میمن سے کہہ رہا ہوں نہ وہ ان جیسے سینکڑوں لوگوں میں مقبول ہیں تو اقتدار کیوں
چھوڑا جائے۔

نواز شریف اور ان کے ہم خیال صدر مشرف کے فوری مواخذے کے حامی ہیں۔ آصف علی
زرداری کہتے ہیں کہ حالات ایسے پیدا کر دیئے جائیں کہ وہ خود مستعفی ہو جائیں حالانکہ دونوں
پارٹیوں کے پاس مواخذے کے لئے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں مواخذے کے لئے مطلوبہ
ووٹوں سے زائد ووٹ ہیں۔

اب جبکہ صدر مشرف کی وجہ سے حکومت جس میں پیپلز پارٹی کا زیادہ حصہ ہے اپنی پالیسیوں پر کما
حقہ عمل درآمد نہیں کر سکتی تو اسے مواخذے کی کارروائی سے احتراز نہیں کرنا چاہئے نہ صرف مواخذہ
کیا جانا چاہئے بلکہ آئین توڑنے ملک کو تباہی کے دہانے پر پہنچانے جیسے الزامات کے تحت مقدمہ
چلانا چاہئے تاکہ آئندہ کسی طالع آزما کو آئین سے کھیلنے کی جرات نہ ہو۔

پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن نے ان کو بار ہا باعزت راستہ دینے کا عندیہ دیا لیکن اقتدار میں رہنے کا
چسکا ان کو باعزت رخصتی کی راہ میں رکاوٹ بنا رہا۔ آج وہ ملک کے کمزور ترین حکمران ہیں لیکن
یقیناً ان کی مت ماری گئی ہے۔ ان میں صورتحال کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی حالانکہ وہ آسانی
سے رخصت ہوتے اور ترکی کے قریب خریدے ہوئے اپنے جزیرے میں باقی زندگی عیش و عشرت
میں گزارتے۔ ان کو اپنی ضد کی وجہ سے اب شاید در بدر ہونا پڑے اور دو گز زمین کیلئے نجانے شہنشاہ
ایران کی طرح کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھانا پڑے۔ لیکن شہنشاہ ایران پر ذلت و رسوائی کے باوجود
اس حد تک خوش قسمت ضرور رہے کہ ان کی قبر قاہرہ کی قدیم و عظیم رفاعی مسجد میں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

پیپلز پارٹی 3 رنومبر کے اقدامات کی توثیق کبھی نہیں کرے گی

3 رنومبر 2007ء کو صدر مشرف نے بطور آرمی چیف ایمرجنسی نافذ کی' اس دن محترمہ بے نظیر بھٹو دبئی میں تھیں' ایمرجنسی کی اطلاع پر وہ فوری طور پر وطن لوٹ آئیں' انہوں نے کراچی میں پریس کانفرنس کے دوران ایمرجنسی کے نفاذ کو منی مارشل لاء قرار دیا۔ اس کے بعد وہ مسلسل ایمرجنسی اٹھانے کا مطالبہ کرتی رہیں۔ یکم دسمبر کو وہ پشاور میں تھیں' جہاں انہوں نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''سیاسی قوتوں کی طرف سے عام انتخابات کے بائیکاٹ کے فیصلے سے صدر مشرف کو پارلیمنٹ میں اکثریت کی صورت میں فائدہ ملے گا' جس کے بعد وہ اپنے تمام غیر آئینی اقدامات کو آئینی شکل دے دیں گے۔ ایمرجنسی کیخلاف پیپلز پارٹی کے مظاہرے اور گرفتاریاں پاکستان کی سیاسی تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔ 9 رنومبر کو محترمہ کو ایک مظاہرے میں شرکت سے روکنے کیلئے گرفتار بھی کیا گیا' محترمہ نے 15 ردسمبر تک ایمرجنسی کے اٹھائے جانے تک اس کی بھرپور مخالفت کی' وہ اس کو واضح طور پر غیر آئینی اور غیر قانونی قرار دیتی تھیں۔ آج باتیں ہو رہی ہیں کہ پیپلز پارٹی صدر مشرف کے 3 رنومبر کو انڈیمنٹی فائی کرنے کیلئے تیار ہو گئی ہے' اس شرط پر کہ صدر مشرف استعفٰی دے دیں گے۔ کیا ان سے پہلے استعفٰی لے کر پھر 3 رنومبر کے اقدامات کی توثیق کی جائے گی یا ان کے وعدے پر اعتبار کر کے توثیق کے بعد استعفٰی کا معاملہ ان پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو ان کا ماضی گواہ ہے کہ وہ ایسے وعدے پورے نہیں کرتے جن میں ان کو خسارے کا شائبہ تک ہو۔ 31 ردسمبر 2004ء تک وردی اتارنے' عوام مسترد کر دیں تو استعفٰی دینے اور سپریم کورٹ کا فیصلہ قبول کرنے کے وعدوں کا جو حشر انہوں نے کیا' وہ ان کے ناقابل اعتبار ہونے کے ثبوت کیلئے کافی ہے۔

مجھے پیپلز پارٹی کا ماضی دیکھتے ہوئے ایک فیصد چانس نظر نہیں آتا کہ وہ صدر مشرف کے اقدامات کو انڈیمنٹی فائی کرے گی۔ پیپلز پارٹی جس حال میں بھی ہو اس نے کبھی ڈکٹیٹر کے سامنے سر نہیں جھکایا۔

Marfat.com

اپنے ان اصولوں کی خاطر سب سے زیادہ خون کے نذرانے بھی اس پارٹی نے دیئے ہیں۔آج تو ان کی حکومت ہے' وہ کیسے ایسے شخص کے سامنے سرنگوں ہو جائے گی جس کو آصف علی زرداری پاکستان کا گورباچوف اور کئی رہنما محترمہ بےنظیر بھٹو کے قتل کا ذمہ دار قرار دے چکے ہیں۔پیپلز پارٹی ایسے شخص کو مسلسل پانچ سال تک اپنے سر پر مسلط رکھنے کا گناہ بےلذت کیوں کرے گی۔

پیپلز پارٹی ججوں کی بحالی کیلئے آئینی پیکیج تیار کر رہی ہے جس کیلئے اٹھارویں ترمیم لانے کا عندیہ دیا جا رہا ہے۔اس کیلئے قومی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کو مسلم لیگ (ن) کی حمایت سے دو تہائی اکثریت حاصل ہے' سینٹ میں اس خدشے کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ یہ ترمیم صدر کی مرضی کے مطابق نہ ہوئی تو (ق) لیگ اس کی مخالفت کرے گی۔جہاں پر یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ 'ق' لیگ کا ہر سینیٹر صدر مشرف کیلئے ربڑ سٹمپ کی حیثیت رکھتا ہے۔اگر ایسا ہے تو سینٹ میں یہ ترمیم پاس نہ ہو سکے گی۔آئینی پیکیج (ن) لیگ کی مرضی کے خلاف ہوا تو یہ قومی اسمبلی میں ہی اپنی موت آپ مر جائے گا۔دونوں صورتوں میں بحران مزید شدت اختیار کر جائے گا۔

پیپلز پارٹی کے پاس ایک آسان راستہ ہے کہ مواخذے کی صورت میں جہاں دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس ہوتا ہے' جس میں مسلم لیگ (ن) سمیت پیپلز پارٹی کی اتحادی جماعتوں کو دو تہائی اکثریت حاصل ہے' یہ اتحاد مشرف کو آسانی سے Sack کر سکتا ہے' اگر صدر مشرف کا مواخذہ ہوتا ہے یا ان کے اقدامات کی پارلیمنٹ توثیق نہیں کرتی تو ایوان صدر کے دروازے سیدھے اڈیالہ جا کر کھلیں گے۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ صدر مشرف کے آئین کے آرٹیکل 6 سے بچ کر نکلنے کے راستے مسدود ہو رہے ہیں۔پیپلز پارٹی ان کی حامی نہیں' اسے اپنی شہید بی بی کی جلاوطنی کے مصائب اور آصف علی زرداری' یوسف رضا گیلانی' احمد مختار اور دیگر رہنماؤں پر جیل کے الام یاد ہیں' اس نے جس دن مصلحت کو تیاگ دیا' تو اس کا ردعمل مسلم لیگ (ن) سے بھی شدید تر ہوگا' (ن) لیگ کے رویے سے کون واقف نہیں' پھر معاملات ان ججوں کے ہاتھوں میں ہوں گے جو انصاف کی بالادستی کی خاطر جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے میں ایمانداری اور دیانتداری سے جو فیصلہ ہوگا' اس کا تصور بھی ایوان صدر کیلئے بھیانک خواب کی طرح ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

ظلم کی حکمرانی......انصاف کی حکمرانی

جمہوری اور اتحادی حکومت کے قیام سے قبل مہنگائی اور لاقانونیت کا دور دورہ تھا' عوام نئی حکومت سے جو امیدیں لگائے بیٹھے تھے' وہ قطعی پوری نہیں ہوئیں۔ بجٹ کی صورت میں اعداد شمار کا گورکھ دھندہ قوم کے سامنے رکھ دیا گیا۔ اڑھائی ماہ میں عوام کو مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملا' بجٹ میں جو اعلانات ہوئے ہیں' اس پر بھی مخصوص حلقہ تو مطمئن ہوسکتا ہے' عام آدمی بدستور پریشانی میں مبتلا ہے۔ کم ازکم تنخواہ چھ ہزار کرنے کا اعلان کیا گیا' اس پر عملدرآمد کون کرائے گا؟
آجر اجیر کو اس کے خون پسینے کی کمائی دینے پر تیار نہیں' اڑھائی تین ہزار سے عموماً زائد تنخواہ کہیں کہیں دی جاتی ہے۔ چھ ہزار کے احکامات پر عملدرآمد اسی مشینری نے کرانا ہے جو امن وامان کے قیام اور مہنگائی کے خاتمے پر کراتی ہے جس کا حشر سب کے سامنے ہے۔ قوانین بنانا آسان اس پر اس کی روح کے مطابق عمل کرانا ہی اس کا اصل ہے۔
گندم کا بحران بدستور جاری ہے' اوپر سے اس کے مزید مہنگا کئے جانے کا اعلان کردیا گیا۔ یہ اعلان ''انہے واہ'' کیا گیا' گندم جو مارکیٹ میں آرہی ہے' وہ یکدم سٹاپ ہوگئی۔ ذخیرہ اندوز کے ساتھ کسان اور کاشتکار بھی اس کو تب مارکیٹ میں لائے گا' جب نئے نرخ سامنے آئیں گے۔ آٹے کی مزید اور شدید قلت پیدا ہوگی' گندم کیا ہر زرعی جس کی قیمت میں اس قدر اضافہ ضروری ہے' جس سے کسان زمیندار اور کاشت کار خوشحال ہو' لیکن عام اور غریب آدمی کا گلہ دبانے کی قیمت پر نہیں' گندم کی قیمت بے شک 15 سو روپے فی چالیس کلوگرام کردی جائے لیکن عام آدمی کو آٹا سستے داموں ملنا چاہئے۔ جس کیلئے سبسڈی کی ضرورت ہے۔ سبسڈی کی صورت میں ہونے والا خسارہ حکومت گندم کی برآمد سے پورا کرے۔ گنے کے گزشتہ سیزن میں شوگر ملز مالکان نے بھرپور اور ناجائز پیسہ کمایا' سیزن کے آخر میں گنے کی خریداری سے انکار کردیا۔ بعض علاقوں میں کسانوں نے گڑ بنانے والوں کو گنا 45 روپے فی من فروخت کیا' کئی کو فصل جلانا پڑی' اس غریب ناری کی وجہ

Marfat.com

سے گنے کی فصل بڑے رقبے پر کاشت نہیں کی گئی' پیش بندی نہ ہونے کا نتیجہ اگلے سال چینی کی مزید قلت کی صورت میں سامنے آئے گا۔

18 ر فروری کے بعد کافی عرصہ تک خودکش حملوں اور دھماکوں کا سلسلہ بند رہا' اس کی وجہ قومی رہنماؤں کا دہشت گردی کے خلاف نام نہاد کے بارے میں بھرپور موقف تھا۔ پھر نواز شریف کی پارٹی کے وزراء حکومت سے الگ ہوئے تو امریکی انتظامیہ کے خلاف موقف پر گرفت بھی ڈھیلی پڑتی چلی گئی اور نئی حکومت کے بھی امریکی نواز ہونے کا تاثر ابھرا تو خودکش حملے پھر شروع ہو گئے۔ امریکی پہلے ہی تاڑ میں بیٹھے تھے' انہوں نے حکومت کو بے بس پایا تو شمالی علاقہ جات میں بمباری کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اب تو میجر سمیت سات فوجی بھی شہید ہوئے۔ امریکہ نے اس حملے کا اعتراف ہی نہیں کیا بلکہ اگلے روز پھر بمباری کر دی۔ حکومت سوائے احتجاج کے کچھ نہ کر سکی۔

ہر حکومتی ادارے کے معاملات بگڑے ہوئے ہیں' حکومت اس کا ذمہ دار وکلاء تحریک کو قرار دے رہی ہے' جس کی حیثیت سفید جھوٹ سے زیادہ نہیں۔ عدلیہ کا بحران مشرف حکومت نے پیدا کیا' موجودہ حکومت نے جاری رکھا ہوا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ ظلم کی حکمرانی تو چل سکتی ہے' ناانصافی کی نہیں۔ پہلے 9 ر مارچ پھر 3 ر نومبر 2007ء کو انصاف کو قتل کر دیا گیا' اس کی پاداش میں جو عدلیہ سامنے آئی' اس کی کارکردگی اور انصاف کی فراہمی سب کے سامنے ہے۔ سیاست دان' اپوزیشن میں ہوں تو ان کا آزاد عدلیہ کا موقف حکومت میں آنے کے بعد بدل جاتا ہے۔ یہی کچھ آج ہماری جمہوری حکومت کر رہی ہے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت دیگر ججوں کی بحالی اور عدلیہ کی آزادی کے حوالے سے پیپلز پارٹی کا موقف بدل چکا ہے۔ اب اپنے وکلاء کو تحریک چھوڑنے پر مائل اور قائل کیا جا رہا ہے۔ لیکن اعتزاز احسن اور ان جیسی سوچ کے حامل وکلاء ججوں کی بحالی کو اپنا مشن بنا چکے ہیں۔ انسانیت کے تقاضے کے ساتھ پیشے کے حوالے سے یہ لوگ پہلے وکیل اور پھر سیاست دان ہیں' پیپلز پارٹی کے ہچکچاہٹ کا شکار وکلاء کو پارٹی سے وابستگی رکھنے کے ساتھ ساتھ وکلاء تحریک کی حمایت کو پہلی ترجیح دینی چاہئے۔ اب تو جج بھی سڑکوں پر آ گئے ہیں۔ معزول ججوں کی بحالی کے بغیر عدلیہ آزاد نہیں ہو سکتی' عدلیہ آزاد نہ ہوئی تو ملک میں انصاف نہیں ہو گا' انصاف کے بغیر بقول حضرت علیؓ حکمرانی نہیں چل سکتی۔

جمہوری حکومت بے شمار بحرانوں میں گھری ہوئی ہے۔ جس کا واحد حل عدلیہ کی آزادی اور اس کے خلاف سازشیں کرنے والوں کی بیخ کنی ہے۔ حکومت جتنا جلد اس معاملے سے جان چھڑائے گی'

Marfat.com

ملکی استحکام اور خود حکومت کیلئے بہتر ہوگا۔ آج آدھی سے زیادہ وزارتیں خالی پڑی ہیں' عوام پریشان ہیں' ادارے تباہی' کی طرف مائل ہیں' معزول ججوں کی بحالی کا ایگزیکٹو آرڈر جاری کر دیا جائے تو نواز شریف کے وزراء واپس آجائیں گے تو بہت سے بحران اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

☆☆☆

عوام روٹی کے ساتھ انصاف بھی مانگتے ہیں

میاں بیوی دونوں پنشنر تھے' خوددار جوڑے کا پنشن کا کیس کہیں پھنسا تھا' نوبت فاقوں تک آگئی' کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا تو بھوک سے دم توڑ گئے۔ لوگوں نے کیسے لاشیں دریافت کیں اور کفنایا' دفنایا یہ الگ داستان ہے لیکن اگر ان کو انصاف مل گیا ہوتا تو شاید مفلسی بے کسی اور بے بسی کی موت نہ مرتے۔ یہ واقعہ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے گزشتہ سال فیصل آباد آمد پر وکلاء سے خطاب کرتے ہوئے بیان کیا۔ یہ افتخار محمد چودھری ہی تھے جو ایسے معاملات کا از خود نوٹس لیتے' وہ جو دو پونے دو سال چیف جسٹس سپریم کورٹ رہے' ہزاروں لوگوں کو گھر کی دہلیز پر مفت انصاف کی فراہمی ہوتی رہی۔ یہ جوڑا بھی اگر کسی طریقے سے اپنی چِٹ وہاں تک پہنچا دیتا تو امید تھی کہ ان کو انصاف مل جاتا۔ موت برحق ہے لیکن وہ بے بسی کی موت تو نہ مرتے۔

حضرت علی کا قول ہے کہ معاشرہ ظلم کے ساتھ تو رہ سکتا ہے عدل کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آج ہم اپنے اردگرد دیکھیں تو ناانصافیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے۔ مسائل کو دیکھ کر انصاف فراہم کرنے کی بے شمار مثالیں ہیں۔ قوانین موجود ہیں صرف ان پر عمل درآمد ہوتا ہے جو کرتا دھرتا لوگوں کے مفاد میں ہیں۔ کیا مہنگائی کو کنٹرول کرنے کی کبھی کوشش کی گئی ہے؟ اگر کی گئی تو اس کا کیا نتیجہ سامنے آیا؟ ملاوت کا سدباب کیوں نہیں ہو رہا؟ اربوں کے قرضے کیوں معاف ہوتے ہیں؟ سزا یافتہ لوگوں کے ہاتھ میں ہماری تقدیر کیوں تھی؟ سٹیل ملز کی طرز پر نجکاری کیوں ہوتی رہی؟ یہ ناانصافیاں ہی ہیں جن کی وجہ سے معاملات قتل و غارت اور خودکشیوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ آصف علی زرداری نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ لوگوں کو روٹی نہیں' صدر مشرف سے چھٹکارا چاہئے۔ یہ تو

Marfat.com

بار بار فرما چکے ہیں کہ لوگ جسٹس افتخار کی بحالی نہیں روٹی مانگ رہے ہیں۔ جسٹس افتخار محمد چودھری نے اپنی کارکردگی سے ثابت کیا کہ وہ بلاامتیاز تیز ترین اور سستے ترین انصاف کی فراہمی کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کی اسی خوبی کی بناء پر لوگ ان کی بحالی کی خاطر سڑکوں پر آ گئے۔ ان کو یہ امید تھی کہ ان کے حصے کی روٹی کوئی دوسرا نہیں چھین سکے گا۔ لوگوں کو جسٹس افتخار محمد چودھری کی ذات سے دلچسپی نہیں ان کے کردار سے دلچسپی ہے' ان کے انصاف کی فراہمی کے معیار سے دلچسپی ہے۔

سٹیل ملز جیسے ادارے کے اونے پونے بیچے جا رہے ہیں' اپنا اربوں روپے کا کمشن کھرا کرنے کیلئے کھربوں کی جائیدادیں آدھی سے بھی کم قیمت پر بیچ دی جاتی ہیں۔ اس کمشن مافیا کو اپنی دولت کے انباروں کا اندازہ نہیں' رشوت کا بازار گرم ہے' معمولی جرائم کے کیسوں میں سالوں قید کی سزا اور جرمانے سنا دیئے جاتے ہیں۔ بڑی مچھلیاں محفوظ رہتی ہیں' حتیٰ کہ لوٹ مار کرنے والوں کو مزید لوٹ مار کیلئے وزراء مشیر اور گورنر تک لگا دیا جاتا ہے۔

دوسری طرف ایک ایسی مخلوق بھی اسی دھرتی اور سرزمین پر موجود ہے جو خون پسینہ ایک کر کے بھی اپنے بچوں کا پیٹ نہیں پال سکتی۔ ان کے تعلیمی اخراجات پورے نہیں کر سکتے' ان کی بیٹیاں محض اس وجہ سے گھر بیٹھی بوڑھی ہو جاتی ہیں کہ معمولی سے جہیز کا بھی بندوبست نہیں ہو پایا۔ علاج کیلئے سرکاری ہسپتال موجود ہیں لیکن غریب لوگ ادویات کے پیسے نہ ہونے کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں جبکہ حکمرانوں کا نہ صرف علاج فری ہے بلکہ بیرون ممالک جانے کی صورت میں ٹی اے ڈی اے بھی ملتا ہے۔ بیماری جہاں غریب آدمی کیلئے زحمت' وہیں امیروں کیلئے رحمت سمجھی جاتی ہے۔

اگر معاشرے میں انصاف کا دور دورہ ہو تو عدالتیں فیصلے کرنے میں آزاد ہوں اوپر سے حکم ملنے پر نواز شریف کو نااہل قرار دینے کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں' وسائل پر سب کا حق ہو' انصاف بلاامتیاز اور سستا ہو تو روٹی کی کمی جیسے مسائل کا کسی کو سامنا نہ کرنا پڑے' قوانین موجود ہیں' ان پر عملدرآمد کرانے کی ضرورت ہے۔ جو انتظامیہ کا فرض ہے۔ انتظامیہ کوتاہی کرے تو اس پر عدلیہ کی ہی گرفت ہو سکتی ہے۔ عدلیہ بااختیار ہو تو ہر کوئی اپنی حدود میں رہے' عدلیہ کو محکوم بنا دیا جائے تو انتظامیہ بے لگام ہو گی اس کا منطقی نتیجہ معاشرے کے بے مہار ہونے کا ہے۔ جس کا ہم آج کل مظاہرہ دیکھ رہے ہیں۔

Marfat.com

عوامی واقعتاً روٹی مانگتے ہیں ساتھ انصاف کے بھی طلب گار ہیں، جس کے بغیر ہر آدمی کیلئے روٹی کا حصول ممکن نہیں، اس حوالے سے قوم کی تمام امیدیں جسٹس افتخار محمد چودھری اور دیگر معزول ججوں کی بحالی سے لگی ہوئی ہیں۔

☆☆☆

متفقہ مواخذہ

صدر پرویز مشرف قوم کو مرحلہ وار جمہوریت کی بحالی کی نوید سناتے رہے، ساتھ یہ بھی کہتے رہے کہ اصل جمہوریت وہی ہے جو ان کے زیر سایہ چل رہی ہے اور پل رہی ہے۔ اس مشرف یافتہ جمہوریت میں کسی کو دم مارنے کی جا نہیں تھی۔ شہید بینظیر بھٹو اور میاں محمد نواز شریف کو اپنے ہی وطن میں قدم رکھنے سے زبردستی روکا گیا تھا۔ بینظیر بھٹو واپس آئیں تو ان کو گرفتار تو نہیں کیا گیا لیکن کچھ دنوں بعد دنیا سے اٹھا دیا گیا۔

مکمل ٹرانزیشن آف پاور تو انتخابات کے بعد جمہوری حکومت کو اختیارات کی مکمل تفویض کے باعث ہی ہونی تھی لیکن جنرل (ر) پرویز مشرف نے جمہوری حکوت میں بھی اپنے کردار کا ایک پہلو نکال لیا۔ دھونس سے اپنی مرضی سے بنائی ہوئی اسمبلی سے اس وقت اعتماد کا ووٹ لے لیا جب خود اس کی آخری سانسیں چل رہی تھیں۔ 18 رفروری کے انتخابات کے نتیجے میں معرض وجود میں آنے والی حکومت مشرف کے بطور صدر موجودگی میں جمہوریت کے ساتھ ساتھ آمریت یا آمریت کے ساتھ ساتھ جمہوریت ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ پارلیمانی سسٹم صدر کے پاس بے پناہ اختیارات کے باعث نیم مردہ ہے۔ یہ سسٹم پارلیمانی بھی اور صدارتی بھی بعض حالتوں میں یہ نہ پارلیمانی تھا نہ صدارتی۔

جمہوریت کی بحالی کا آخری مرحلہ اسی صورت مکمل ہونا تھا جب صدر مشرف تمام اختیارات جمہوری حکومت کے حوالے کر کے گھر چلے جاتے لیکن اب تک کی صورتحال کے مطابق یہی نظر آتا ہے کہ وہ باعزت واپسی پر تیار نہیں ہیں۔ اتحادی حکومت نے مواخذے کا اعلان تو 7 اگست کو کیا ہے اس سے پہلے کبھی واضح اور کبھی دبے لفظوں میں اس کا اظہار کیا جاتا رہا، جس پر صدر نے بڑے طمطراق

Marfat.com

سے کہا کہ وہ اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا جواب پارلیمنٹ میں دیں گے۔ کس پارلیمنٹ میں؟ جس میں جا کر آئینی تقاضے پورے کرنے کیلئے انہوں نے سالانہ خطاب کرنا ہوتا تھا لیکن وہ اس آئینی تقاضے کو پورا کرنے میں ناکام رہے۔ آج قومی اسمبلی میں ان کے حامیوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ صدر صاحب تو اس وقت بھی خطاب نہ کر سکے جب پورا ایوان لوٹوں اور بے ضمیروں سے بھرا ہوا تھا۔ جن کو لال مسجد میں روتے بلکتے سسکتے اور چیختے معصوم بچے اور بچیاں نظر آئیں نہ قبائلی علاقوں میں امریکی بمباری سے خون میں نہائے بے گناہ لوگ ان کے دلوں پر اثر کر سکے۔ ہو سکتا ہے کہ اب ان کے اندر کا کمانڈو جاگ گیا ہو اور انہوں نے واقعتاً پارلیمنٹ میں اپنی صفائی پیش کرنے کا عزم کر لیا ہو۔

ابھی اتحادی حکومت نے باقاعدہ چارج شیٹ جاری نہیں کی' نواز شریف کے ساتھ مشرف نے جو سلوک کیا' وہ اسے بھلا پائے ہیں نہ بھلا پائیں گے۔ ان کی ٹیم ایک ایک ثبوت اکٹھا کر چکی ہے۔ چارج شیٹ کی صورت میں وہ سامنے آئیں گے تو کوئی ان کو غلط کہے گا کوئی صحیح۔ پارلیمنٹ اس وقت ان کے مواخذے کی پوزیشن میں ہے۔ 7 اگست کو آصف علی زرداری اور میاں نواز شریف نے مشترکہ پریس کانفرنس میں ان کے مواخذے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ صدر مشرف کی ٹیم ہاتھ پاؤں ضرور مارے گی۔ اتحادی حکومت کے پاس مواخذے کیلئے ضروری ووٹوں کی تعداد سے سات آٹھ ووٹ زائد ہیں۔ یہ خاطر خواہ اکثریت نہیں۔ اس صورت میں جب کہ 58(2)B کا اختیار صدر کے پاس ہے۔ پیسے کی کمی نہیں' چودھری پرویز الٰہی خود کو نمبر گیم کا ماہر قرار دیتے ہیں' ایسے میں دس بارہ بندوں کو ساتھ ملا لینا ناممکن نہیں ہے۔ خدا کرے تمام گیم فیئر طریقے سے ہو۔ ہارس ٹریڈنگ کی لعنت ایک بار پھر قوم کو نہ دیکھنے کو ملے اگر صدر مشرف کے خلاف مواخذے کی تحریک کامیاب ہو جاتی ہے تو ان کے خلاف پیش کی گئی چارج شیٹ سچ ثابت ہو جائے گی' اس صورت میں ایک طرف صدر صاحب پوری دنیا میں بدنام ہوں گے' دوسری طرف آرٹیکل چھ بھی ان کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ ق لیگ کا کوئی اعتبار نہیں' یہ کب کی بکھر گئی ہوتی اگر مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کے درمیان دراڑیں نہ پڑتیں۔ ق لیگ کی قیادت نے اپنے سینیٹرز ایم این ایز اور ایم پی ایز کو یہ جھانسہ دے کر متحد رکھا ہوا ہے کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کا اتحاد ٹوٹنے والا ہے۔ ادھر اتحاد ٹوٹا ادھر ہم لوگ حکومت بنائیں گے۔ ضروری نہیں ق لیگ آخری وقت تک صدر کا ساتھ دے۔ جب ان کو مشرف کا مواخذہ یقینی نظر آئے گا تو ان کو مشرف سے ق لیگ کو انتخابات میں

Marfat.com

شکست سے بچانے کیلئے اپنا کردار ادانہ کرنے کا بدلہ لینے کا موقع مل جائے گا۔ وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کو اعتماد کا ووٹ دینے کی طرح یہ صدر مشرف کے خلاف ووٹ دینے پر بھی تیار ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ صدر مشرف کے خلاف مواخذے کی تحریک متفقہ طور پر منظور ہو جائے' صدر مشرف کے پاس بہت سی قباحتوں' الزامات اور بدنامیوں سے بچنے کا اب بھی راستہ ہے' وہ خاموشی سے استعفیٰ دے کر گھر چلے جائیں۔ میاں نواز شریف ان کی طرح سنگ دل نہیں کہ آئین کے آرٹیکل چھ کا پھندا اٹھائے ان کے پیچھے پڑ جائیں۔

اتحادی حکومت کی طرف سے صدر کے مواخذے کا فیصلہ جہاں خوش آئند ہے' وہیں معزول ججوں کی بحالی کو لٹکا کر مواخذے کے بعد لے جانا قابل مذمت بھی ہے۔ ججوں کو فوری طور پر بحال کر دینا چاہئے تھا۔ وزارت قانون نے جب سندھ کے آٹھ ججوں کی بحالی کی سمری تیار کی اور منظور بھی کرالی' اس سے بڑا کیا اعتراف ہو سکتا ہے کہ ججوں کی بحالی کیلئے صرف ایک ایگزیکٹو آرڈر ہی کافی ہے۔ حکومت خود ان کو تنخواہیں بھی دے رہی ہے' وزیر قانون خود کہہ رہے ہیں کہ حلف اٹھالیں تو ان کو پرانی سنیارٹی بھی مل جائے گی۔ ججوں کو مواخذے سے قبل بحال نہ کرنا مواخذے کو بھی مشکوک بنا دیتا ہے۔ پیپلز پارٹی میں موجود ایک موثر گروپ معزول ججوں خصوصی طور پر جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی نہیں چاہتا' ان کی جسٹس افتخار محمد چودھری سے یکطرفہ مخاصمت دشمنی کی حد تک ہے اور اس گروپ نے اپنی مخالفت چھپانے کا کبھی تکلف بھی نہیں کیا۔ وہیں مسلم لیگ (ن) کے کچھ اہم لوگ بھی در پردہ اس گروپ کی حمایت کرنے میں کالی بھیڑوں کا کردار ادا کر رہے ہیں' 58 ٹو بی استعمال ہوتی ہے کہ معزول ججوں کی بحالی کی صورت میں یہ جمہوریت کیلئے ڈھال ثابت ہوں گے۔

☆☆☆

مشرف کے طیارے کا رخ

اتحادی حکومت کی پالیسی سے صدر پرویز مشرف بالکل تنہا ہو چکے ہیں۔ ان کے خلاف مواخذے کا اعلان ہوا تو ق لیگ کی قیادت پینترے بدلتی رہی ساتھ اس کے غبارے سے ہوا نکلتی اور ارکان

Marfat.com

جھڑتے ہوئے بکھرتے رہے۔ آج قومی اسمبلی اور سینٹ میں ان کے حامیوں کی تعداد سینکڑوں میں نہیں درجنوں میں ہے لیکن ان سے بدلہ لینے والی مسلم لیگ ق کی قیادت کہہ رہی ہے شیر بنو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

صدر کا انتخابی حلقہ قومی اسمبلی سینٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیاں ہیں پنجاب اسمبلی میں 321 کے مقابلے میں صدر کے حق میں ووٹ دینے والوں کی تعداد 25 تھی سرحد میں صرف 4 ایم پی ایز کو صدر مشرف پر رحم آ گیا سندھ اور بلوچستان میں ایک بھی ان کا حامی نہیں تھا۔ قومی اسمبلی کے 315 سے زائد ارکان کھل کر مواخذے کی حمایت کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں صدر مشرف جو آج تک اخلاقیات کا درس دیتے رہے ہیں ان کو اخلاقی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے ازخود مستعفی ہو جانا چاہئے لیکن ان میں سیاسی وژن کی شدید کمی ہے۔ وہ کسی معجزے کے منتظر ہیں۔

وہ پوچھتے ہیں میں نے کونسا غیر آئینی کام کیا؟ اس سوال پر یہی شعر سامنے آتا ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

ان کے جرائم کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن آصف علی زرداری نے سیاسی دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ ایسے الزامات خواہ وہ شدید ترین ہوں جن کے منظر عام پر آنے سے ملکی سلامتی پر حرف آتا ہو وہ ارکان کی فہرست میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔ آصف علی زرداری ایک اور دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معزول ججوں کی بحالی کا ایگزیکٹو آرڈر بھی جاری کر دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ بہر حال انہوں نے مواخذے کے بعد ججوں کی بحالی کا وعدہ کیا ہے جس پر اعتبار کرنا چاہئے۔

ایک اچھے سیاستدان میں مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیت ہونی چاہئے اور ہر اقدام سے اس کے اچھے برے اثرات کا ادراک ہونا چاہئے۔ اسی کو سیاسی وژن کہتے ہیں۔ صدر مشرف اچھے کمانڈو ہو سکتے ہیں اچھے کمانڈر ہو سکتے ہیں (حالانکہ کارگل ایڈونچر نے ان کی پیشہ ورانہ مہارت کو بھی داغدار کیا ہے) لیکن اچھے سیاستدان ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوئے۔ جس طرح کوئی سیاستدان اچھی جنگی حکمت عملی ترتیب نہیں دے سکتا' اسی طرح کوئی بھی جرنیل اچھی سیاست نہیں کر سکتا۔ وردی کے زور پر خود کو بہت بڑا سیاستدان اور عقل کل ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن ان میں جو سیاسی وژن ہے اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ وہ آخر کس بل پر کہتے ہیں آخری وقت تک مقابلہ

Marfat.com

کرونگا۔ان کے سیاسی وژن کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ ان کو دھکا دینے والے بھی نظر نہیں آتے موصوف نے عوام کے ساتھ جو کرنا تھا کیا فوج کو امداد پوری کی پوری اس کو پہنچانے کا اہتمام نہ کر کے اس کے ساتھ بھی ہاتھ کر گئے الیکشن کے ملنے والے 27 ارب روپے بھی پیاروں میں بانٹ دیئے گئے۔

ذوالفقار علی بھٹو ایک جرنیل کی قید میں تھے کہ عرب ممالک ان کی جان بچانے کیلئے سر توڑ کوششیں کرتے رہے۔ضیاء الحق نے خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر ان کی سزائے موت پر عمل درآمد نہ کرنے کا وعدہ کیا۔عرب ممالک ذوالفقار بھٹو کو پاکستان سے لے جانے پر اصرار کرتے رہے۔ضیاء الحق یہ وعدہ کر کے بھی مکر گئے۔نواز شریف جنرل مشرف کے زیر عتاب تھے تو سعودی عرب ان کو اپنے ہاں لے گیا۔صدر مشرف کو ترکی کی طرف سے اپنے ہاں قیام کی پیشکش کی تھی لیکن اب اس نے بھی اپنی پیشکش واپس لے لی ہے۔سعودی عرب ان کے لوازمات پورے نہیں کر سکتا۔کوئی ملک القاعدہ کے خوف سے ان کو پناہ دینے پر تیار نہیں۔

امریکہ یورپی یونین سمیت ہر اہم ملک سے صدر کے مواخذے کو پاکستان کا اندرونی معاملہ قرار دیا۔سوائے بھارت کے۔ان کو فکر ہے کہ مشرف جاتے رہے تو کشمیر میں مجاہدین پھر سے سرگرم ہو جائیں گے۔انتہا پسند اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔خدا کی قدرت دیکھئے 12 اکتوبر 1999ء کے مارشلائی اقدام کے بعد صدر مشرف نے ایک الزام یہ بھی لگایا تھا کہ ان کا طیارہ اترنے نہیں دیا جا رہا تھا اس کا رخ بھارت کی طرف موڑنے کو کہا جا رہا ہے۔آج خود ان کے طیارے کا رخ بھارت کی طرف ہے۔صرف بھارت ایسا ملک بچا ہے جو ان کو پناہ دینے پر آمادہ ہے۔شاہ ایران کو بھی ہر جگہ سے دھتکارا گیا تو بالآخر مصر نے پناہ دے دی حالات ایسی نہج پر پہنچ جائیں تو لوگ خودکشی کر لیتے ہیں امید ہے کہ صدر مشرف متوقع حالات کا آئین کے آرٹیکل 6 سمیت بہادری سے مقابلہ کریں گے۔

☆☆☆

Marfat.com

مشرف کا استعفیٰ - جمہوریت کی فتح

وکلا کی جدوجہد رنگ لے آئی۔ وہ آمریت جس سے سرٹکرا کر سیاسی قوتیں بے بس ہو چکی تھیں۔ قوم پریشان تھی۔ وکلاء کی جدوجہد کے آگے نہ ٹھہر سکی۔ اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے ہر ادارہ تباہ کر دیا گیا۔ عدلیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ 60 ججوں کو بندوق کی نوک پر ان کے عہدوں سے ہٹا کر نظر بند کر دیا گیا۔ پاکستان کا دفاع ناقابل تسخیر بنانے والے محسن پاکستان کو پہلے ہی قید کر کے رکھا ہوا تھا۔ محترمہ بینظیر بھٹو کی شہادت بھی اسی آمرانہ دور میں ہوئی۔ 1999ء میں جمہوری حکومت پر شب خون مارنے والی آمریت وہ گدھی ثابت ہوئی جس نے بالآخر بم کو دولتی ماری اور عدلیہ کے خاموش بم نے بالآخر صرف ایک سال پانچ ماہ میں آمریت کو چاروں شانے چت کر دیا۔

اب صدر مشرف قصہ ماضی بن چکے ہیں ان کو آخری تقریر کا موقع فراہم کیا گیا۔ دنیا کو اخلاقیات کا سبق دینے والے ڈکٹیٹر کو اخلاقیات بھول گئی تھیں۔ یہ ان کی بوکھلاہٹ تھی یا جان بوجھ کر ایسا کیا دونوں صورتوں میں دانش مندوں کے لئے اس میں عبرت کا سامان ہے۔ انہوں نے جان بوجھ کر ''میرے ہم وطنوں السلام علیکم'' نہیں کہا۔ جاتے ہوئے پاکستان زندہ باد کہنے کو شاید اپنی توہین سمجھا۔ ''پاکستان کا خدا حافظ'' کہنا بھی ان کے ذہن کا خناس تھا۔ پاکستان کو کچھ نہیں ہونے والا یقیناً یہ خدا کی حفاظت میں ہے۔ اللہ نے تو پاکستان کو اس وقت بھی محفوظ مامون رکھا جب وہ ایوب' ضیاءالحق اور پرویز مشرف جیسے آمروں اور غیر ذمہ دار لوگوں کے رحم و کرم پر تھا۔

صدر مشرف کو اقتدار اس وقت چھوڑ دینا چاہیے تھا جب 20 جولائی 2007ء کو سپریم کورٹ نے چیف جسٹس سپریم کورٹ جسٹس افتخار محمد چودھری کو بحال کر دیا تھا لیکن عزت سے جانا ان کی قسمت

Marfat.com

میں نہیں لکھا تھا۔ دوسرا موقع ان کے لئے اقتدار سے علیحدگی کا 27 دسمبر کو محترمہ بینظیر بھٹو کی شہادت تھا۔ تیسرا 18 فروری کے انتخابات کے نتائج کا اعلان تھا جب قوم نے ان کی کنگز پارٹی کو بُری طرح مسترد کر دیا اور آخری موقع مواخذے کی تحریک کا اعلان تھا لیکن ان کے مشیروں نے اپنی کروڑوں کی فیسیں کھری کرنے کے لئے ڈٹ جانے کا مشورہ دیا۔ چارج شیٹ سامنے لانے کے اعلان کرائے گئے۔ عدالتوں سے رجوع کرنے پر قائل کیا گیا۔ ان میں سیاسی معاملات کے ادراک کا قطعاً وژن نہیں تھا۔ سیاسی قائدین نے ایسے ہی انداز میں استعفیٰ مانگا جیسا خود سابق صدر پرویز مشرف نے افتخار محمد چودھری سے مانگا تھا۔ افتخار محمد چودھری حق پر تھے سچ پر تھے وہ اپنی ''ناں'' پر ڈٹ گئے۔ صدر پرویز مشرف وردی اتارنے کے بعد تنہا ہو گئے۔ ان کو ڈٹ جانے کا مشورہ دینے والے اصل میں ان کا مذاق اڑا کر تالیاں بجانا چاہتے تھے۔ وہ واقعی ڈٹے ہوئے تھے جیسا انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے ساتھ تو ان کا سایہ بھی نہیں ہے تو استعفیٰ دے گئے۔ کم از کم الزامات سے بھرپور چارج شیٹ کا سامنا کرنے سے بچ گئے اور کسی حد تک آئین کے آرٹیکل 6 سے وقتی طور پر گلو خلاصی کرالی۔ مشرف کو استعفے پر مجبور کرنا وکلا کی جدوجہد کا عظیم کارنامہ ہے۔ وکلا کی جدوجہد جاری ہے معزول ججوں کی بحالی تک جاری رہے گی۔ حکومتی اتحاد نے پرویز مشرف کی چھٹی کے ساتھ ہی ججوں کی بحالی کا وعدہ کیا تھا ان کی چھٹی ہو چکی' وکلا نے یوم نجات منا لیا' سیاہ رات ختم ہونے پر بار ایسوسی ایشنوں کی عمارتوں سے سیاہ پرچم اتار لئے گئے ہیں۔ سیاہ رات کے ختم ہونے کے بعد صبح نو کے طلوع ہونے کا انتظار ہے۔ وکلا نے ایک جشن ''مشرف سے نجات'' کا منایا دوسرا اتحادی حکومت کی طرف سے ججوں کی بحالی کے اعلان پر منانے کی تیاریاں جاری ہیں۔ معزول جج، عظیم جج یقیناً میاں نواز شریف اور آصف علی زرداری کے وعدے کے مطابق جلد بحال ہوں گے۔ یقیناً کوئی بھی نہیں چاہے گا کہ عدلیہ کو غلام بنانے کی کوشش کرے اور پرویز مشرف جیسے انجام سے دوچار ہو۔

☆☆☆

Marfat.com

ججوں کی عدم بحالی جمہوری حکومت کے بس کا روگ نہیں

انتخابات میں قوم کے سامنے دو بڑے اشو تھے، صدر پرویز مشرف سے ان کی باقیات سمیت چھٹکارہ اور جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت تین نومبر 2007ء کی شام کو معزول کئے گئے سپریم کورٹ و ہائیکورٹ کے ججوں کی بحالی، یہ دونوں اشو ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ 9 مارچ 2008ء کو اعلان بھوربن میں مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی نے اپنی حکومت کے قیام پذیر ہونے کے بعد ایک ماہ کے اندر ججوں کی بحالی کا اعلان کیا یہ مدت ختم ہونے کے بعد پھر ایک نئی ڈیڈ لائن کا اعلان کیا گیا اس کا حشر بھی سب کے سامنے ہے۔ 7 اگست کو صدر مشرف کے مواخذہ کا اعلان کیا گیا مشترکہ اعلامیہ اتحادی حکومت کے بڑے پارٹنر آصف علی زرداری نے پڑھا اس کے مطابق مواخذے کے فوری بعد ججوں کی بحالی کا اعلان کیا گیا اعلان اسلام آباد کے مطابق جو کچھ کیا گیا تھا سب کچھ ویسا ہی ہوا سوائے ججوں کی بحالی کے ججوں کی بحالی کو پھر سے کھٹائی میں ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قوم نے مواخذے کے فوری بعد کے الفاظ کو اسی سنس میں لیا جس میں یہ الفاظ استعمال ہوئے تھے اس میں کسی لیت و لعل اور آئیں بائیں شائیں کی گنجائش نہیں تھی چاروں اسمبلیوں نے اپنی قرارداد میں صدر سے مستعفی ہونے یا دوبارہ اعتماد کا ووٹ لینے کا مطالبہ کیا تھا۔ صدر کے خلاف چارج شیٹ تیار کرنے کے لئے کمیٹی کا اجلاس بھی اعلان اسلام آباد کے مطابق ہوا۔ صوبائی اسمبلیوں کی قراردادوں کے عین مطابق صدر پرویز مشرف نے استعفیٰ دے دیا۔ مواخذے کی نوبت ہی نہ آئی اصولی طور پر حکومت کو چاہیے تھا کہ ججوں کو وعدے کے مطابق ایگزیکٹو آرڈر یا کسی بھی طریقے سے بحال کر دیتی لیکن قوم جو آمریت کی آخری اور بڑی نشانی کے رسوا ہو کر ایوان صدر سے نکلنے پر جشن منا رہی تھی، ججوں کی بحالی کو معرض التواء میں دیکھ کر مایوس ہو

Marfat.com

گئی۔ پیپلز پارٹی جس کا گراف صدر مشرف کے مواخذے کا اعلان ہونے پر تیزی سے اوپر چلا گیا تھا اس کو مزید اوپر لے جانے کے لئے ججوں کی بحالی ضروری تھی لیکن نہ جانے پیپلز پارٹی کو جسٹس افتخار محمد چودھری سے کیا خار ہے کہ ان کو بحال کرنے پر تیار نہیں کبھی مائنس ون ٹو کی بات کی جاتی ہے اور کبھی ان سے اور عبدالحمید ڈوگر سے استعفیٰ لینے کی بات کی جاتی ہے جسٹس ڈوگر نے پی سی او کے تحت سپریم کورٹ کے منع کرنے کے باوجود حلف اٹھایا۔ وہ استعفیٰ دیں اس کا جواز تو بنتا ہے جسٹس افتخار محمد چودھری کیوں استعفیٰ دیں؟ وکلاء سول سوسائٹی اور سیاسی حلقوں نے کیا اس لئے قربانیاں دیں اور خون بہایا کہ جسٹس افتخار محمد چودھری آخر پر استعفیٰ دے کر چلے جائیں۔ استعفیٰ انہوں نے کسی خوف کے باعث دینا ہوتا جو باوردی جرنیلوں کی دھمکیوں پر ۹ نومبر کو دے دیتے۔ لالچ پر استعفیٰ دینا ہوتا تو آج گورنر بلوچستان یا اپنے پسند کے ملک میں سفیر بنے ہوتے۔ موجودہ حکومت جمہوری ہے یہ آمریت کی طرح وکلاء اور سول سوسائٹی پر ظلم کر سکتی ہے نہ ججوں پر جبر۔ پھر کس ایماء پر ججوں کی بحالی لٹکا رہی ہے قوم خدا کا شکر ادا کرتی ہے کہ آمریت سے نجات ملی۔ ملک میں ایک نہیں مہنگائی، بجلی کی لوڈ شیڈنگ، بیروزگاری، خودکش دھماکوں اور امن و امان کی صورت حال، قبائلی علاقوں میں شورش سمیت بے شمار بحران ہیں حکومت کو تمام معاملات یکسوئی کے ساتھ حل کرنے کی ضرورت ہے۔ جب وکلاء سول سوسائٹی اور سیاسی جماعتیں ججوں کی بحالی کے لئے جلوس نکالیں گی مظاہرے کریں گی تو یکسوئی کہاں ہوگی۔ بحران مزید شدت اختیار کریں گے پرویز مشرف کو محفوظ راستہ دے کر طالع آزماؤں کے لئے راستہ کھلا چھوڑ دیا گیا ہے وہ مہم جوئی کر سکتے ہیں جمہوری حکومت گزشتہ فوجی حکومت کی طرح وکلاء تحریک کا مقابلہ نہیں کر سکتی گرتے پڑتے وکلاء تحریک کا مقابلہ کرتے کرتے وہ تو ڈیڑھ سال نکال گئی تھی جمہوری حکومت 6 ماہ بھی نہ نکال پائے گی یہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہ مارے۔ معزول ججوں کو فوری بحال کر کے قوم کو مکمل جشن منانے کا موقع فراہم کرے۔

☆☆☆

Marfat.com

پیپلز پارٹی کا مستقبل۔۔بام عروج یا اتھاہ پستی

18 رفروری کو انتخابات کے نتائج سامنے آئے تو پیپلز پارٹی سب سے بڑی پارٹی ثابت ہوئی۔ اس پارٹی کی کامیابی کی وجوہات میں غیر جانبدارانہ انتخابات اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی اعلیٰ قیادت سرفہرست تھیں۔ غیر جانبدارانہ اور آزادانہ انتخابات کا کریڈٹ بھی محترمہ بے نظیر بھٹو کو جاتا ہے جنہوں نے عالمی میڈیا میں مسلسل یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ صدر مشرف (ق) لیگ کو آگے لانے کیلئے دھاندلی کرائیں گے۔ غیر جانبدارانہ انتخابات کیلئے ان کی طرف سے صدر مشرف کو آرمی چیف کے عہدے سے دستبرداری پر مجبور کرنا تھا۔ صدر مشرف نے آرمی چیف کا عہدہ چھوڑا عالمی سطح پر مجوزہ دھاندلی کے منصوبے بے نقاب ہوئے تو مبینہ طور پر فوج تک نے انتخابات کے غیر جانبدارانہ انعقاد کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کیا۔ انتخابات شفاف ہوئے پیپلز پارٹی اس میں بڑی پارٹی بن کر ابھری لیکن بینظیر بھٹو اپنی پارٹی کی کامرانی دیکھنے کیلئے دنیا میں نہیں تھیں۔

حکومت سازی کے تمام معاملات آصف علی زرداری کے ہاتھ میں آئے تو کچھ لوگوں کا ماتھا ٹھنکا۔ کچھ کو گمان ہوا کہ ان سمیت ہر پارٹی کی اعلیٰ قیادت نے ماضی سے سبق سیکھا ہے' سیاست پر گہری نظر رکھنے والوں کی اکثریت کی رائے تھی کہ آصف علی زرداری پیپلز پارٹی کو بام عروج پر لے جائیں گے یا اس کو زمین کی اتھاہ پستیوں میں پھینک دیں گے اور ان کی زندگی میں پھر پیپلز پارٹی کبھی سنبھل نہیں سکے گی۔ آصف علی زرداری نے حکومت سازی کے دوران جس طرح صدر مشرف اور امریکہ کا دباؤ قبول کرنے سے انکار کر کے مسلم لیگ (ن) کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالا' پنجاب میں مسلم لیگ (ن) کیلئے حکومت کے قیام کی راہ ہموار کی' عوامی نیشنل پارٹی اور جے یو آئی سے معاملات ان کی شرائط پر طے کئے' صوبہ سرحد کے نام کا لٹکا ہوا دیرینہ مسئلہ حل کرایا' خود وزارت

Marfat.com

عظمیٰ کی دوڑ سے الگ ہو گئے۔ امین فہیم کو اسٹیبلشمنٹ سے قریبی ظاہر کر کے پارٹی اور عوام کی ہمدردی حاصل کرتے ہوئے یوسف رضا گیلانی کو وزیراعظم بنا دیا اور خود اپنے لئے گارڈ فادر کا کردار چنا۔ ایسے اقدامات سے دانشوروں کی پہلی رائے کو تقویت ملی۔

گو پیپلز پارٹی کی حکومت کو تباہ شدہ معیشت ملی' مہنگائی کا سیلاب جاری تھا' بیروزگاری عام تھی' سرحد اور بلوچستان دہک رہے تھے' انتخابات کے بعد سے خودکش دھماکے اور حملے رک چکے تھے' نواز شریف' آصف علی زرداری' یوسف رضا گیلانی اور فضل الرحمٰن نے امریکنوں کے سامنے اس عزم کا اظہار کیا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کے مزید کردار کا فیصلہ پارلیمنٹ کرے گی' ان بیانات کی سیاہی خشک بھی نہیں ہوئی تھی کہ امریکہ کے دھڑا دھڑ حملے شروع ہو گئے۔ طالبان کے ساتھ امن معاہدے ہو رہے تھے' ان کو سبوتاژ کر دیا گیا۔ خودکش حملے جو کئی ماہ سے بند تھے' پھر سے شروع ہو گئے۔ بجلی کی قیمت 12 سے 16 گھنٹے کی لوڈشیڈنگ کے باوجود بڑھا دی گئی۔ بھارت' سندھ' جہلم اور دریائے چناب پر 52 کے قریب ڈیم تعمیر کر رہا ہے' اس پر کوئی احتجاج کیا گیا نہ مذکرات میں معاملہ اٹھایا گیا پانی اور بجلی کی وافر فراہمی کی ایک امید کالا باغ ڈیم کی تعمیر تھی' اس منصوبے کو یکسر ختم کر دیا گیا۔ تیل کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ کیا گیا جس کا جواز عالمی سطح پر اس کی قیمت میں بے بہا اضافہ بتایا گیا لیکن گیس تو درآمد نہیں کی جاتی' اس کی پروڈکشن پر کوئی خاص خرچ بھی نہیں آتا اس کی قیمت میں اضافے کا کیا جواز بنتا ہے؟

صدر مشرف اور ان کے وزیراعظم پر باری باری غیر ملکی دوروں کے الزام نما طعنے دیئے جاتے تھے آج صورت اس سے بھی بدتر ہے۔ آج وزیراعظم ان کے باس ایک ساتھ غیر ملکی دوروں پر جاتے ہیں' مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ وزیراعظم اور وزیرخارجہ بھی ہدایات لینے کیلئے دبئ جاتے ہیں' مسلم لیگ (ن) بھی اس حوالے سے پیچھے نہیں' نواز شریف نے بھی پارٹی رہنماؤں کو مشورے کیلئے لندن طلب کیا۔

موجودہ ملکی صورتحال میں اہل ترین اور خود کو قوم و ملک کیلئے وقف کر دینے والی قیادت کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اہلیت خدا کی طرف سے عطا کردہ صلاحیت ہے لیکن مسائل حل کرنے کیلئے کمربستہ ہو جانا سیاستدانوں کے اپنے بس کی بات ہے۔ کونسا مسئلہ ہے جس کا قوم کو سامنا نہیں' کونسا بحران ہے جس سے ملک پھنسا اور الجھا ہوا نہیں' ان معاملات کو حل کرنے کیلئے قیادت کو دن رات ایک کر دینا چاہئے تھا لیکن افسوس ان کا ہنی مون ختم ہونے کو نہیں آ رہا۔ پاکستان کو امریکہ

Marfat.com

کی کالونی ثابت کیا جا رہا ہے' جس میں ہر حکم امریکہ کا چلتا نظر آتا ہے۔ تباہی کی طرف مائل معیشت مزید تباہ ہوگئی ہے۔ صدر مشرف اور ان کے حواریوں نے معیشت کے ٹیک آف کی خوشخبری سنائی اور کشکول توڑنے کے دعوے کئے۔ اس وقت کی اپوزیشن اس حکومت کو کشکول اٹھانے کا طعنہ دیتی تھی' آج خود کشکول اٹھائے گھوم رہے ہیں۔ وزیر دفاع یہ کہہ کر بزدلی کا اظہار کر رہے ہیں کہ تیس ہزار فٹ اونچے اڑنے والے امریکی طیاروں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ وزیر خارجہ صرف چالیس منٹ کی تقریر کیلئے بھارت یاترا پر چلے جاتے ہیں' معیشت کی کسی کو فکر نہیں۔ غریب کے دن بدلنے کی کسی میں آرزو نہیں۔ روٹی کپڑا اور مکان کی فراہمی کے اپنے ہی منشور پر عمل درآمد کرانے کی کسی میں امنگ نہیں۔ بیروزگاری اور خودکشیوں پر قابو پانے کا کسی میں یارا نہیں' مہنگائی روکنے کیلئے کسی کی خواہش نہیں۔

عالمی میڈیا نے گزشتہ تین ماہ میں کرپشن میں اضافے کی رپورٹ جاری کی ہے' گو اس حکومت کو 20 ارب روپے کے تجارتی خسارہ ورثے میں ملا ہے لیکن اس پر قابو پانے کی کوئی کوشش نظر نہیں آتی' ٹیکسوں کی وصولی کا ہدف 1250 ارب روپے مقرر کیا گیا ہے' ماہرین کے مطابق اگر حکومت اداروں میں ہونے والی لوٹ کھسوٹ پر قابو پالے تو وصولی 1700 ارب روپے تک ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کیلئے اہلیت لگن اور اعلیٰ سیاسی قیادت کی ضرورت ہے۔ موجودہ حالات میں اس کا زبردست فقدان ہے۔ ایسی صورت میں اس طبقے کی یہ رائے وزنی محسوس ہوتی ہے کہ آصف علی زرداری پیپلز پارٹی کو زمین کی پستیوں میں دے ماریں گے۔ اس رائے کو غلط ثابت کرنے کیلئے آصف علی زرداری کے پاس اب بھی وقت ہے وہ اپنی کامیابیوں کا آغاز معزول ججوں کی بحالی' صدر کے مواخذے سے کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

نواز شریف' زرداری اور مشرف کی مقبولیت

ایسا کون سا بحران ہے جس میں ہمارا ملک مبتلا نہیں' ہر طرف جلسے جلوس ہو رہے ہیں' سٹاک مارکیٹ کے سرمایہ دار بھی مظاہرے کر رہے ہیں' لوڈشیڈنگ اور مہنگائی کے ستائے ہوئے لوگ بھی سڑکوں

Marfat.com

پر آ چکے ہیں۔ 9 مارچ 2007ء کے بعد سے وکلاء آزاد عدلیہ کیلئے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں' یہ خون انگیز اور خون آمیز تحریک بن چکی ہے۔ عدلیہ کی آزادی کیلئے 100 کے قریب افراد جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں' زخمی اور معذور ہونے والوں کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے۔ وکلاء عدلیہ کی آزادی کے بغیر قدم پیچھے نہ ہٹانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔

اتحادی حکومت کے قیام کے بعد قوم کو توقع تھی کہ اسے ریلیف ملے گا' مہنگائی سے جان چھوٹے گی' بجلی کی لوڈشیڈنگ کا خاتمہ ہوگا' ملک میں امن قائم ہوگا' معزول ججز بحال ہوں گے' حکومت دہشت گردی کے خلاف جاری امریکی کی نام نہاد جنگ سے لاتعلقی ظاہر کریگی' یا کم از کم اس جنگ کے اثرات سے پاکستان محفوظ رہے گا لیکن سب الٹ ہوا۔ مہنگائی نہ صرف بڑھ رہی ہے بلکہ آٹے جیسی ضرورت زندگی کی اہم ترین چیز مہنگے داموں بھی دستیاب نہیں۔ 18 فروری کے بعد خودکش حملے رک گئے تھے' حکومت نے خود کو امریکہ کے سامنے صدر مشرف کا متبادل ثابت کرنے کی کوشش کی تو شمالی علاقہ جات میں لگی آگ کے شعلے پھر سے اسلام آباد تک بھڑکنے لگے۔ بجلی کی لوڈشیڈنگ میں بھی اضافہ ہوا' اوپر سے بجلی کے ساتھ گیس کے بل بھی بڑھا دیئے گئے۔ جس سے غریبوں کے ساتھ ساتھ متوسط اور سفید پوش طبقہ بھی متاثر ہوا۔ آج حکومتی کارکردگی پر قوم مایوس ہے۔ حکومتی رٹ کہیں نظر نہیں آتی' لگتا ہے ہر وزیر مشیر کو اپنی تقدیر بدلنے کی جلدی ہے۔ حکومت کو ججوں کی بحالی میں کوئی دلچسپی نہیں' معاملہ پارلیمنٹ کے ذریعے حل کرنے کی باتیں کی جا رہی ہیں' عملی طور پر کوئی قدم نہیں اٹھایا جا رہا۔

پاکستان کے عوام کی سوچ کیا ہے' اس کا اظہار پاکستان میں کئے گئے امریکی غیر سرکاری تنظیم کے سروے سے ہوتا ہے۔ امریکی ری پبلکن انسٹی ٹیوٹ کے سروے کے مطابق نواز شریف کی مقبولیت 80 فیصد' دوسرے نمبر پر ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی 72 فیصد ہے' 83 فیصد پاکستانی ججوں کی بحالی اور 71 فیصد عسکریت پسندوں سے مذاکرات چاہتے ہیں۔ صدر مشرف کی مقبولیت 9 اور چودھری برادران کی 8 فیصد بتائی گئی ہے۔ یقین تو نہیں آتا کہ صدر مشرف اور ان کے ساتھیوں کے نو فیصد عوام حامی ہوں اگر دوسرے لوگوں کی مقبولیت پر یقین کر لیا جائے تو صدر مشرف کی نو فیصد مقبولیت کو بھی مان لینا چاہئے لیکن اس کے ماننے نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ فرق اس وقت پڑے گا جب وہ لوگ اسے قبول کر لیں گے جن کی مقبولیت زمین پر آ رہی ہے' یا پہلے جیسی نہیں رہی' صدر مشرف سے تو اس سروے سے اثر لینے کی توقع عبث ہے۔ انہوں نے کوئی اثر لینا ہوتا تو

Marfat.com

انتخابات میں اپنی پارٹی کا حشر نشر دیکھ کر ان کو نہ صرف مستعفی ہو جانا چاہیے تھا بلکہ کسی جنگل کی طرف رخ کر جانا چاہیے تھا لیکن اقتدار ایسی چیز ہے کہ ''چھٹتی نہیں ہے کافر منہ کو لگی ہوئی'' عزت سادات بچائے جانے کیلئے بڑی غیرت اور دل گردے کی بات ہوتی ہے۔ صدر مشرف نے تو انتخابات میں ق لیگ کی عبرت ناک شکست سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ پیپلز پارٹی کی قیادت کو اپنی مقبولیت کا گراف تیزی سے گرنے پر فکر مند ہونا چاہیے۔ جو نواز شریف کے 82 فیصد کے مقابلے میں 45 فیصد ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو زندگی کے آخری دنوں میں اسی سروے کے مطابق ٹاپ پر تھیں، پیپلز پارٹی کو سوچنے کی ضرورت نہیں کہ اس کی مقبولیت میں کمی کیوں ہوئی؟ یہ نوشتہ دیوار ہے وہ آج بھی شہرت اور مقبولیت کی بلندیوں کو چھو سکتی ہے۔ اسے قوم کی آواز سننی چاہیے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے قبضے سے جان چھڑائے، ان کی حفاظت برقرار رکھی جائے، وہ جہاں جانا چاہیں بحفاظت جانے دیا جائے جس سے ملنا چاہیں ملنے دیا جائے، معزول ججوں کو وعدے کے مطابق بحال کر دیا جائے، عالمی مالیاتی اداروں کا مختلف مدات میں دی جانے والی سبسڈی کے خاتمے کیلئے دباؤ مسترد کر دیا جائے۔ ریاست میں سستے اور فوری انصاف کی فراہمی یقینی بنائی جائے گی تو مہنگائی، لوٹ مار، بدعنوانی اور بدامنی کا خود بخود خاتمہ ہو جائے گا۔ حکومت اپنی سمت سیدھی رکھے گی تو اس کی مقبولیت دن بدن بڑھتی رہے گی۔

دوسری صورت میں صدر مشرف اور ان کی ٹیم کی مقبولیت کا گراف سامنے ہے، پیپلز پارٹی کی قیادت کا گراف ابھی اس نہج تک نہیں پہنچا، مسائل یونہی رہے تو اس سے بھی نیچے جا سکتا ہے۔

قبائلی علاقوں میں آگ لگی ہوئی ہے، امریکہ اور اتحادی حملے کی دھمکیاں دے رہے ہیں، ایسی صورت میں قوم کو متحد کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ تمام سیاسی پارٹیوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کیلئے عدلیہ کی آزادی اور معزول ججوں کی فوری بحالی کے ساتھ ساتھ پارلیمنٹ میں موجود اور اس سے باہر تمام جماعتوں کی گول میز کانفرنس بلائی جائے تاکہ صورت حال سے نمٹنے کیلئے متفقہ لائحہ عمل طے کیا جا سکے۔

☆☆☆

Marfat.com

ججوں اور وکلاء کا امام

جسٹس افتخار محمد چودھری کے والہانہ استقبال نے ثابت کر دیا کہ وکلاء تحریک کمزور ہوئی ہے نہ تقسیم۔ مئی 2007ء کو جسٹس افتخار محمد چودھری راولپنڈی سے لاہور 26 گھنٹے میں پہنچے تھے۔ 24 جنوری 2009ء کو علامہ اقبال ائرپورٹ سے 9 گھنٹے میں پنجاب بار کونسل کے سامنے سجائے گئے پنڈال میں پہنچے۔ ائرپورٹ سے پنڈال تک ان کا جگہ جگہ استقبال ہوتا رہا۔ وکلاء کے ساتھ ساتھ سیاسی جماعتوں کے کارکن اور سول سوسائٹی کے لوگ بڑی تعداد میں موجود تھے۔ ان کی آمد سے تقریب کے خاتمے تک کہیں بدامنی نظر نہیں آئی۔ البتہ ائرپورٹ پر سیکورٹی فورس نے وکلاء اور صحافیوں کو بلاجواز تشدد کا نشانہ بنایا۔ پنجاب حکومت نے جسٹس افتخار کو چیف جسٹس آف پاکستان کا پروٹوکول دیا۔ مسلم لیگ ن کو آج بھی چیف جسٹس سمجھتی ہے۔ پنجاب اور مرکزی حکومت کے مابین تعلقات قابل رشک نہیں ہیں اگر ائرپورٹ پر ہونے والی دہشت گردی کو روکنے کے لئے پولیس بھیج دی جاتی تو حالات کیا سے کیا رخ اختیار کر لیتے؟ اس کا اندازہ ائرپورٹ پر محشر برپا کروانے والوں کو ہونا چاہئے تھا۔ ائرپورٹ پر جو کچھ ہوا اچھا نہیں ہوا اس کے بعد جو ہوا بہت اچھا ہوا۔

علی احمد کرد خواجہ شریف اور خلیل الرحمان رمدے کی تقاریر ولولہ انگیز فکر انگیز اور جوش و جذبہ سے معمور تھیں۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کا خطاب تقریب کا کلائمیکس تھا۔ ہزاروں وکلاء کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ 15 منٹ تک جب وکلاء ''چیف کی بحالی تک دھرنا ہوگا دھرنا ہوگا'' کے متواتر نعرے لگاتے رہے تو علی احمد کرد کو بھی باقاعدہ اعلان کرنا پڑا کہ 9 مارچ کو لانگ مارچ کے بعد چیف جسٹس کی بحالی تک دھرنا دیا جائے گا۔ گو ابھی دھرنے کے معاملات طے ہونا ہیں لیکن علی احمد کرد کے اعلان میں صاحب اقتدار لوگوں کے غور و فکر کے لئے بہت کچھ موجود ہے۔

Marfat.com

ہماری بدقسمتی ہے کہ حکمرانوں کو ان کے اردگرد کے لوگ وہی رپورٹس دیتے ہیں جو وہ سننا چاہتے ہیں۔ جسٹس افتخار کی بحالی چونکہ مرکزی حکومت کا معاملہ ہے گورنر پنجاب نے استقبال کو مایوس کن قرار دیا اور کہا کہ چند سو افراد کو سڑکوں پر لا کر اسے تحریک کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ ایسے بیانات اور رپورٹوں سے زرداری صاحب تو خوش ہو جائیں گے لیکن اصل صورتحال کو کیموفلاج کرنے سے اس سے نتائج کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

مجھے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ دھرنے کی صورت میں بہت کچھ بدل جائے گا۔ حکومت کے پاس سوچنے کے لئے بھی اب بھی کچھ وقت ہے وکلاء کے لانگ مارچ سے پہلے پہلے ایسے فیصلے کر لے جو وکلاء برادری کے لئے قابل قبول ہوں۔ صدر صاحب کو یہ سوچ لینا چاہئے کہ ان کو سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے انتخابات سے قبل جس گروپ کے جیتنے کی یقین دہانی کرائی گئی تھی وہ گروپ کہیں نظر بھی آیا۔

راجہ ریاض جو پنجاب حکومت کا حصہ اور سینئر وزیر ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ جسٹس افتخار متنازعہ ہو گئے ہیں وہ اپنی سیاسی پارٹی بنا لیں'' ابھی جسٹس افتخار نے سیاست کی ہے نہ سیاسی پارٹی بنائی ہے اس کے باوجود وہ جنرل پرویز مشرف کے دل میں کھٹکتے تھے نوبت ان کی چھٹی تک جا پہنچی آج پیپلز پارٹی کے لئے ناقابل برداشت ہیں جبکہ وہ ہر پاکستانی کے دل کی دھڑکن ہیں۔ سیاسی پارٹی بنائی تو اور کسی پارٹی کا صفایا ہو نہ ہو پیپلز پارٹی کہیں نظر نہیں آئے گی۔

وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے جسٹس افتخار محمد چودھری کو ججوں کا امام قرار دیا تھا وہ نہ صرف ججوں کے امام ہیں بلکہ وکلاء کے بھی امام ہیں جو کہ عدلیہ کی آزادی کی تحریک کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں۔ یوسف رضا گیلانی کئی بار اعلان کر چکے ہیں کہ جسٹس افتخار احمد چودھری کو بحال کیا جائے گا لیکن اب ان کو پینترا بدلنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ پیپلز پارٹی کے دیگر بہت سے رہنماؤں کو بھی چیف جسٹس اور ان کے ساتھیوں کی بحالی کے حوالے سے چپ سادھ لینے کی ہدایت کی گئی ہے لیکن پیپلز پارٹی کا ایک طبقہ بحالی چاہتا ہے اور آواز بھی بلند کر رہا ہے۔ مجھے تو جسٹس افتخار کی بحالی کے حوالے سے پیپلز پارٹی تقسیم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ چودھری نثار علی خان نے تو اعلان بھی کر رکھا ہے کہ مسلم لیگ ن کا اتحاد بینظیر بھٹو کی پیپلز پارٹی سے ہوگا۔ موجودہ پیپلز پارٹی نے حالات کی نزاکت کا احساس نہ کیا تو 9 مارچ کے لانگ مارچ اور دھرنے کی صورت میں بہت کچھ بدل جائے گا جس کا سب سے زیادہ نقصان زرداری صاحب کی پیپلز پارٹی کو ہو سکتا ہے۔ پیپلز پارٹی گیلانی

Marfat.com

کے اعلان کے مطابق جسٹس افتخار کو ججوں وکلاء اور عدلیہ کا امام مان لے۔ یہی ملک وقوم وکلاء اور خود پیپلز پارٹی کے مفاد میں ہے۔

☆☆☆

نئی نسلوں کیلئے مشعل راہ

9 مارچ 2007ء کے بعد پاکستان کی سیاست میں زبردست نشیب وفراز آئے۔ پست بالا ہوئے اور اعلیٰ وادنیٰ منہ کے بل گر گئے۔ جنرل (ر) پرویز مشرف آخری دم تک قوم کی خدمت کرنے کا عزم لئے ہوئے تھے کہ ان کے ارمان پورے نہ ہو سکے۔ انہوں نے اپنے اقتدار کو طول دینے کیلئے عدلیہ کا بیڑا غرق کیا تھا۔ انہوں نے عدلیہ کو تو ڈبو دیا لیکن ان کی تقدیر میں اقتدار میں طوالت کے بجائے ذلت ورسوائی لکھی تھی۔ مارچ 2007ء سے قبل وہ واقعی بڑے مضبوط دکھائی دیتے تھے۔ ان کی پل بھر کی لغزش نے ان کے اقتدار کی چولیں ڈھیلی کر دیں۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کے جرأت انکار نے وکلاء کیلئے ایک منزل کا تعین کر دیا۔ جس کے حصول کی جدوجہد بدستور جاری ہے۔

جسٹس افتخار محمد چودھری انکار کی وجہ سے زیر عتاب آئے تو وکلاء برادری ان کے شانہ بشانہ تھی۔ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن نے جسٹس افتخار محمد چودھری کے بلند کئے ہوئے پرچم کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ وکلا تحریک شروع ہوگئی سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر منیر اے ملک وکلاء کے سرخیل ٹھہرے۔ ان کے عہدے کی مدت ختم ہوئی تو وکلاء نے سربراہی کی پگڑی اعتزاز احسن کے سر باندھ دی۔ اعتزاز احسن نے وکلاء کی قیادت کا حق ادا کر دیا۔ وہ تحریک کو بام عروج پر لے گئے آمریت کی پوری مشینری وکلاء اتحاد کو لالچ اور دھونس کے حربے استعمال کرنے کے باوجود متزلزل نہ کر سکی۔ پیپلز پارٹی سمیت سیاسی جماعتیں بھی وکلا تحریک کی معاون تھیں۔ آج کے اٹارنی جنرل جناب لطیف کھوسہ کا سب سے پہلے جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کی خاطر خون بہا۔ یوسف رضا گیلانی بھی مظاہروں میں شریک ہوئے وزیر قانون فاروق ایچ نائیک بھانگ دہل جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کی یقین دہانی کراتے تھے وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے انہیں ججوں کا امام

Marfat.com

قرار دیا۔ آصف علی زرداری نے زبانی کلامی کے علاوہ بحالی کے تحریری معاہدے بھی کئے۔ لیکن پھر سب کچھ خاک ثابت ہوا۔ پیپلز پارٹی نے اپنے تمام وعدے بھلا دیئے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری اور ان کے دو تین ساتھیوں کی بحالی کو لٹکا دیا گیا۔ وکلاء تحریک کو سبوتاژ کرنے کی اپنی سی کوشش کی گئی۔ اعتزاز احسن کی بطور صدر سپریم کورٹ مدت ختم ہوئی تو پیپلز پارٹی علی احمد کرد کے مقابلے میں اپنا امیدوار لے آئی علی احمد کرد کامیاب ٹھہرے۔ انہوں نے تحریک کا تسلسل ٹوٹنے نہ دیا۔ وکلاء کو بہترین قیادت فراہم کی۔ 9 مارچ 2009ء کو بھرپور طریقے سے لانگ مارچ کا اعلان کر دیا گیا۔ تمام وکلاء دامے درمے وسخنے عدلیہ کی آزادی کیلئے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پرزور احتجاج کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

وکلاء اصل میں عدلیہ کی آزادی کے ساتھ ساتھ موجودہ حکمرانوں کے تحفظ کی جنگ بھی لڑ رہے ہیں حالات اس ڈگر پر ہیں کہ جسٹس افتخار محمد چودھری اور دیگر تمام معزول ججوں نے بحال ہونا ہے۔ سابق اور موجودہ حکمرانوں کو عدالتوں میں پیش ہونا ہے۔ جن ججوں کو انصاف بلا امتیاز کرنے کی سزا دی گئی ہے وہ انصاف کی کرسی پر ہوں گے اور یقیناً بلا امتیاز انصاف کریں گے۔ وکلاء کی قربانیاں رنگ لائیں گی۔ اگر موجودہ حکمران خود اپنے ہاتھوں سے آزاد عدلیہ کا اہتمام کر دیں تو خدا اور قوم کے سامنے سرخرو ہوں گے۔ جب خود عدالتوں میں پیش ہوں گے تو ان کو شرمندگی نہیں ہوگی۔

جس جدوجہد میں اطہر من اللہ جیسے بے غرض لوگ شامل ہوں وہ کیونکر رنگ نہ لائے گی۔ اطہر من اللہ بہترین قانون دان اور صوبہ سرحد کے وزیر قانون رہے ہیں۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کے بے باک ترجمان کے فرائض نہایت بہادری اور دانشمندی سے ادا کرتے ہیں وہ بھی اعتزاز احسن، منیر اے ملک، حامد خان، علی احمد کرد اور دیگر بہت سے وکلاء رہنماؤں کی طرح کسی کی دھونس میں آئے نہ لالچ میں، بڑے بڑے عہدے پاؤں کی ٹھوکر میں رکھ دیئے۔ جسٹس خواجہ محمد شریف، شاہد صدیقی اور خلیل الرحمٰن رمدے کی جراتوں کو بھی سلام پیش کرنا چاہئے جو بدستور جسٹس افتخار محمد چودھری کے شانہ بشانہ ہیں۔ ان چراغوں سے انصاف کی راہیں منور ہوں گی۔ جسٹس افتخار محمد چودھری نے جو دیا جلایا تھا وہ فانوس بن کر دمک رہا ہے۔ انہوں نے ایک نئی تاریخ رقم کی ہے جو نئی نسلوں کیلئے مشعل راہ رہے گی۔

5-1-2009

☆☆☆

Marfat.com

حکومت نوشتہ دیوار پڑھنے سے آنکھیں نہ چرائے

وکلا عدلیہ کی آزادی کیلئے 9 مارچ 20078ء کے اقدام کے خلاف مشرف حکومت کے خلاف دھرنے دیتے رہے، یوم سیاہ مناتے رہے، جلسے جلوس منعقد کرتے اور ریلیاں نکالتے رہے۔ وکلاء اپنے مقصد میں 20 جولائی 2007ء کو اس وقت کامیاب ہو گئے جب قابل احترام جسٹس خلیل الرحمٰن نے تاریخی فیصلہ سناتے ہوئے جسٹس افتخار محمد چودھری کو بطور چیف آف پاکستان بحال کر دیا۔ بحالی کا یہ فیصلہ 13 ججوں نے متفقہ طور پر کیا جو مشرف حکومت کو ہضم نہ ہوا تو قانونی جادوگروں اور آئین کے قاتلوں نے 3 نومبر 2007ء کو عدالتی سسٹم مکمل طور پر مفلوج کرنے کیلئے مارشل لاء لگا دیا۔ وکلاء ابھی 20 جولائی کے جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کا جشن منا رہے تھے کہ ان کو ایک اور افتاد کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مرتبہ نہ صرف 60 ججوں کو برطرف کر دیا گیا بلکہ ان میں سے اکثر کو نظر بند بھی کر دیا گیا ساتھ ہی وکلاء قائدین سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ یہ سب کچھ ججوں کی غیر آئینی برطرفی کے خلاف احتجاج روکنے کے لئے کیا گیا تھا۔ لیکن حکومت اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ گرفتاری سے بچ جانے والے وکلاء سیاستدانوں اور سول سوسائٹی کے اکابرین پہلے سے بھی زیادہ شدت اور جوش وجذبے کے ساتھ سڑکوں پر نکل آئے۔ حکومت کے خلاف احتجاج اور عدالتوں کا بائیکاٹ معمول بن گیا۔ اس تحریک کا ٹارگٹ صدر مشرف تھے۔ ان کے پتلے جلائے جاتے ناپسندیدہ جانوروں کے گلے میں کیا کیا نہ ڈال کر احتجاج کیا جاتا تھا۔ صدر مشرف بڑے مضبوط اعصاب کے مالک ثابت ہوئے۔ صدر ایوب خان میں غیرت تھی وہ ایک دفعہ ''ہائے ہائے'' کے نعرے سننے کے بعد مستعفی ہو گئے تھے، صدر مشرف اس سے کئی گنا زیادہ بے عزت ہوئے لیکن وہ صدارتی منصب سے اس وقت تک چمٹے رہے جب تک رسوا کر کے نکال نہ دیا گیا۔ پرویز مشرف کے ایوان صدر کو الوداع کہنے کی بڑی وجہ وکلاء تحریک تھی۔ جس کی بنیاد جسٹس افتخار محمد چودھری کی جرنیلوں کئے گھیراؤ میں ''تاریخی ناں'' تھی۔ 18 فروری 2008ء کے انتخابات میں قوم نے ق لیگ کے سیاسی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیا۔ قوم کو نئی جمہوری حکومت سے بڑی توقعات تھیں۔ ان میں معزول ججوں کی بحالی سر فہرست تھی۔ پرویز مشرف کے صدر دیتے ہوئے تاثر دیا جاتا کہ معزول ججوں کی بحالی کی راہ میں وہی رکاوٹ ہیں۔ 18 اگست کو

Marfat.com

مشرف نے استعفیٰ دیا وکلاء نے یوم نجات بنایا اور بار ایسوسی ایشن ایشنوں کی عمارتوں سے سیاہ جھنڈے اتار لئے گئے۔ لیکن جب مکمل طور پر عیاں ہوگیا کہ جمہوری حکومت بھی معزول ججوں خصوصی طور پر جسٹس افتخار محمد چودھری کے بارے میں وہی رویہ ہے جو مشرف کا تھا تو وکلاء کو پھر احتجاج کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ گذشتہ جمعرات 28 اگست کو وکلاء نے ہفتہ وار 2 گھنٹے احتجاج کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بار ایسوسی ایشنوں کی عمارتوں سے اتارے گئے پرچم پھر سے لہرا دیئے گئے۔ اعتزاز احسن بار بار درخواست کے باوجود مظاہرین وہ کچھ کہتے رہے جو مشرف کے بارے میں کہتے تھے۔ یہ ناپسندیدہ نعرے ہیں یہ آج کے حکمرانوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ ابھی تو زرداری صاحب آئے بھی نہیں کہ گو زرداری گو کے نعرے لگنے لگے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر افسوس ہے کہ زرداری صاحب کو کچھ لوگ نشانہ بنا رہے ہیں لیکن اس میں سوائے زرداری صاحب کے کسی اور کو دوش بھی نہیں دیا جا سکتا۔ ان احباب بھی وکلاء تحریک میں پھوٹ ڈالنے کیلئے وہی ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں جو مشرف حکومت کرتی تھی۔ ان ہتھکنڈوں کی وجہ میاں نواز شریف حکومتی اتحاد سے الگ ہونے پر مجبور ہوئے۔ گو زرداری صاحب کو نئے اتحادی مل رہے ہیں لیکن وہ ان کی ساکھ بحال نہیں کر سکیں گے۔ ملک کو بحرانوں سے نکالنے اور میاں نواز شریف کو اتحاد میں واپس لانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ معزول ججوں کو بلا تاخیر اور بلا امتیاز بحال کر دیا جائے۔ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے درمیان مفاہمت اعلیٰ ترین ملکی مفاد میں ہے۔ قوم کی کبھی ایسی خواہش نہیں رہی کہ 80 اور نوے کی کالی سیاست پھر لوٹ آئے۔

9-1-09

☆☆☆

میرٹ

معذور طالب علم نے میٹرک کے امتحان میں پہلی ایف ایس سی میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ انٹری ٹیسٹ بہترین نمبروں سے پاس کیا۔ میرٹ کے مطابق اسے پاکستان کے ٹاپ میڈیکل کالج کنگ ایڈورڈ میں داخلے کا حقدار قرار دیا گیا لیکن معاملہ استحقاق سے آگے نہ بڑھ سکا۔ کالج

Marfat.com

انتظامیہ نے یہ کہہ کر اسے داخلہ دینے سے انکار کر دیا کہ اس کی کرسی ایک کلاس روم سے دوسرے میں کون لے جائے گا؟ جس بچے نے عزم اور حوصلے سے اپنی معذوری کو مجبوری نہ بننے دیا' اسے کالج انتظامیہ نے بنا دی۔

ایک اور مثال آزاد کشمیر ہائیکورٹ کے جج مصطفیٰ مغل کی بیٹی مصباح مغل کی ہے۔ پہلے میں ایک بات واضح کر دوں کہ آزاد جموں و کشمیر کو صوبائی سٹیٹس کا درجہ دیا گیا ہے۔ اس کے باسیوں کو وہی حقوق حاصل ہیں' جو پاکستان کے دوسرے باشندوں کو حاصل ہیں۔ یوں جسٹس مصطفیٰ مغل اور ان کی بیٹی حقوق و فرائض کے حوالے سے پاکستانی شہری ہیں۔

آگے چلنے سے پہلے المیز ان فاؤنڈیشن کا تھوڑا تعارف ''المیز ان فاؤنڈیشن ایک ٹرسٹ ہے' یہ ٹرسٹ ججوں کی بہبود کیلئے کام کرتا ہے۔ اس ٹرسٹ نے رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی میں ججوں کے بچوں کیلئے ایک سیٹ مخصوص کر رکھی ہے۔ ایک سے زائد بچے داخلے کے خواہش مند ہوں تو ان کی میرٹ لسٹ بنائی جاتی ہے جس کے نمبر زیادہ ہوں' وہ اس سیٹ کا مستحق قرار پاتا ہے۔ داخلے کیلئے سفارش المیز ان فاؤنڈیشن کے سیکرٹری نے کرنا ہوتی ہے۔ دی نیوز کے مطابق المیز ان فاؤنڈیشن کے سیکرٹری' ڈپٹی رجسٹرار سپریم کورٹ ہیں۔

اب مصباح مغل کی روداد پر نظر ڈالتے ہیں' وہ لکھتی ہیں۔ ''میں نے انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں 1100 میں سے 787 مارکس حاصل کئے جبکہ جسٹس عبدالحمید ڈوگر کی صاحبزادی فرح ڈوگر نے 661 نمبر لئے۔ المیز ان فاؤنڈیشن کے ذریعے ججز کوٹے پر رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی میں داخلہ لینا میرا حق تھا۔ میں نے انٹری ٹیسٹ میں 74 فیصد مارکس لئے جبکہ چیف جسٹس کی بیٹی نے 61 فیصد مارکس حاصل کئے۔ میری پریشانی میں مزید اضافہ یہ ہوا کہ المیز ان فاؤنڈیشن نے بتایا کہ وہ دوسرے نمبر پر ہیں جبکہ ججوں کے بچوں کیلئے مخصوص نشست صرف ایک ہے۔ المیز ان فاؤنڈیشن نے آگاہ کیا تھا کہ ایک لڑکی تم سے آگے ہے' اس لئے میڈیکل میں داخلہ تمہارا استحقاق نہیں بنتا۔ اس ریس میں صرف دو لڑکیاں شامل تھیں۔ میں نے ٹرسٹ کے چیئرمین کو ایک خط لکھا جس میں اس سے روا رکھے جانے والے امتیاز اور ناانصافی کا ذکر کیا گیا ہے۔ خط میں لکھا ''اس لئے طے شدہ اصولوں سے انحراف اسلامی جمہوریہ پاکستان میں گارنٹی کئے جانے والے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے''۔ آزاد جموں کشمیر ہائیکورٹ کے ایڈیشنل رجسٹرار نے بھی رفاہ یونیورسٹی کی انتظامیہ کو خط لکھا ہے جس میں مصباح مصطفیٰ مغل کے مخصوص کوٹہ پر ایم بی بی ایس میں

Marfat.com

داخلے پر زور دیا گیا۔
پہلی بات تو یہ ہے کہ جسٹس عبدالحمید ڈوگر کی صاحبزادی کو انٹری ٹیسٹ میں بٹھانے کیلئے 660 سے زائد نمبروں کی ضرورت تھی، وہ اخباری اطلاعات کے مطابق سپریم کورٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے 641 سے 660 سے زائد کرائے گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ پیپر کی ری چیکنگ کیلئے درخواست دی گئی تھی، جس
پر ٹوٹل میں ایک نمبر کی کمی تھی۔ باقی نمبر غیر قانونی طور پر پیپروں کی ری مارکنگ کر کے بڑھا دیئے گئے۔ قانون سب کیلئے ایک ہونا چاہئے۔ مارکنگ کو دیکھا جائے تو کہیں نہ کہیں غلطی ہوئی ہے۔ اگر معاملہ یہیں پر رک جاتا تو کہا جا سکتا تھا کہ پیپروں کی ری چیکنگ اور ری مارکنگ کا معاملہ شاید جسٹس عبدالحمید ڈوگر کے علم میں نہ ہو، لیکن المیز ان فاؤنڈیشن کی امتیازی کارروائی سامنے آنے پر بہت کچھ واضح ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود بھی فوری طور پر بغیر معاملے کی انکوائری کے کسی کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ زمینی حقیقت یہ ہے کہ جسٹس عبدالحمید ڈوگر کو حکومت نے چیف جسٹس آف پاکستان کے منصب پر تعینات کیا ہوا ہے۔ جج کا کردار بالکل کلیئر، صاف اور شفاف ہونا چاہئے اور عوام کو بھی ان کردار پر کسی شک وشبہ کا احتمال نہیں ہونا چاہئے۔ انٹری ٹیسٹ کیلئے کوالیفائی کرانے اور پھر خصوصی کوٹے کا ناجائز استعمال کرنے کے مبینہ شواہد سے جسٹس صاحب کی پوزیشن بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کیلئے جج صاحب ایک پینل تشکیل دیں، جس کی فائنڈنگز کی روشنی میں اس معاملے میں ملوث ذمہ داروں کو سزا دی جائے اور خود جج صاحب قصوروار ٹھہرائے جائیں تو مستعفی ہو جائیں اور پینل کے فیصلے تک خود کو عدالتی ذمہ داریوں سے بھی الگ کر لیں۔

12-1-09

☆☆☆

Marfat.com

ہم سب کا پاکستان

اپنی حلف برداری کے بعد وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی لاہور آئے تو ان کو بتایا گیا کہ سرکاری اہلکاروں نے جسٹس خلیل الرحمان رمدے کے گھر کا سامان باہر پھینک دیا ہے۔ پارٹی شریک چیئرمین کی ہدایت پر نئے وزیر اعظم نے فوری ایکشن لیا اور سامان واپس گھر میں رکھوا دیا۔ پھر اچانک خبر آئی کہ آئی ایس آئی کو وزارت داخلہ کے ماتحت کر دیا گیا ہے عملی طور پر ایسا ہونے سے قبل اس معاملے کو متنازعہ بنا دیا گیا۔ آصف علی زرداری نے بطور پارٹی چیئرمین اور حکومتی اتحاد کے سربراہ کے کم از کم چار مرتبہ مسلم لیگ (ن) کے ساتھ جسٹس افتخار محمد چودھری اور دیگر معزول ججوں کی بحالی کے معاہدے کئے اور آخر میں کہہ دیا کہ یہ معاہدے قرآن وحدیث نہیں تھے۔ ایک بلوچ جو اپنے عہد پر جان دے دیتا ہے' کے منہ سے معاہدوں سے پھر جانے پر عوام میں کوئی اچھا تاثر نہیں چھوڑا۔

وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی بھی ججوں کی بحالی بار کا یقین دلانے کے بعد آج بالکل خاموش ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ جسٹس افتخار محمد چودھری کو ججوں کا امام قرار دیا' دو دن بعد اس بیان سے مکر گئے۔ آج کے صدر پاکستان کل تک دبئی میں تھے۔ آج کل بھی وہاں جاتے رہتے ہیں آئندہ بھی ان کا نشیمن دبئی' لندن یا امریکہ میں دکھائی دیتا ہے۔ گیلانی صاحب کی جڑیں اور گدی تو پاکستان میں ہے وزارت عظمٰی سے ان کی براہ راست ملتان میں واپسی ہونی ہے۔ ان کو اپنی کارکردگی اور زبان کی حرمت پر ووٹ ملتے ہیں ان سے لوگ کہہ مکرنی کی توقع بھی نہیں کرتے ان کو تو وہ بیان ہی نہیں دینا چاہئے جو اوپر سے ہدایت پر واپس لینا پڑے۔

آج ملک میں بجلی' گیس اور عالمی سطح پر قیمتیں انتہائی کم سطح پر آنے کے باوجود تیل کی قلت ہے۔ بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا کوئی نہ کوئی جواز تو ہو سکتا ہے گیس خود اپنے ملک سے وافر مقدار میں نکلتی ہے اور اس کے وسیع ذخائر بھی موجود ہیں۔ سستا تیل بھی ہم ضرورت کے مطابق درآمد نہیں کر رہے یہ

Marfat.com

صرف اور صرف مس مینجمنٹ ہے۔

ہماری سیاسی پارٹیوں کا عظیم ترالمیہ یہ ہے کہ پوری توجہ انتخابی سیاست اور ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے پر پھیلی ہوتی ہے۔ سیاسی پارٹی بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں اہم ترین اقتدار میں آ کر اپنے منشور کے مطابق عوامی فلاح کی پالیسیوں پر عملدرآمد کرنا اور قومی مفاد اولین ترجیح ہے۔ معروضی حالات میں پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن ایک دوسرے کے متبادل ہیں۔ طالع آزمائی کی صورت میں مسلم لیگ (ق) کے کندھے بھی موجود ہیں۔ کیا کسی پارٹی کی طرف سے اقتدار میں آنے سے قبل کوئی تیاری نظر آتی ہے؟ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہر ادارے اور شعبے کیلئے تھنک ٹینک موجود ہو۔ اقتدار میں آنے سے قبل تو کیا مرکزی سطح پر پیپلز پارٹی اور صوبائی سطح پر پنجاب میں اقتدار میں آنے کے نو دس ماہ بعد بھی کئی وزارتوں کے قلمدان خالی پڑے ہیں۔ اگر وزیر لگائے گئے ہیں تو اکثر وزارتوں پر سفارشی' ان کی کارکردگی بیانات تک محدود ہے۔ جس کا ثبوت مشرف دور کے چھوڑے ہوئے بحرانوں میں بدستور اضافہ ہے۔ بجلی و پانی کے وزیر نے کہا تھا اگست 2008ء تک لوڈشیڈنگ معمولی رہ جائے گی۔ اب وہ 2009ء کے آخر تک بجلی پوری ہونے کا مژدہ ناقابل یقین سنا رہے ہیں۔ انہوں نے 9 اور 10 محرم کو بجلی کے بلاتعطل فراہمی کا اعلان کیا یہ بھی ایسا ہی ثابت ہوا جیسے خود ان کے وزیراعظم اور صدر کے بیانات تھے۔ لوگ ان کے وعدوں' دعوؤں اور اعلانات کا کیونکر اعتبار کریں۔ موجودہ حکومت سے عام آدمی کا اعتماد اٹھ ہی چکا ہے۔ بھارت نے بھی طعنہ دیا ہے کہ جو حکومت اپنی ہی قائد کے قتل کی تحقیقات خود نہ کر سکے وہ ان کے ثبوتوں پر کارروائی کس طرح کر سکتی ہے۔

پیپلز پارٹی کی حکومت کو اپنا اعتماد بحال کرانے اور عوام میں ساکھ بہتر کرنے کیلئے اپنی اصلاح کرنا ہوگی۔ جو کہتے ہیں اُس کا مطلب بھی وہی ہونا چاہیے۔ اجمل قصاب والا معاملہ خود حکومت نے خراب کیا۔ کنڈ ولیزا رائس دہلی پہنچی تو اُس نے فوری طور پر اسلام آباد میں اپنی سفیر کو فون کیا پھر اگلے دن صبح ہونے سے قبل مغربی میڈیا کی ٹیم فرید کوٹ پہنچ کر معلومات حاصل کر چکی تھی۔ حکومت محمود درانی کے 8 جنوری کے تصدیقی بیان سے قبل تک واویلا کرتی رہی کہ اجمل قصاب کا پاکستان سے تعلق نہیں ہے۔ اب وزارت خارجہ اور داخلہ نے بھی اعتراف کر لیا ہے۔ وزیراعظم کے پاس اگر مشیر قومی سلامتی کو برطرف کرنے کا اختیار ہے تو ان کو ڈسپلن میں لانے سے کیوں غفلت کی گئی۔ یہ ملک سب کا ہے ہر پارٹی میں جینئس لوگ ہیں اگر ان کو وزارتیں نہیں دی جاتیں تو بلاامتیاز پارٹی

Marfat.com

ان کی خدمات سے تھنک ٹینکس بنا کر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

12-1-09

☆☆☆

جی حضوری

حکومت پاکستان نے بھارت کے مطالبات پر جوش میں آ کر ان تمام الزامات کا اعتراف کر لیا جو بھارت کی سوچ سے بھی دور تھے۔ ہمارے ہاں ایسی مثالیں وافر مقدار میں پائی جاتی ہیں کہ ہم شاہ سے زیادہ شاہ سے وفاداری کا اہتمام کر دیتے ہیں۔ ہماری عدلیہ نے دو آمروں کو ان کی خواہش نہ ہونے کے باوجود آئین میں ترمیم کا اختیار تفویض کر دیا تھا جس سے دونوں آمر خوش ہوئے۔ امریکہ نے نائن الیون کے بعد آدھی رات کو فون کر کے مشرف سے جو کچھ کہا انہوں نے غنودگی میں سب پر اٰمنا و صدقنا کیا۔ امریکہ بہادر نہ صرف خوشی سے جھوم اٹھا بلکہ ششدر بھی رہ گیا۔ اب بھارت کے عائد کردہ تمام الزامات تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ صرف ایک مطالبہ یا الزام رہ گیا ہے جو صاحبان اقتدار کی کارکردگی اور رویہ دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کسی بھی وقت اس کو بھی اپنا لیا جائے گا۔ وہ الزام ممبئی حملوں میں ریاستی عناصر کے ملوث ہونے کا ہے۔

بھارتی میڈیا اپنی حکومت کی کارکردگی اور حکومت پاکستان کی اعترافی خصلت پر مسرور ہے۔ اب بھارتی میڈیا کو ہمارے مشیر داخلہ ہیرو لگنے لگتے ہیں۔ وہ اس بیان کا خیر مقدم کر رہا ہے کہ ممبئی حملوں کی کچھ منصوبہ بندی پاکستان میں ہوئی۔ ٹائمز آف انڈیا نے لکھا ہے "یہ اعتراف ایسے گروپوں اور تنظیموں کو مجرم قرار دے گا جن کا پاکستان کے اندر کوئی وجود نہیں تاہم رحمٰن ملک کا بیان بھارت کی توقعات سے بہت بالا ثابت ہوا۔ اس طرح پاکستان نے حقائق کی طرف پہلا قدم اٹھایا ہے"

حکومتِ پاکستان نے ذکی الرحمٰن کو ممبئی حملوں کا ماسٹر مائنڈ قرار دے کر، اجمل قصاب پر مقدمہ درج کر کے پاکستان کی کیا خدمت کی؟ اس کے ثمرات مستقبل میں ظاہر ہونگے۔ جواب میں کیا مانگا گیا ہے کہ بھارت ایمانداری سے ممبئی حملوں میں ملوث اپنے لوگوں کے نام بتائے۔ بھارت اپنے جن لوگوں کو ان حملوں میں ملوث سمجھتا ہے وہ سارے مسلمان ہیں۔ ان کے نام جان کر ہمیں کیا فائدہ

Marfat.com

ہے؟ الٹا بھارت اس مطالبے کی آڑ میں وہاں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیگا۔ ہماری حکومت شاہ سے زیادہ شاہ سے وفاداری کا اظہار کر چکی۔ اب اس کو اس جھنجھٹ سے جان چھڑا لینی چاہئے۔ امریکہ کی طرح بھارت کی طرف سے بھی ڈومور کا مطالبہ ہو تو اس کو مسترد کر دینا چاہئے۔ ممبئی حملوں کے حوالے سے مقدمہ درج کیا گیا ہے تو حکومت ان مقدموں کے حوالے سے وہیں تک محدود رہے جو الزامات ایف آئی آر میں لگائے گئے ہیں۔ ایف آئی آر میں حملوں کی منصوبہ بندی سرِ فہرست ہے۔ ان لوگوں نے پاکستان میں کوئی جرم نہیں کیا۔ بقول حکومت منصوبہ بندی کی ہے۔ جب تک منصوبہ بندی پر عمل نہ ہو وہ جرم نہیں بن سکتا۔ اجمل قصاب کا نام اگر منصوبہ بندی کرنیوالوں میں شامل ہے تو اس پر پاکستان میں اس کی موجودگی میں مقدمہ چلے گا۔ ذکی الرحمن کو حکومت پاکستان نے منصوبہ بندی کا ماسٹر مائینڈ بلا تحقیق بھارت کو خوش کرنے کے لئے قرار دیدیا جس سے بھارت اور مغربی دنیا کے لئے پاکستان کو دہشتگرد ملک قرار دلانے میں آسانی ہو جائے گی۔

خدا پاکستان پر اپنی رحمتوں اور نعمتوں کا سایہ برقرار رکھے اور جن کو ہم خود اقتدار میں لائے ہیں ان کی دانش میں اتنی وسعت دے دے کہ ان کا ہر اقدام پاکستان اور اس کے عوام کے مفادات میں بھی ہو۔

16-1-2009

☆☆☆

مسلم لیگوں کا مجوزہ اتحاد ناراضگیاں چھڈ وجی اور مٹی پاؤ

تقسیم ہند سے قبل کانگریس ہندوؤں اور مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں تھیں۔ کانگریس آج بھارت میں مضبوط ہے۔ لیکن پاکستان میں مسلم لیگ نہ صرف مضبوط نہیں بلکہ متحد بھی نہیں۔ اس کی بڑی وجہ اس کی اسٹیبلشمنٹ کے ہاتھوں تقسیم ہے۔ جو بھی ڈکیٹیٹر آیا اس نے کچھ اور کیا یا نہ کیا مسلم لیگ کو ضرور استعمال کیا اور مسلم لیگ بھی مختلف روپ دھار کر اور نام بدل کر استعمال ہوتی رہی۔ آج ملک میں درجن بھر کے قریب مسلم لیگی گروپ موجود ہیں۔ یوں تو پیپلز پارٹی بھی کئی

Marfat.com

گروپوں میں بٹی ہوئی ہے لیکن اس کے گروپوں کی تعداد مسلم لیگوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ اگر پیپلز پارٹی کے تمام گروپ متحد ہو جائیں تو بھی مجموعی طور پر پیپلز پارٹی کے حجم میں کوئی خاص فرق نہیں آئے گا۔ مسلم لیگ کے حوالے سے ایسا نہیں سوچا جا سکتا۔ مسلم لیگ (ق) گذشتہ عام انتخابات میں خود کو پیپلز پارٹی کے مقابل پیش کرتی رہی۔ اس کی انتخابی مہم بھی اچھی خاصی تھی۔ اگر یہ مشرف کی کٹھ پتلی نہ رہ چکی ہوتی' اس کے دامن پر لال مسجد کے شہیدوں کے چھینٹے نہ ہوتے' جسٹس افتخار محمد چودھری کی معزولی اور عدلیہ کی تباہی اس کے گلے کا ہار نہ بن چکی ہوتی اور اس نے پرویز مشرف کی خوشامد میں دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ کو پاکستان کی جنگ قرار نہ دیا ہوتا جس میں آج قبائلی علاقے جل رہے ہیں تو ق لیگ واقعتاً پیپلز پارٹی کے مقابلے کی جماعت تھی۔ اس کو ایک موقع ملا تھا جو اس نے چاپلوسی کرتے کرتے ضائع کر دیا۔ اس کی غلطیوں کا سب سے زیادہ فائدہ مسلم لیگ (ن) کو ہوا جو اپنی ڈھیلی ڈھالی انتخابی مہم کے باوجود ملک کی دوسری بڑی پارٹی ثابت ہوئی۔

مسلم لیگ (ق) کو مشرف کی لونڈی ہونے کے طعنے دیئے جاتے ہیں۔ جہاں یہ حقیقت ہے وہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ میاں نواز شریف نے جلاوطنی اختیار کرتے وقت اپنی پارٹی کے اہم رہنماؤں سے مشورہ تک نہ کیا تھا جس کا ان کو گلہ تھا۔ بعد ازاں جب ہم خیال گروپ تشکیل پا رہا تھا تب بھی میاں صاحب نے اس گروپ کے تحفظات پر غور نہ کیا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کی بے وفائی پر ناراض ہوں۔ یوں ہم خیال گروپ جس نے مسلم لیگ (ق) کا روپ دھار لیا تھا اور مسلم لیگ (ن) کے درمیان دوریاں پیدا ہوتے ہوتے وسیع تر خلیج کی شکل اختیار کر لی۔ جس کو پاٹنے کی آج کوششیں ہو رہی ہیں۔ جس کا سہرا مدیر اعلیٰ نوائے وقت ونیشن اور وقت نیوز کے ایم ڈی محترم مجید نظامی کے سر ہے۔

مشرف حکومت کے دوران طویل عرصہ تک اشتہارات نوائے وقت ہی کے بند ہوئے اس کے بڑے ذمہ دار وزیر اعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی تھے۔ جب آپ کو اربوں روپے کا دانستہ نقصان پہنچایا گیا ہو تو دل میں ایک انتقامی جذبہ جنم لے لیتا ہے۔ لیکن ایسا مجید نظامی صاحب کے ہاں نہیں دیکھا گیا۔ ان کو مسلم لیگ سے پیار ہے میں ان کا وقت ٹی وی پر تازہ ترین انٹرویو دیکھا اور اگلے دن نوائے وقت میں اس کو پڑھا بھی ہے۔ وہ کہتے ہیں ''میرا مشن قائد اور اقبال کی مسلم لیگ کو اکٹھا کرنا ہے' شریف اور چودھری برادران کی لڑائی دو خاندانوں کا اختلاف ضرور ہے لیکن یہ کبھی اکٹھے

Marfat.com

بھی تھے' نواز شریف کہہ چکے ہیں کہ اگر صدر زرداری میثاق جمہوریت پر عمل کریں تو وہ ان کو گلے سے لگانے کو تیار ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ق لیگ میثاق جمہوریت کو مان لے تو کیا نواز شریف ان کو قبول کرنے پر تیار ہوں گے'' مسلم لیگ ن اور ق لیگ کے درمیان اختلافات ضرور ہیں لیکن وہ اس نوعیت کے نہیں جس نوعیت کے 90 کی دہائی میں نواز شریف اور محترمہ بینظیر بھٹو کی پیپلز پارٹی کے مابین تھے۔ مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی اختلافات کی دو انتہاؤں پر تھے پھر حالات ان کو اے آر ڈی اور بعد ازاں میثاق جمہوریت کے پلیٹ فارم پر لے آئے آج پنجاب میں دونوں کی مخلوط حکومت اور مرکز میں اتحاد ختم ہونے باوجود مخالفت نہ ہونے کے برابر ہے۔

مسلم لیگ (ن) اور (ق) کی قیادت کے درمیان گلے شکوے تو موجود ہیں لیکن معاملات دشمنی کی حد تک نہیں ہیں۔ ان کے اتحاد کا فوری فائدہ سینٹ کے انتخاب میں متحدہ مسلم لیگ کو یقینا ہوگا۔

گو 90 کی دہائی سیاسی چپقلش کے عروج کا دور تھا اس سے ایک فائدہ ضرور ہوا کہ ملک میں دو پارٹی سسٹم کی بنیاد پڑ رہی تھی۔ مشرف کے شب خون مارنے سے جہاں جمہوریت پٹڑی سے اتری وہیں دو پارٹی سسٹم کی بنیاد اکھڑ گئی۔ مسلم لیگوں کے ممکنہ اتحاد سے پھر سے دو پارٹی سسٹم کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ دو پارٹی سسٹم تو بعد کی بات ہے پہلے مرحلے میں مسلم لیگوں کا مجوزہ اتحاد اہم ہے۔ میں جناب مجید نظامی کی کوششوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جو مسلم لیگوں کے اتحاد کیلئے سرگرم ہیں۔ ان کی محنت کو اور کوششیں ضرور رنگ لائیں گی اور ان کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔

آج کی مسلم لیگوں کا منشور اور پروگرام ایک جیسا ہے۔ بقول پرویز الٰہی ادغام نہیں اتحاد کی بات کی جائے تو اتحاد کی صورت میں ادغام نہ ہونے کی کیا وجہ رہ جائے گی۔ کیا صرف عہدوں کیلئے ادغام سے گریز کیا جائے گا۔

اتحاد کی صورت میں عہدوں کے معاملات بھی حل ہو جائیں گے۔ جو مسلم لیگوں کو اکٹھا کر رہے ہیں وہ باقی معاملات بھی طے کرا لیں گے۔

مجید نظامی صاحب تو شروع سے مسلم لیگوں کو اکٹھا کر کے ایک مسلم لیگ دیکھنا چاہتے ہیں۔ قائداعظم کی مسلم لیگ' علامہ اقبال کی مسلم لیگ...... 18 فروری 2008ء سے قبل مسلم لیگیں متحد ہوتیں تو آج مرکز کے ساتھ ساتھ کم از کم 3 صوبوں میں ان کی حکومت ہوتی۔

قومی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کو 88 نشستیں ملیں ن لیگ کی 65 اور ق کی 42 تھیں اگر صرف ن اور ق لیگ متحد ہوتیں تو ان کی پیپلز پارٹی کی 88 کے مقابلے میں 107 کم از کم ہوتیں۔ ایسی بہت سی

Marfat.com

نشستیں بھی ہیں جہاں مسلم لیگ (ن) اور (ق) کے ووٹ تقسیم ہونے سے کسی دوسری پارٹی کا امیدوار جیت گیا تھا۔
خدا مجید نظامی کی کوششوں کو بار آور کرے تاکہ ملک میں دو پارٹی سسٹم کے آغاز کی بنیاد پڑ سکے' یہی ملک وقوم کے مفاد میں ہے۔ طرفین کو دلوں سے کدورتیں کھرچ پھینکنی چاہئیں' طعنے اور ''معنے'' جاری رہے تو اتحاد کی بیل منڈھے نہیں چڑھ سکے گی۔ نواز شریف ماضی کی تلخیوں چھڈو جی اور چودھری شجاعت مٹی پاؤ کہہ کر دفن کر دیں۔

19-1-2009

☆☆☆

محسن پاکستان کی رہائی پر ''معاہدے'' کا مروڑ

اسلام آباد ہائیکورٹ نے پانچ سال سے نظر بند ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رہائی کا حکم دیا تو پورا ملک خوشی سے جھوم اٹھا۔ فاضل عدالت نے ڈاکٹر خان کے وکلاء اور حکومت کے درمیان ان کی نقل وحرکت اور حفاظت کے لئے طے پانے والی شرائط خفیہ رکھنے کی ہدایت کی۔
ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے خود کو آزاد شہری قرار دینے کے حوالے سے صدر آصف علی زرداری' وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی اور مشیر داخلہ رحمٰن ملک کی جانب سے مکمل حمایت کا شکریہ ادا کیا۔ اپنے گھر پر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر خان نے کہا کہ یہ سب کچھ ان کی جانب سے گہری دلچسپی دکھانے کے باعث ہی ہوا ہے۔
اوپر نقل کئے گئے دونوں پیراگرافس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر خان کی رہائی یا آزادی میں عدالتی فیصلے سے زیادہ حکومت اور ڈاکٹر خان کے درمیان ہونیوالے معاہدے کا ہاتھ ہے۔ آصف زرداری نے پیپلز پارٹی کی حکومت کے قیام کے بعد اور اپنے صدر بننے سے قبل کہا تھا کہ ہم نے ان کو قید کیا نہ رہا کریں گے' امریکہ یا کسی اور ملک کے حوالے بھی نہیں کریں گے۔ لیکن آج انہوں نے ڈاکٹر خان کو ایک خفیہ معاہدے کے تحت رہا کر دیا اور ان کو مکمل آزادی بھی دیدی۔ زرداری صاحب کیوں اور کیسے رہائی پر آمادہ ہوئے؟ فریقین کے مابین طے پانے والا معاہدہ کیا ہے۔

Marfat.com

دونوں سوالوں کے جوابات کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اہمیت محسن پاکستان کی قید اور نظر بندی ختم ہونے کی ہے۔ جو ختم ہوگئی۔ آج ڈاکٹر قدیر خان اپنے ملک میں کہیں بھی آنے جانے میں آزاد ہیں۔

امریکہ اور دیگر مغربی مما لک کی ڈاکٹر خان کی رہائی پر تشویش اور پریشانی بلا جواز ہے۔ امریکہ کی طرف سے امداد بند کرنے کی بھی دھمکی دی گئی ہے۔ ڈاکٹر قدیر خان اب عام آدمی کی طرح زندگی گزاریں گے ان کا اب کے آر ایس یا ایٹمی پروگرام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ نہ پہلے ایٹمی پھیلاؤ میں ملوث تھے نہ آئندہ ایسا کوئی چانس ہے۔ اس لئے مغرب کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر قدیر خان کو ان تعلیمی پراجیکٹس میں دلچسپی ہے جن کی وہ اپنی نظر بندی سے قبل سرپرستی کیا کرتے تھے۔ امید ہے کہ حکومت ان کے پراجیکٹس کو سہولتیں بہم پہنچائے گی کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کے مترادف ہے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رہائی میں جہاں قوم کی دعاؤں' وکلاء اور میڈیا کی کاوشوں کا تعلق ہے وہیں ادارہ نوائے وقت میں ڈاکٹر صاحب کی صحت اور رہائی کے لئے دعائیہ کلمات پر مبنی اشتہار کی قیمت غالباً کروڑوں ہو چکی ہوگی۔ جبکہ ادارہ یہ کام فی سبیل اللہ کرتا رہا اوپر سے سابقہ حکومت نے اس اشتہار کی پاداش میں مجید نظامی صاحب کو کروڑوں کا نقصان بھی پہنچایا۔ اللہ قوم' مجید نظامی اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو اپنی امان میں رکھے۔ اور جن لوگوں کے پیٹ میں معاہدہ کے منظر عام پر لانے کا مروڑ اٹھ رہا ہے ان کو شفا دے۔

9-2-2009

☆☆☆

ایک اور غلطی......

پاکستان کو معرض وجود میں آئے 61 سال ہو گئے۔ کچھ عاقبت نا اندیش لوگوں کو آج بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کی غلطیاں یاد آ رہی ہیں۔ ان میں سے ایک جنرل ڈگلس گریسی کو حکم عدولی پر برطرف نہ کرنا تھا۔ یہ لوگ قائداعظم سے اس اقدام کی توقع اس وقت کر رہے تھے جب

Marfat.com

پاکستان کا ہرادارہ بشمول فوجِ ارتقا کی بنیادی منزل طے کر رہا تھا۔ مہاشے تو پہلے ہی پاکستان کو چند دن یا ماہ کا ملک قرار دے رہے تھے اور پراپیگنڈہ کر رہے تھے کہ یہ لوگ زیادہ عرصہ آزاد نہیں رہ سکیں گے جلد ہندوستان کا حصہ بن جائیں گے۔ لیکن قائداعظم کی بصیرت اور بصارت کی وجہ سے پاکستان دن بدن ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن رہا۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ نالائق حکمرانوں کی وجہ سے پاکستان دولخت ہوگیا جس کا مداوا تو ناممکن ہے تاہم محبّ وطن سیاست دانوں' سائنسدانوں اور بیوروکریسی نے مل کر پاکستان کا دفاع ایٹمی طاقت حاصل کر کے ناقابل تسخیر بنا دیا۔

جنرل گریسی کو حضرت قائداعظمؒ نے کیوں برطرف نہ کیا اس پر بڑے اخبارات میں سیر حاصل مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ قائداعظمؒ نے جو کچھ کیا حالات کے مطابق انتہائی دانشمندی سے کیا جس کے باعث آج کشمیر کا ایک حصہ آزاد ہے۔ آج کا سوال میاں نواز شریف کی تقریر کے بعد ایک بار پھر سامنے آیا ہے کہ جب آرمی چیف جنرل مشرف نے کارگل ایڈونچر حکومت کو بتائے بغیر شروع کر دیا جس سے پاکستانی فوج اور قوم کی سبکی ہوئی بقول نواز شریف وہ مشرف کے کہنے پر کلنٹن سے ملے تھے تاکہ فوج کی ساکھ متاثر نہ ہو۔ سانحہ کارگل کے بعد فوری طور پر نواز شریف اگر مشرف کو برطرف کر دیتے تو آج تک کی بہت سی قباحتوں سے بچا جا سکتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہاں صاحب کو جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑتا اور نہ آج ان کے سر پر نااہلی کی لٹکتی تلوار موجود ہوتی۔ ہو سکتا ہے بینظیر بھٹو بھی ہمارے درمیان موجود ہوتیں۔ لیکن اب لکیر پیٹنے کا کوئی فائدہ نہیں تاہم غلطیوں سے سبق ضرور سیکھا جا سکتا ہے۔ صدر آصف علی زرداری تو وہ غلطی نہ کریں جو نواز شریف سے مشرف کو برطرف نہ کرنے کی ہوئی تاہم جب برطرف کیا گیا تو وہ جمہوری حکومت کے خلاف سازش کا جال بن چکے تھے۔ نواز شریف نے کہا ہے کہ آصف علی زرداری نے مشرف کے اقدامات کو انڈیمنیٹی دینے کی بات کی تھی۔ آصف زرداری کی اگر یہ سوچ ہے تو یہ ملک کے کسی بھی طبقے کیلئے قابل قبول نہیں۔ مشرف نے اپنے دوررس ایسے اقدامات کئی بار کئے جن کے باعث ان پر آئین کا آرٹیکل چھ آسانی سے لاگو ہو جاتا ہے۔ کسی بھی طالع آزما کا راستہ روکنے کیلئے ایک بار آرٹیکل چھ کا اطلاق ضروری ہے۔

آصف علی زرداری کے دل میں ایک طرف مشرف کیلئے نرم گوشہ ہے ہو سکتا ہے کہ کسی دباؤ یا ڈیل کے تحت ہو' دوسری طرف نواز شریف یا مسلم لیگ (ن) کو دیوار کے ساتھ لگایا جا رہا ہے ان کا ایک

Marfat.com

ہی مطالبہ تھا کہ جسٹس افتخار محمد چودھری سمیت تمام معزول ججوں کو بحال کیا جائے جس کی خاطر نواز شریف نے خود کو مرکزی حکومت سے الگ کرلیا۔کوئی ان سے یہ توقع رکھے کہ وہ لانگ مارچ اور دھرنے میں شرکت نہیں کریں گے احمقانہ سوچ ہے۔اب ان کو بلیک میل کیا جارہا ہے۔لیکن وہ عدلیہ کی آزادی کے لئے ڈٹ گئے ہیں۔وہ اگر حکومت میں رہتے ہوئے ججوں کی بحالی کی کوشش کرتے تو بہتر تھا جو ہونا تھا ہو چکا اب جو علم اٹھایا ہے اسے بلند کئے رکھیں۔دھرنے سے اگر نقصان کا اندیشہ ہے تو اس کا ادراک حکومتی حلقوں کو بھی ہونا چاہئے جو سب سے زیادہ متاثر ہونگے۔

دھرنے کی نوبت ہی نہ آئے تو بہتر ہے۔اب گیند حکومت کی کورٹ میں ہے۔جمہوریت کو بچانے کی زیادہ ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوتی ہے۔حکمرانوں کی ضد اور دھرنے کی صورت میں جو ہوسکتا ہے وہ نوشتہ دیوار ہے جسے پڑھنے کیلئے عقل سقراط اور بقراط کی ضرورت نہیں۔اگر آصف علی زرداری عدلیہ کی آزادی اور ججوں کی بحالی کا مطالبہ نہیں مانتے تو یہ ایک اور غلطی ہوگی جس کا کوئی مداوا نہیں ہوگا۔

23-2-2009

☆☆☆

وقت تیزی سے ہاتھ سے نکل رہا ہے

آصف علی زرداری کی کوششوں سے ملک میں مفاہمت کی سیاست فروغ پا رہی تھی۔مشرف حکومت کے پیدا کئے ہوئے لاینحل بحرانوں کے باوجود جمہوریت کے حوالے سے زرداری حکومت کی سمت درست تھی اگر جسٹس افتخار محمد چودھری کو ساتھی معزول ججوں سمیت بحال کردیا جاتا تو مفاہمت کی سیاست عروج پر اور خود حکومت کی نیک نامی کا باعث ہوتی لیکن حکومت کی صرف اسی ایک مسئلے پر ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے معاملات ''نوریٹرن پوائنٹ'' کی طرف چل پڑے ہیں۔

شریف برادران کی نااہلی کا فیصلہ سپریم کورٹ نے دیا اس پر زبردست تنقید کے باوجود مسلم لیگ ن نے اسے قبول کرنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔میاں شہباز شریف جس حال میں تھے وزیر

Marfat.com

اعلیٰ ہاؤس سے بغیر پروٹوکول کے چلے گئے۔ان کی وزارت اعلیٰ گئی لیکن اسمبلی میں اکثریت بدستور موجود ہے۔ان کو نیا وزیر اعلیٰ نامزد کرنے دیا جانا چاہئے تھا ایسا ہو جاتا تو حکومت کو موجودہ بحران کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔گورنر راج نافذ کر کے حکومت نے خود آ بیل مجھے مار کہہ دیا ہے۔اسمبلی معطل نہیں ہوئی اس کے باوجود ہال کو تالے لگا دیئے گئے۔اجلاس سیڑھیوں پر منعقد کرنا پڑا۔گورنر راج کا اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں کہ مسلم لیگ ن کی اکثریت کو اقلیت میں بدل کر پیپلز پارٹی کی حکومت بنائی جائے۔وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے کہا ہے کہ پنجاب میں اکثریت نہ ہوئی تو اپوزیشن میں بیٹھیں گے۔راجہ ریاض نے 250 ارکان کی حمایت کا دعویٰ کیا ہے۔مسلم لیگ ن تو پہلے ہی 206 ارکان شو کر چکی ہے۔مسلم لیگ ق کا فارورڈ بلاک کیل کانٹے سے لیس مسلم لیگ ن کے ساتھ کھڑا ہے۔معاملات 90-1980ء کی دہائی کی طرز پر چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔یہ ہارس ٹریڈنگ کے عروج کا دور تھا۔اس دور اور آج کے دور میں بڑا فرق ہے۔میڈیا نے پوری دنیا کو گلوبل ولیج بنا دیا ہے۔اس تناسب سے کسی بھی ملک کی حیثیت ایک حویلی کی مانند ہے۔آج کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ادھر کوئی گھوڑا بنا تو میڈیا اسے گدھا اور عوام ''پالتو'' بنا دیتے ہیں۔اگر پیپلز پارٹی پنجاب میں حکومت بنا بھی لیتی ہے تو اسے چلایا کیسے جائیگا؟ قومی اسمبلی میں جو ہاتھا پائی اور نعرے بازی ہوئی وہ مستقبل کی سیاست کی ایک جھلک ہے۔یہ جمہوری دور ہے مشرف کی آمریت نہیں۔مشرف اپنے پورے کروفر کے باوجود پانچ سال میں صرف ایک بار پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کر سکے تھے۔آصف زرداری کا اب خطاب کیسے ممکن ہوگا؟ اگر خطاب کے لئے گئے تو مسلم لیگ ن وہ کچھ کرے گی جو کچھ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں ہوگا۔پوری دنیا کے لئے تماشا اور طالع آزماؤں کے لئے ایک اور شب خون مارنے کا موقع ہوگا۔طالع آزمائی کا راستہ حکومت نے مشرف کو آئین کے آرٹیکل 6 سے محفوظ کر کے کھلا چھوڑا ہوا ہے۔

موجودہ حالات پر قابو نہ پایا گیا تو ضروری نہیں کہ صدر کے پارلیمنٹ کے اجلاس سے خطاب کی نوبت بھی آئے۔وکلاء بپھرے ہوئے ہیں۔تحریک انصاف جماعت اسلامی اور تازہ تازہ زخم خوردہ مسلم لیگ ن ان کے ساتھ ہے۔12 مارچ اور اس کے بعد دھرنے کی کامیابی میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔

صدر مشرف جیسے اختیارات آصف زرداری کے پاس نہیں۔امریکہ کی کاسہ لیسی میں بھی زرداری' مشرف سے پیچھے ہیں۔اگر امریکہ مشرف کا اقتدار نہیں بچا سکا تو اس کو زرداری صاحب کے اقتدار

Marfat.com

سے کیا دلچسپی ہوگی۔ان کے ہال بروک کو پاکستان آ کر صدر وزیر اعظم' آرمی چیف اور دیگر بڑوں سے ملاقاتیں کرنا پڑتی ہیں ان کو صرف ایک شخص سے معاملات کرنے میں آسانی ہوگی۔
مسلم لیگ ن نے کشتیاں جلا دی ہیں ان کی حکومت گئی ان کو پیپلز پارٹی کی حکومت سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔شہباز شریف نے کہا ہے کہ فوج مداخلت کرسکتی ہے تاہم ان کا یہ عزم بھی ہے کہ فوج آئی تو اس کے خلاف جدوجہد کرونگا۔ پیپلز پارٹی نے ہوش کے ناخن نہ ہوئے تو نوشتہ دیوار پڑھنے اور سمجھنے کیلئے بہت زیادہ دانشوری ضرورت نہیں۔زرداری حکومت ساری کے چکر میں آدھی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ وقت تیزی سے ان کے ہاتھ نکل رہا ہے۔اس سے پہلے کہ معاملات نو ریٹرن پوائنٹ تک پہنچیں۔ گورنر راج کا فیصلہ واپس لے کر مسلم لیگ ن کو اپنا وزیر اعلیٰ نامزد کرنے کی اجازت دی جائے۔ جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی پوری قوم کا مطالبہ ہے۔جسٹس ڈوگر ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچنے والے ہیں جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کا اعلان کر دیا جائے۔ یہی زرداری صاحب کے' سیاست' جمہوریت اور ملک وقوم کے مفاد میں ہے۔

2-3-2009

☆☆☆

زرداری صاحب دل بڑا کریں

نہ جانے کس کے کہنے اور کس زعم میں مرکزی حکومت نے پنجاب میں گورنر راج کے نفاذ کا فیصلہ کیا اور اس پر فوری طور پر عمل درآمد بھی کر دیا گیا۔اب اس کو جائز ثابت کرنے کے لئے پیپلز پارٹی کے رہنما بودی اور گھسی پٹی دلیلیں دے رہے ہیں۔ایک نے تو یہاں تک کہہ کر اپنی دانشوری ثابت کی ہے کہ جب سڑکوں پر لگے بینرز اتارے جا رہے ہوں' پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کی تصویریں پھاڑی جا رہی ہوں تو گورنر راج کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔
پیپلز پارٹی کی مرکزی حکومت 25 فروری کو گورنر راج نافذ کر کے بالکل ایسا ہی اقدام کیا جیسا مشرف نے 9 مارچ 2007ء کو چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو معزول کر کے کیا تھا۔ یہی ان کے گلے پڑ گیا اور انجام کا صدر مشرف کی چھٹی ہوئی۔اب پنجاب حکومت مسلم لیگ سے چھین لی گئی

Marfat.com

ہے۔ مسلم لیگ ن سڑکوں پر ہے۔ میاں نواز شریف نے اعلان کر دیا ہے کہ اب فیصلے سڑکوں پر ہوں گے۔ 25 فروری کے بعد میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف جلسے کر رہے ہیں۔ ریلیاں نکال رہے ہیں انہوں نے پورے ملک میں بھرپور اور پرامن احتجاج کا ماحول پیدا کر دیا ہے۔ لانگ مارچ اور دھرنے میں شرکت کا پہلے ہی ارادہ باندھ چکے ہیں۔ ان جلسوں، جلوسوں اور ریلیوں میں وہ عوام سے لانگ مارچ اور دھرنے میں بھرپور شرکت کی اپیل کر رہے ہیں۔

دراصل مسلم لیگ ن کا مرکزی وزارتوں سے استعفےٰ شریف برادران کی نااہلیت کا فیصلہ اور پنجاب میں ن لیگ کی حکومت ختم کر کے گورنر راج کا نفاذ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کے معاملے سے جڑے ہوئے ہیں۔ مسلم لیگ ن تو جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کو یک نکاتی ایجنڈہ قرار دیتی ہے جو ماضی قریب میں پیپلز پارٹی کا بھی مطالبہ تھا۔ پھر دونوں پارٹیوں کے درمیان یہی ایک معاملہ وجہ تنازع قرار پایا اور حالات 1980ء اور 1990ء کی اس نہج پر پہنچ گئے جب دونوں پارٹیاں باہم دست و گریباں رہتی تھیں۔ جس کے باعث دونوں کو اپنی مدت اقتدار کی دو دو ٹرمیں ادھوری چھوڑنا پڑیں۔ وہ دونوں پارٹیوں کے لئے سبق آموز ہونا چاہئے تھا لیکن نظر آتا ہے کہ دونوں نے اس سے سبق نہیں سیکھا۔ خصوصی طور پر پیپلز پارٹی نے جس کے گورنر راج کے نفاذ کے اقدام سے وطن عظیم کی جمہوریت بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔

معاملات درست کرنے کا ایک ہی راستہ مفاہمت ہے۔ جس کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ایک طرف مولانا فضل الرحمن اور اسفند یار ولی صاحب شٹل کاک ڈپلومیسی اپنائے ہوئے ہیں تو دوسری طرف پیپلز پارٹی کے صوبہ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ اسلم رئیسانی سرگرم ہیں۔ تیسری طرف برطانوی سفارتخار بھی درمیانی راستہ نکالنے کی کوشش میں ہیں۔ نیت ٹھیک ہو تو معاملات جلد درست ہو سکتے ہیں اگر وقت گزاری مقصد ہو تو سوائے افسوس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

دونوں پارٹیاں ایک طرف مفاہمت کی بات کرتی ہیں تو دوسری طرف اپنے اپنے ایجنڈے پر بھی عمل پیرا ہیں۔ حکمران پارٹی نے لانگ مارچ پر قابو پانے کے لئے پولیس کو مراعات دینے کا اعلان کیا ہے۔ اسلام آباد جہاں دھرنے کا پروگرام ہے۔ پولیس کی تنخواہیں ڈبل کر دی گئی ہیں۔ یہ ذہن میں رہے کہ اضافے کا اطلاق اپریل سے ہونا ہے اور پی پی کا وعدوں پر عمل کا ریکارڈ سب کے سامنے ہے۔ دوسری طرف حکومت نے پولیس کے لئے لاٹھیاں، آنسو گیس اور خاردار تاروں وغیرہ کی خریداری کی بھی منظوری دے دی ہے۔ وکلاء تحریک بھی اپنی تیاری میں مگن ہے۔

Marfat.com

جو بھی ہے ایک بات ثابت ہو چکی ہے کہ مسلم لیگ ن اور وکلاء کی ریلیاں اور جلسے جلوس پرامن رہے جو لانگ مارچ اور دھرنے کی بھی پرامن ہونے کی غماز ہیں۔ اگر نوبت لانگ مارچ اور دھرنے تک آتی ہے تو حکومت کو چاہئے کہ فری ہینڈ دے دے۔ حکومت کی طرف سے زیادتی پر حالات بے قابو ہو جائیں گے جس سے میں سراسر گھاٹا پیپلز پارٹی کا ہے۔ مسلم لیگ ن کے پاس گنوانے کے لئے جو کچھ تھا وہ گنوا چکی ہے۔

لانگ مارچ دھرنے کے حوالے سے اب یہ سوال نہیں رہا کہ اس میں کون شریک ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کون شریک نہیں ہو رہا۔ وہ صرف ایم کیو ایم' اے این پی اور جے یو آئی ف ہے۔ باقی سب جماعتیں وکلاء کا ساتھ دینے کا اعلان کر چکی ہیں سول سوسائٹی تو پہلے بھی ساتھ تھی اب بھی ہے۔

زرداری صاحب! دل بڑا کریں آج بھی جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی' پنجاب میں معاملات 25 فروری کی سطح پر لانے کا اعلان کر دیں تو ملک بحران سے بچ جائے گا۔ ان کا اقتدار بچ جائے گا۔ جمہوریت چلتی رہے گی۔ یہ ان کی پسپائی نہیں بلکہ ایک دانشمندانہ فیصلہ بڑا پن ہو گا۔ موجودہ حالات سے کوئی بھی خوش نہیں اور کوئی بھی میں وہ قوتیں بھی شامل ہیں جن کو مجبوراً کچھ فیصلے کرنا پڑتے ہیں۔ حالات کو کنٹرول کرنے کے لئے ملک کو بچانے کے لئے اس میں سیاست اور سیاستدانوں کا کیا بنتا ہے۔ اس سوال کی قانونی حیثیت ہوتی ہے۔

9-3-09

☆☆☆

Marfat.com

وہ لمحہ جب جسٹس افتخار چودھری کی ناں نے ان کو قومی ہیرو بنا دیا

24 مارچ 2008ء کو وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کے ججوں کو رہائی کے حکم کے بعد جسٹس افتخار محمد چودھری
لوگوں کے نعروں کا جواب دے رہے ہیں

Marfat.com

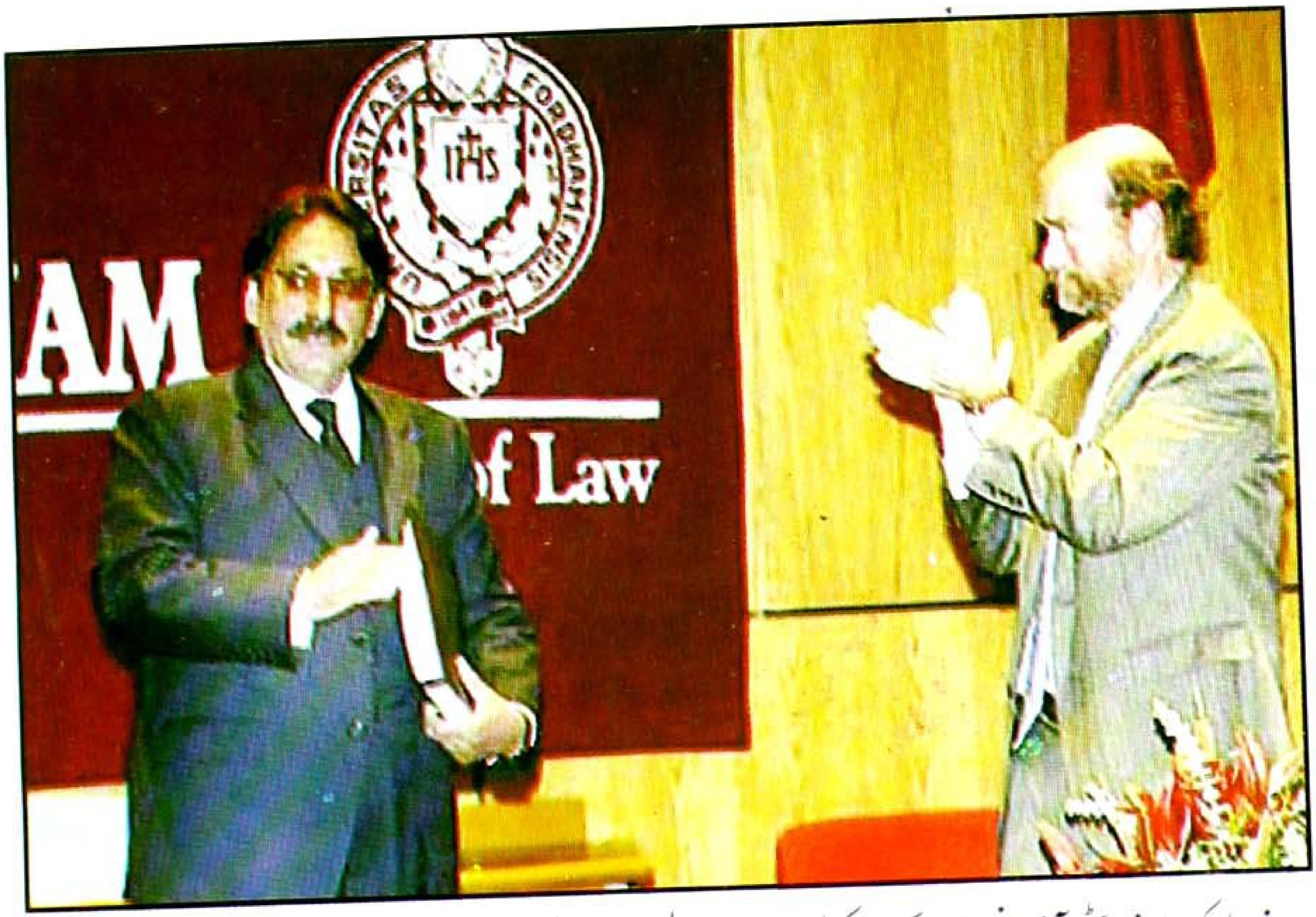

نیو یارک یونیورسٹی آف فورڈم کے لاسکول میں ڈین ولیم ٹریز جسٹس افتخار محمد چودھری کا استقبال کر رہے ہیں

نیو یارک بار ایسوسی ایشن کی صدر ڈین ایلین جسٹس افتخار محمد چودھری کو بار کی تاحیات رکنیت پیش کر رہی ہیں

Marfat.com

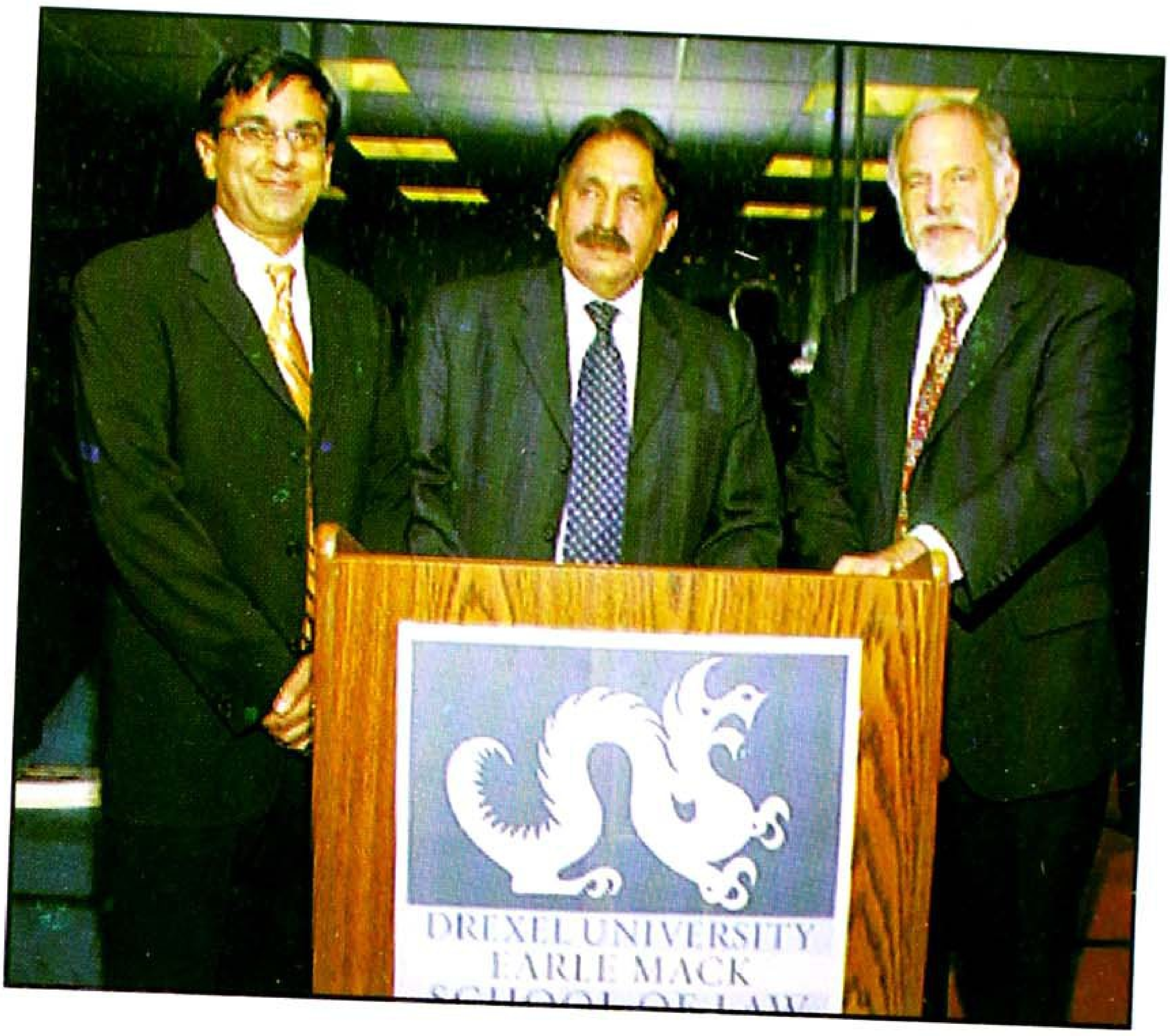

Marfat.com

جسٹس جاوید اقبال

جسٹس مشیر عالم

جسٹس اعجاز احمد چودھری

خواجہ محمد شریف
(چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ)

جسٹس راجہ فیاض احمد

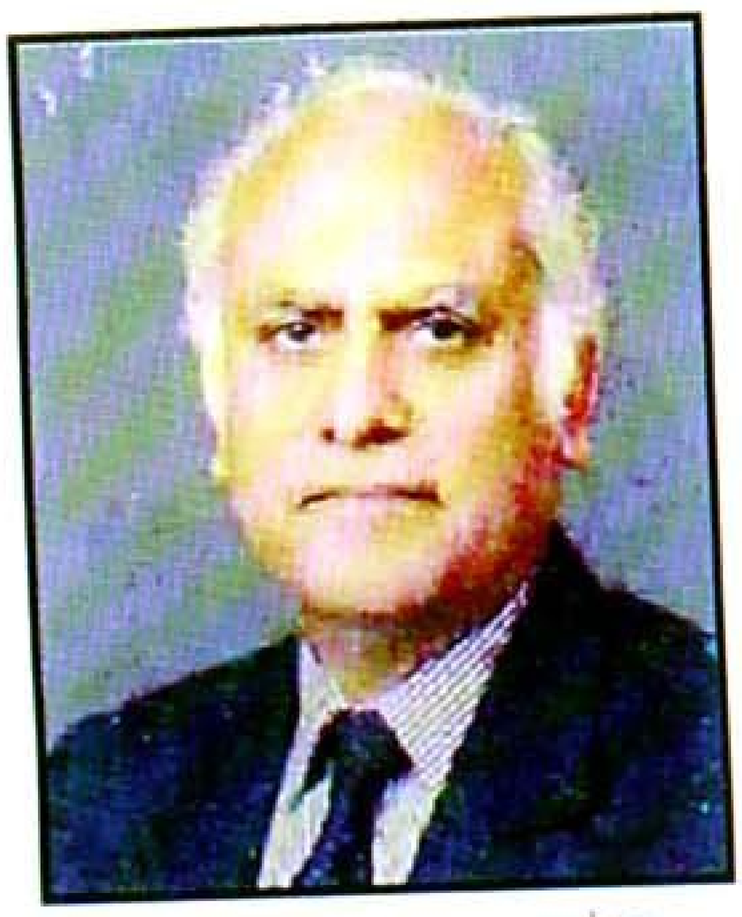
جسٹس چودھری اعجاز احمد

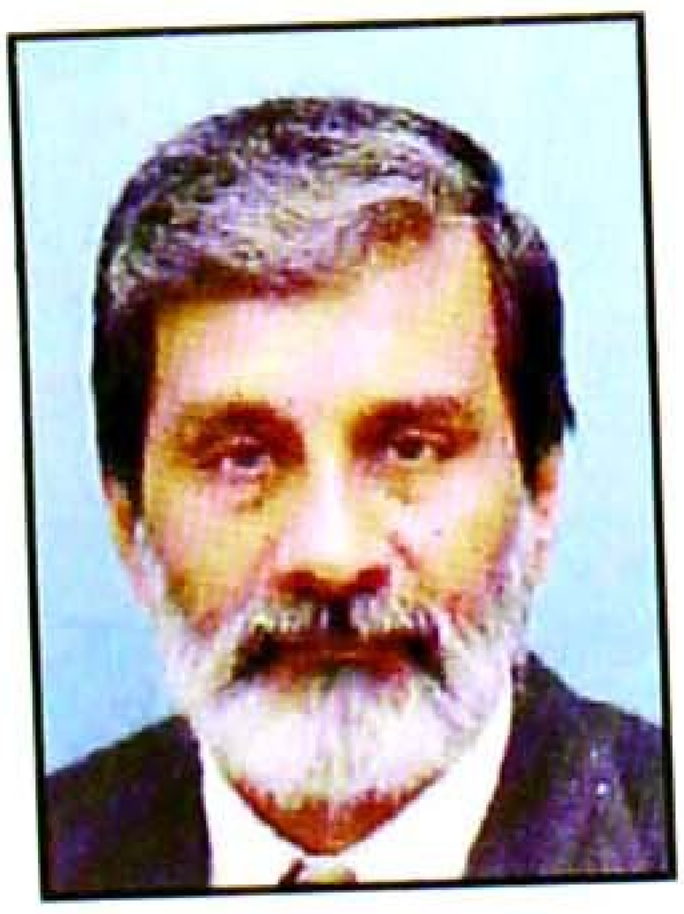
جسٹس مقبول باقر

Marfat.com

جسٹس (ر) وجیہ الدین احمد

جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے

Marfat.com

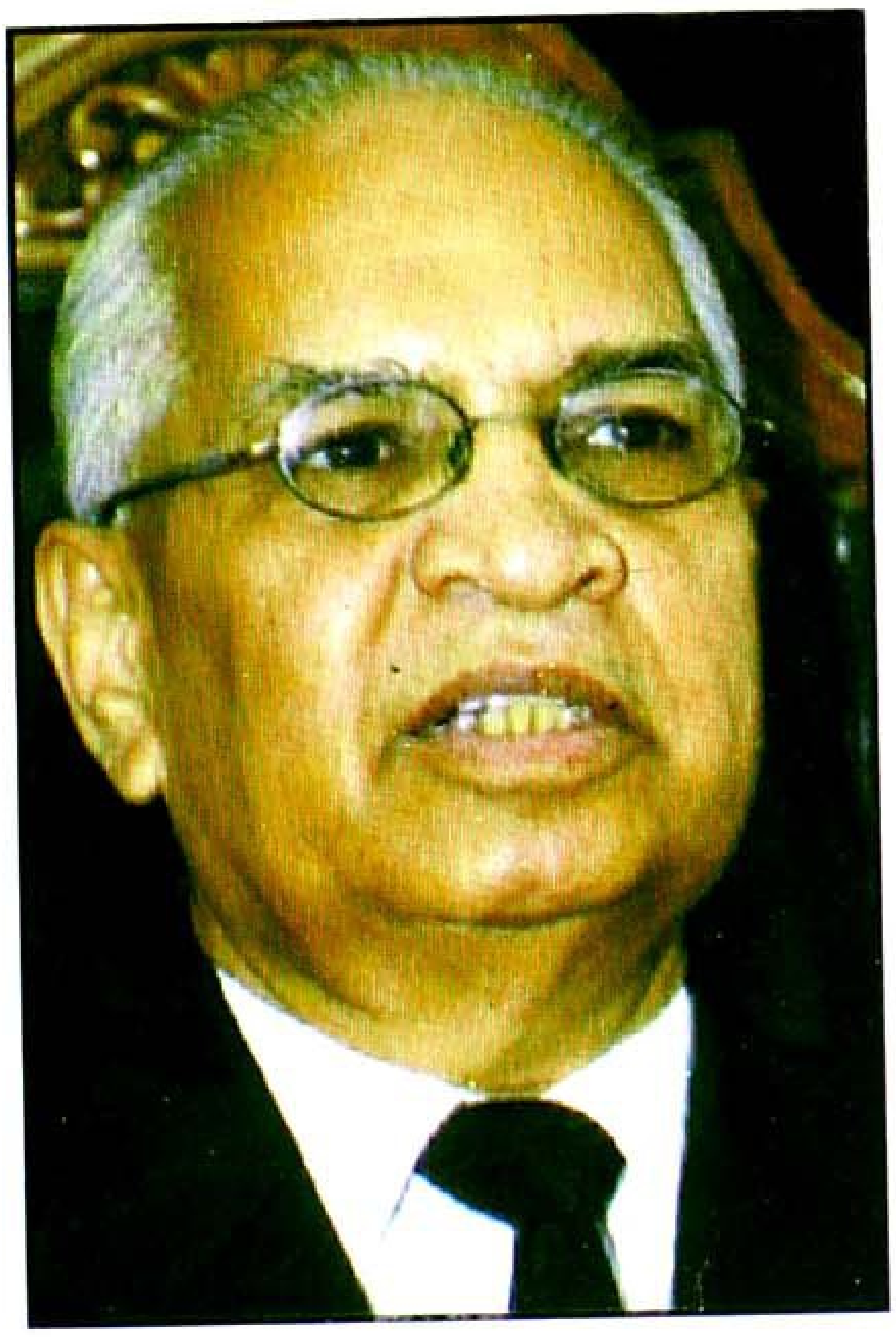

جسٹس (ر) رانا بھگوان داس

جسٹس (ر) سعید الزمان صدیقی

Marfat.com

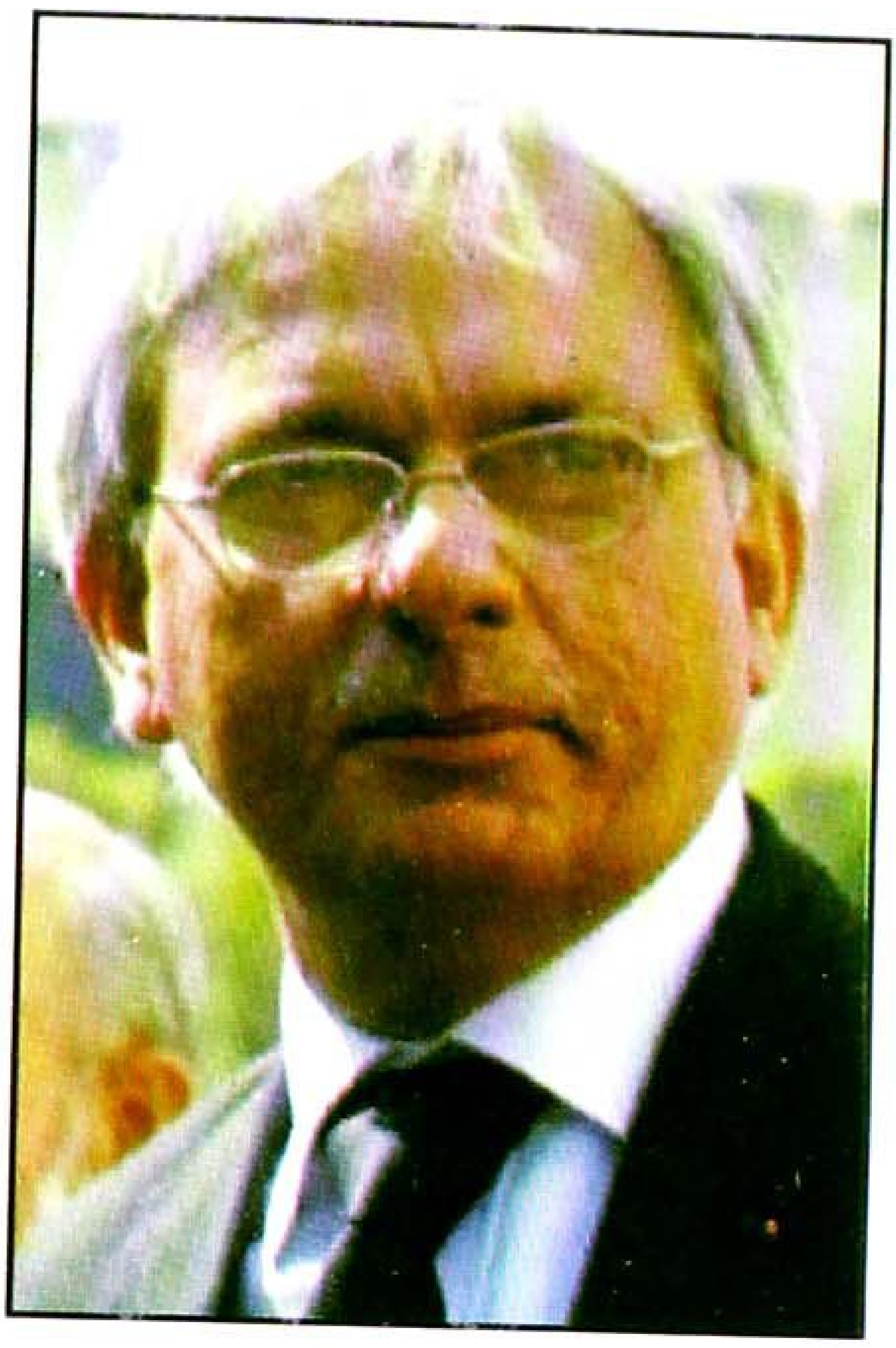

جسٹس (ر) طارق محمود

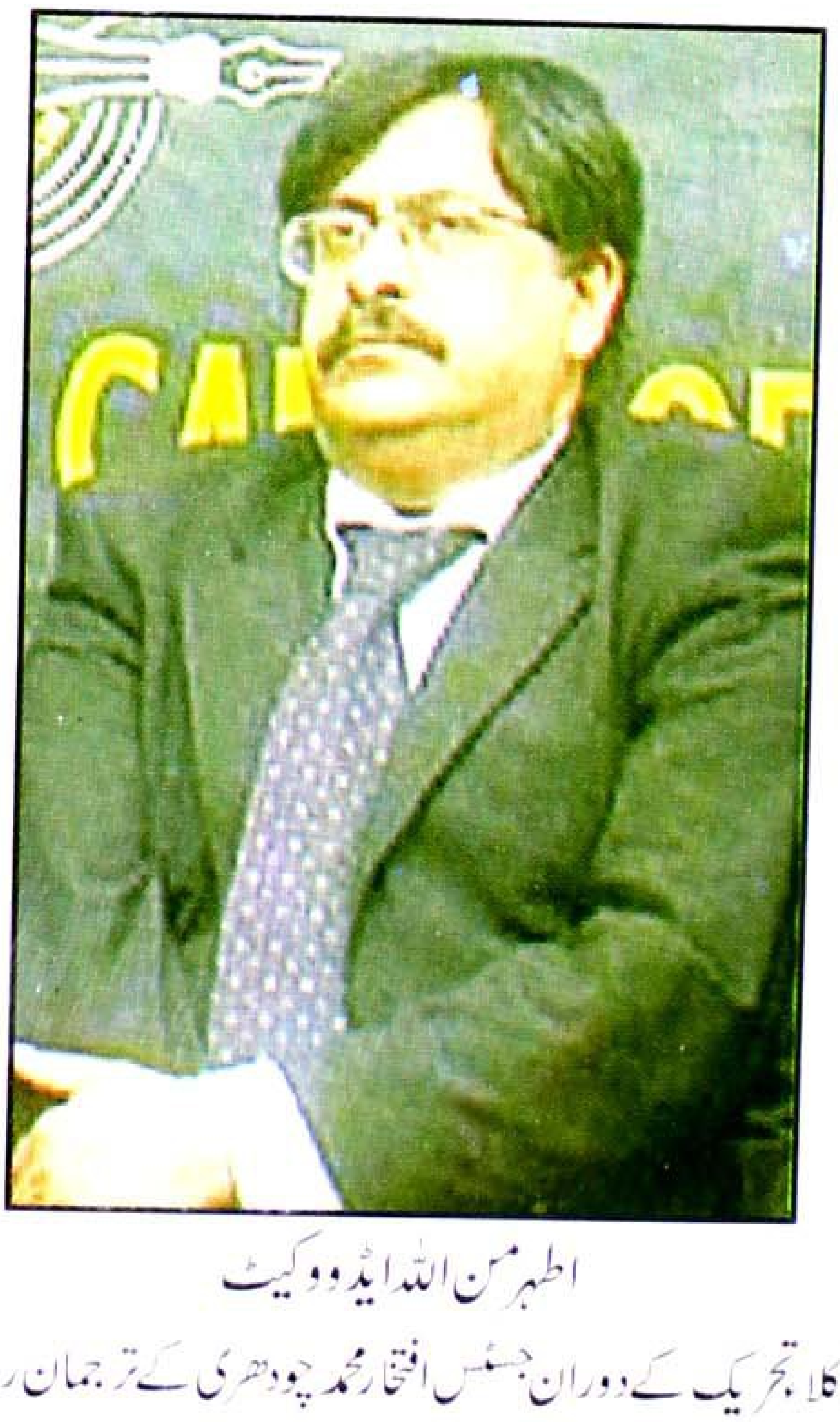

اطہر من اللہ ایڈووکیٹ
(وکلا تحریک کے دوران جسٹس افتخار محمد چودھری کے ترجمان رہے)

Marfat.com

اعتزاز احسن اور چیف جسٹس افتخار محمد چودھری

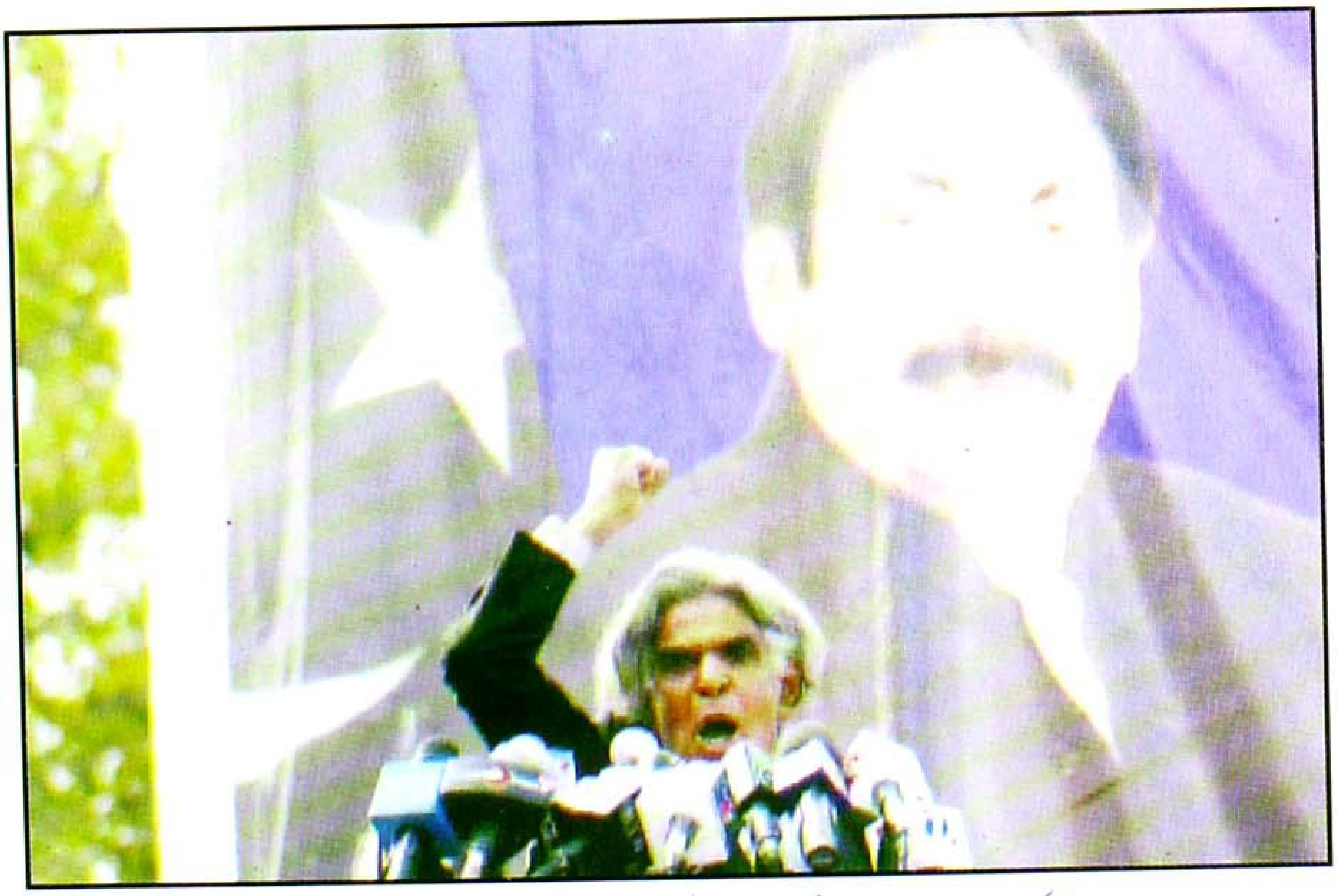

صدر سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن جناب علی احمد کرد کا تقریر کرتے ہوئے جذباتی انداز

Marfat.com

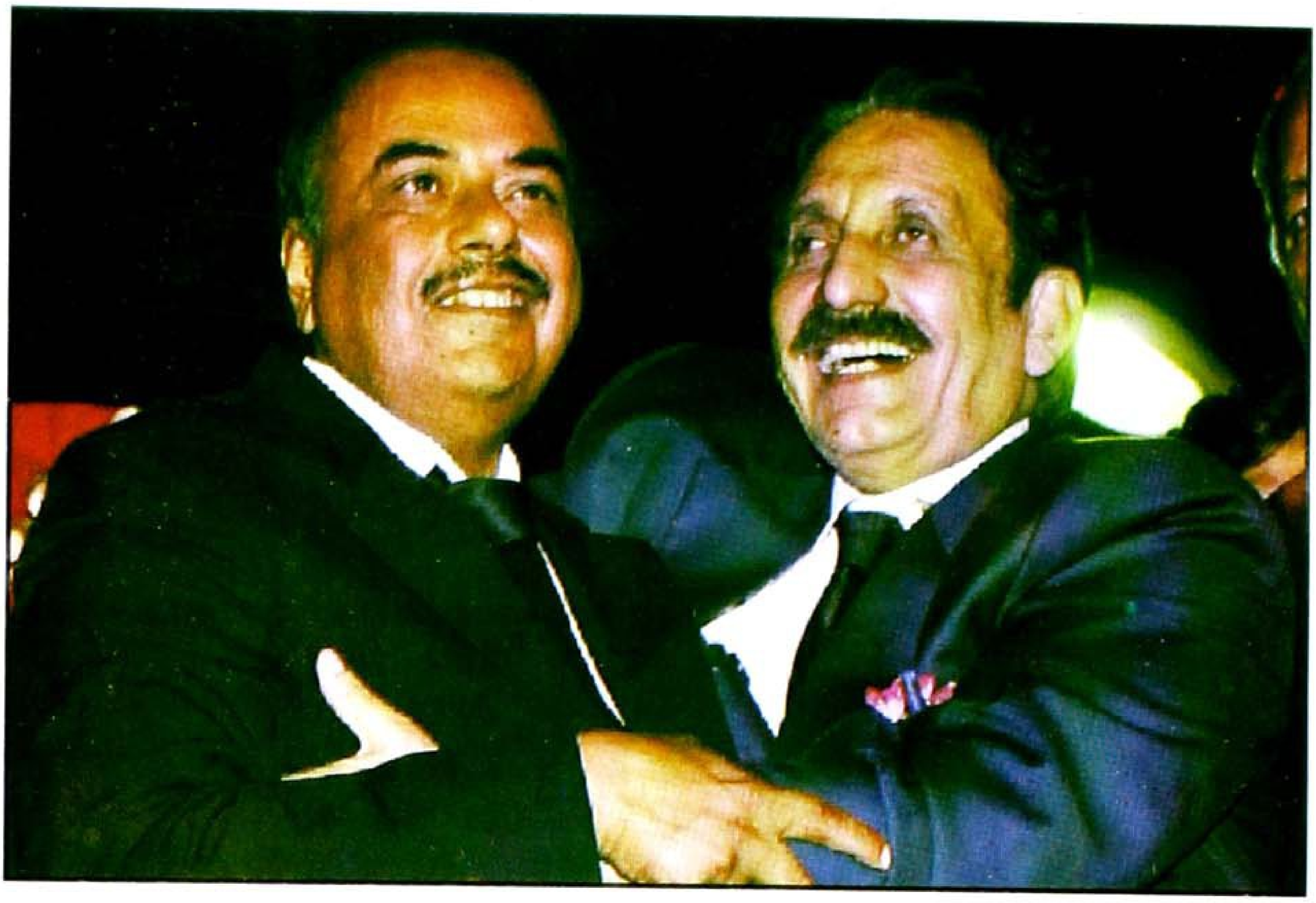

چیف جسٹس افتخار محمد چودھری اور منیر اے ملک خوشگوار موڈ میں

حامد خان (فارمر چیئر مین پاکستان بار کونسل)

Marfat.com

صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری

وزیراعظم جناب یوسف رضا گیلانی قوم سے خطاب کے دوران معزول ججوں کی بحالی کا اعلان کر رہے ہیں

Marfat.com

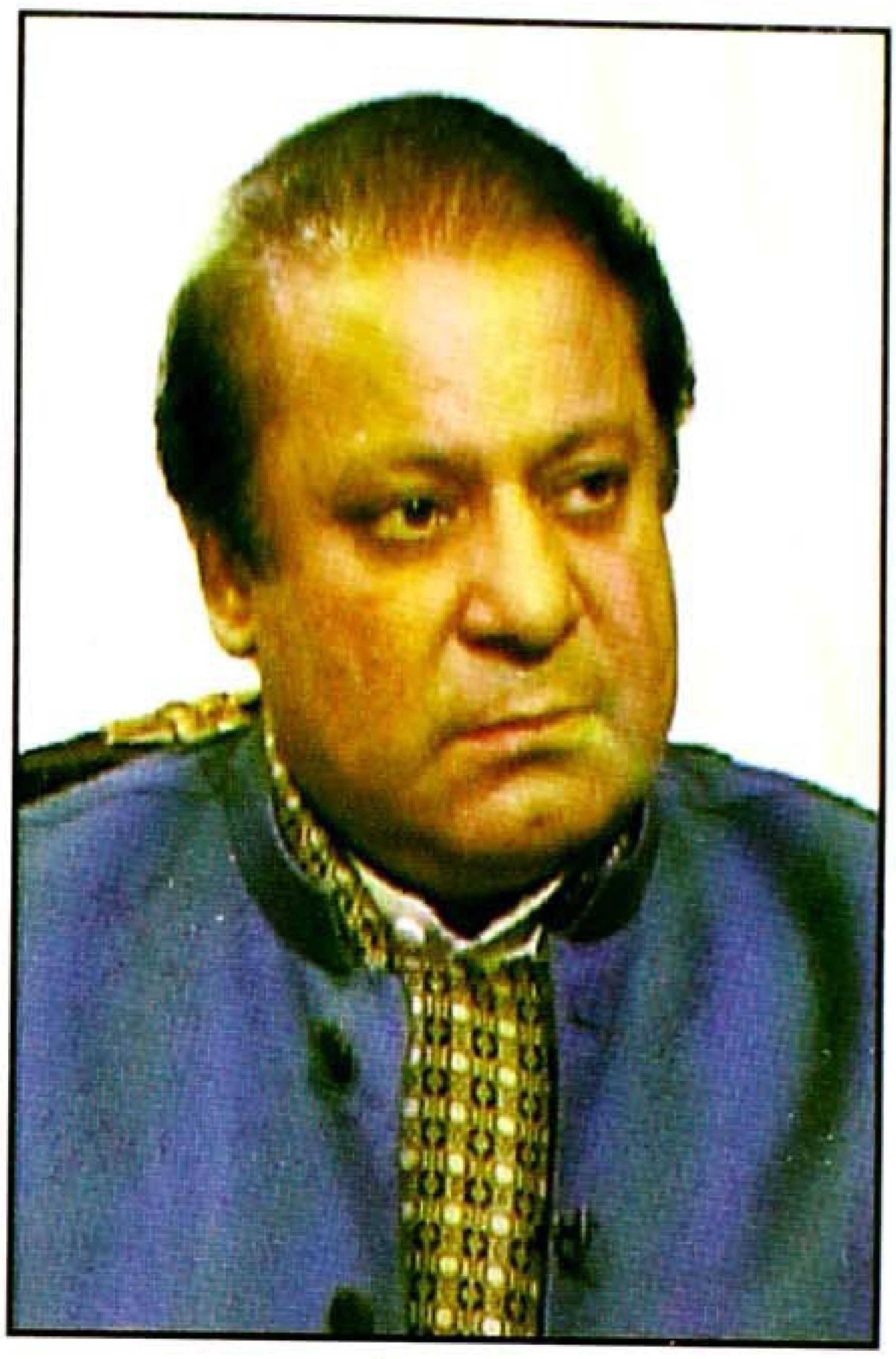

میاں محمد نواز شریف

میاں محمد شہباز شریف

Marfat.com

جنرل (ر) مرزا محمد اسلم بیگ

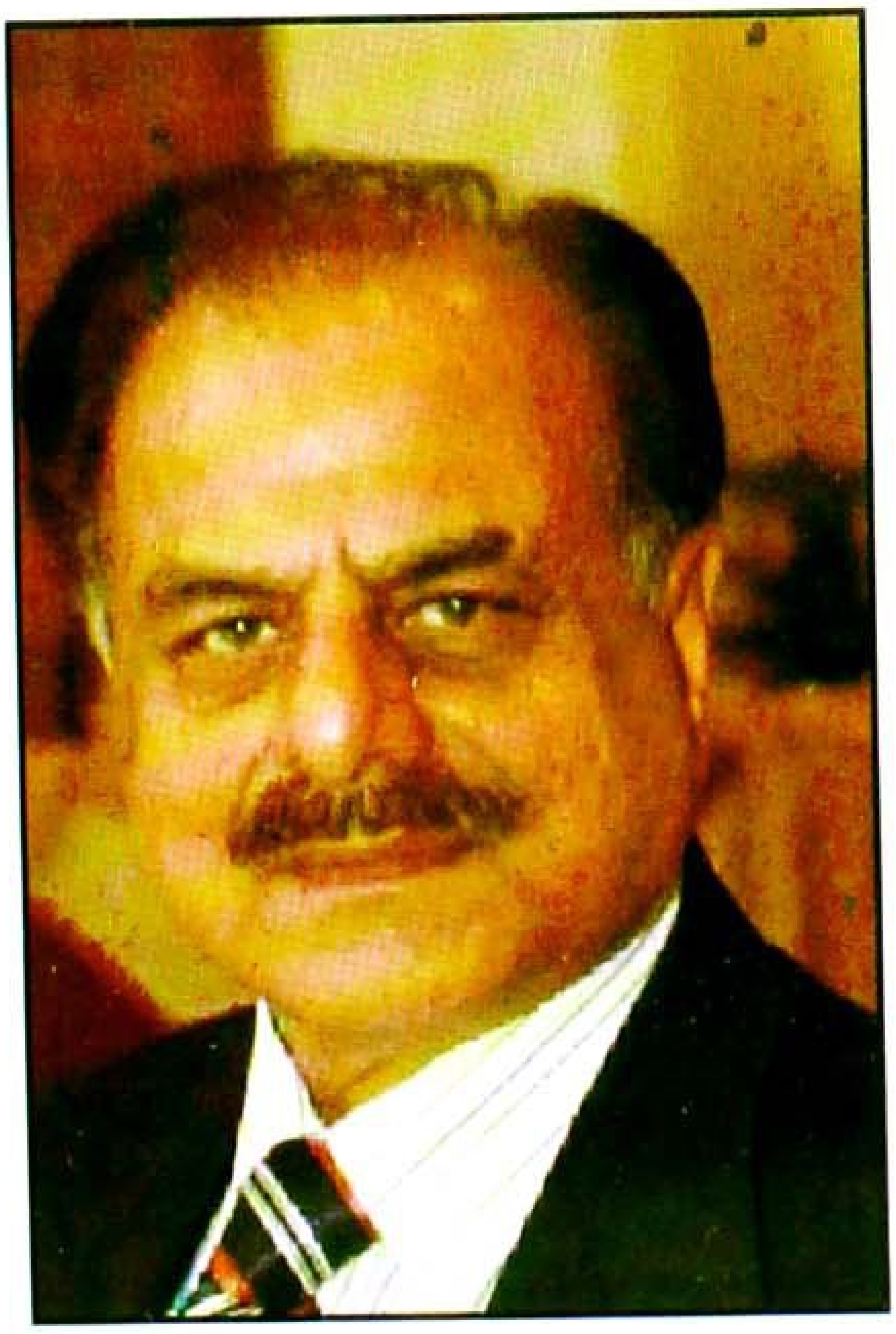

لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل

Marfat.com

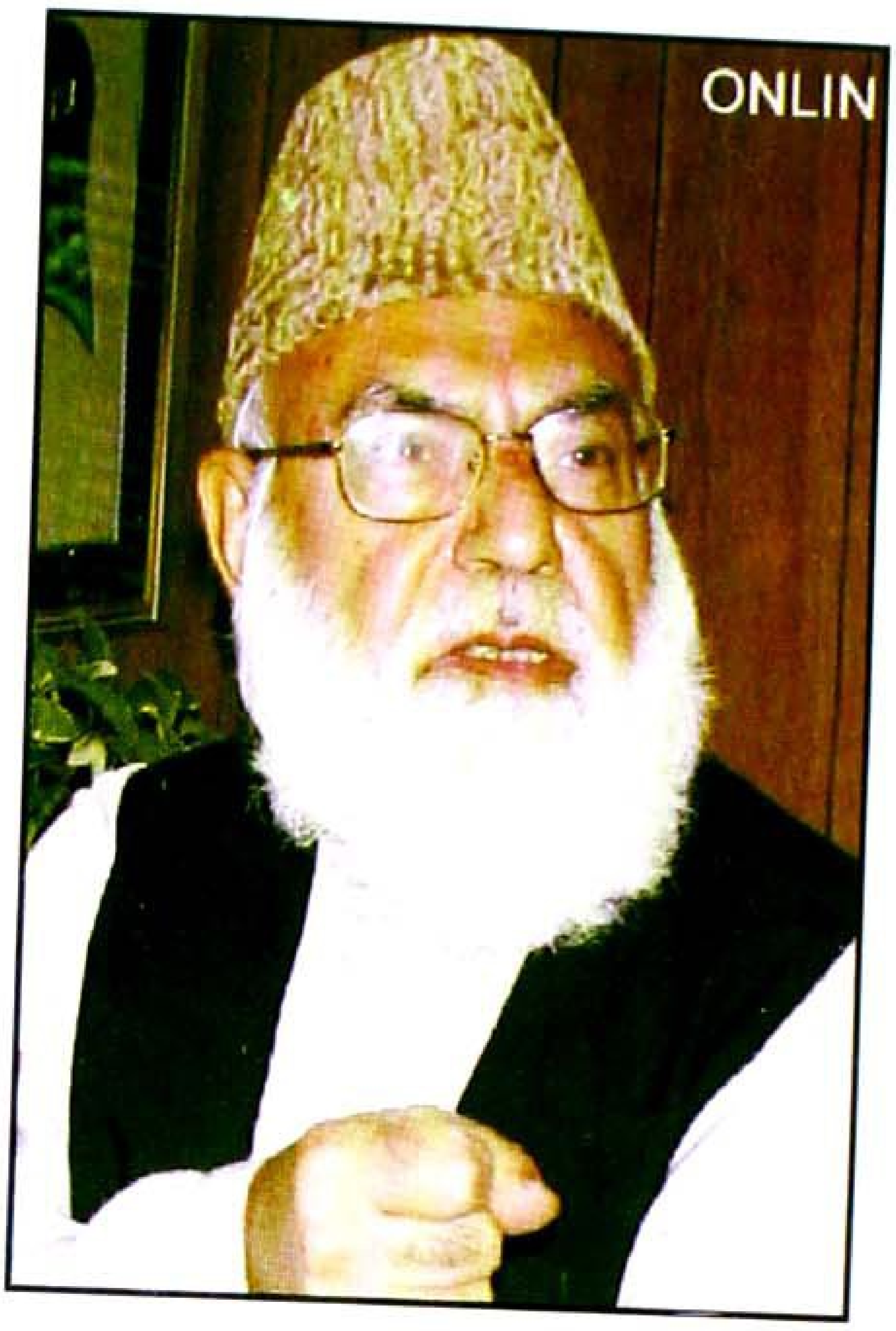

قاضی حسین احمد

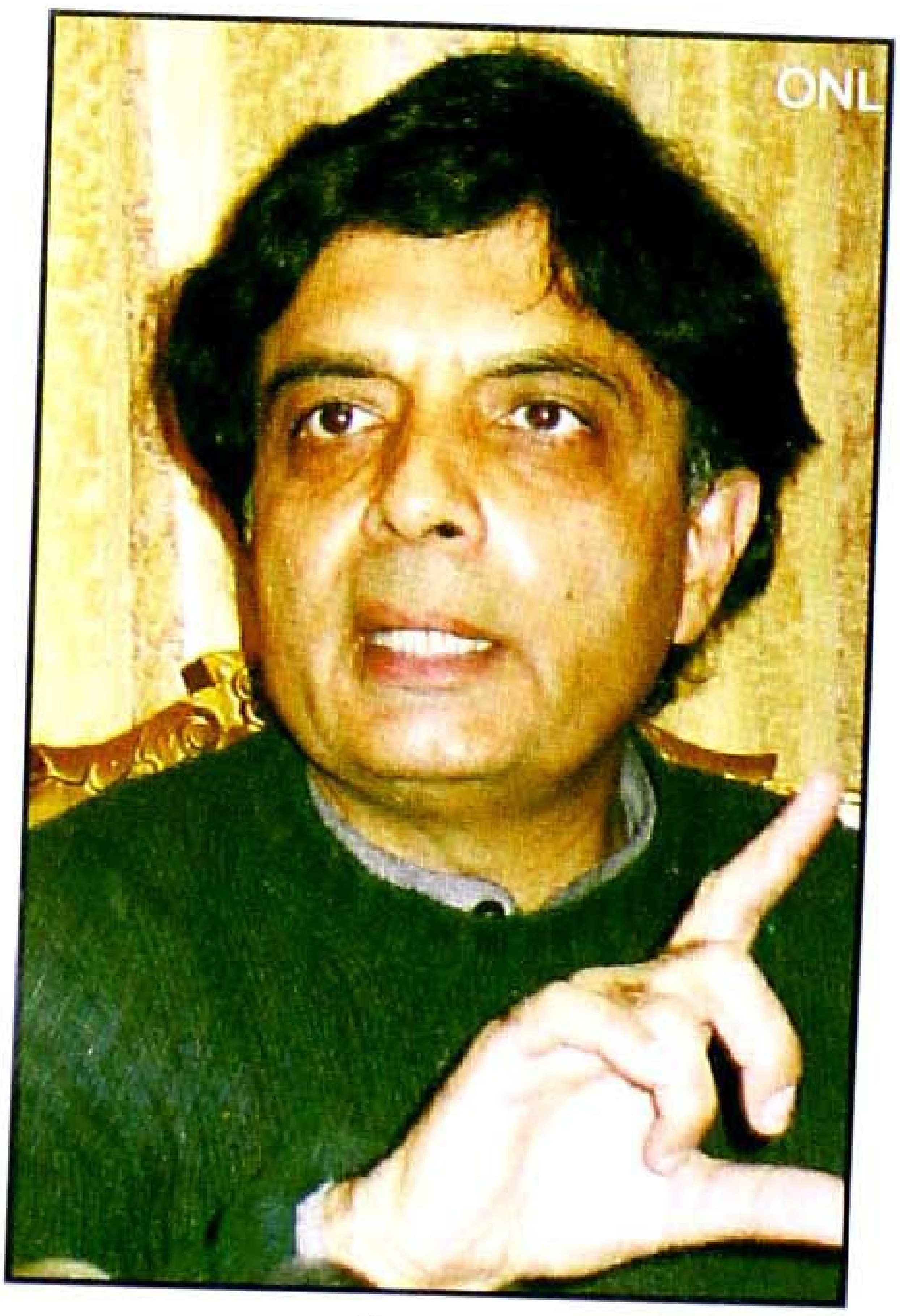

چودھری نثار علی خان

Marfat.com

عاصمہ جہانگیر

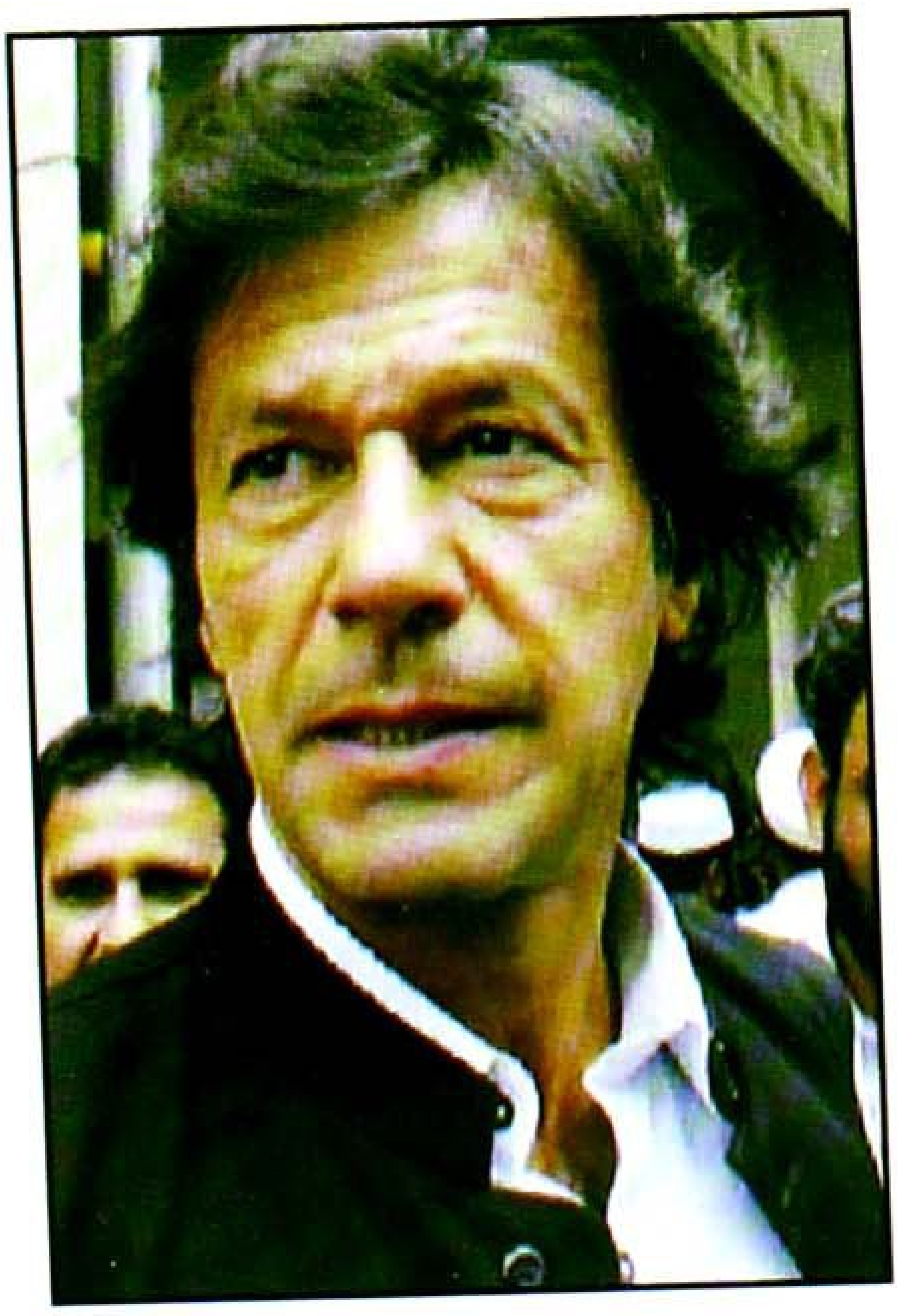

عمران خان

Marfat.com

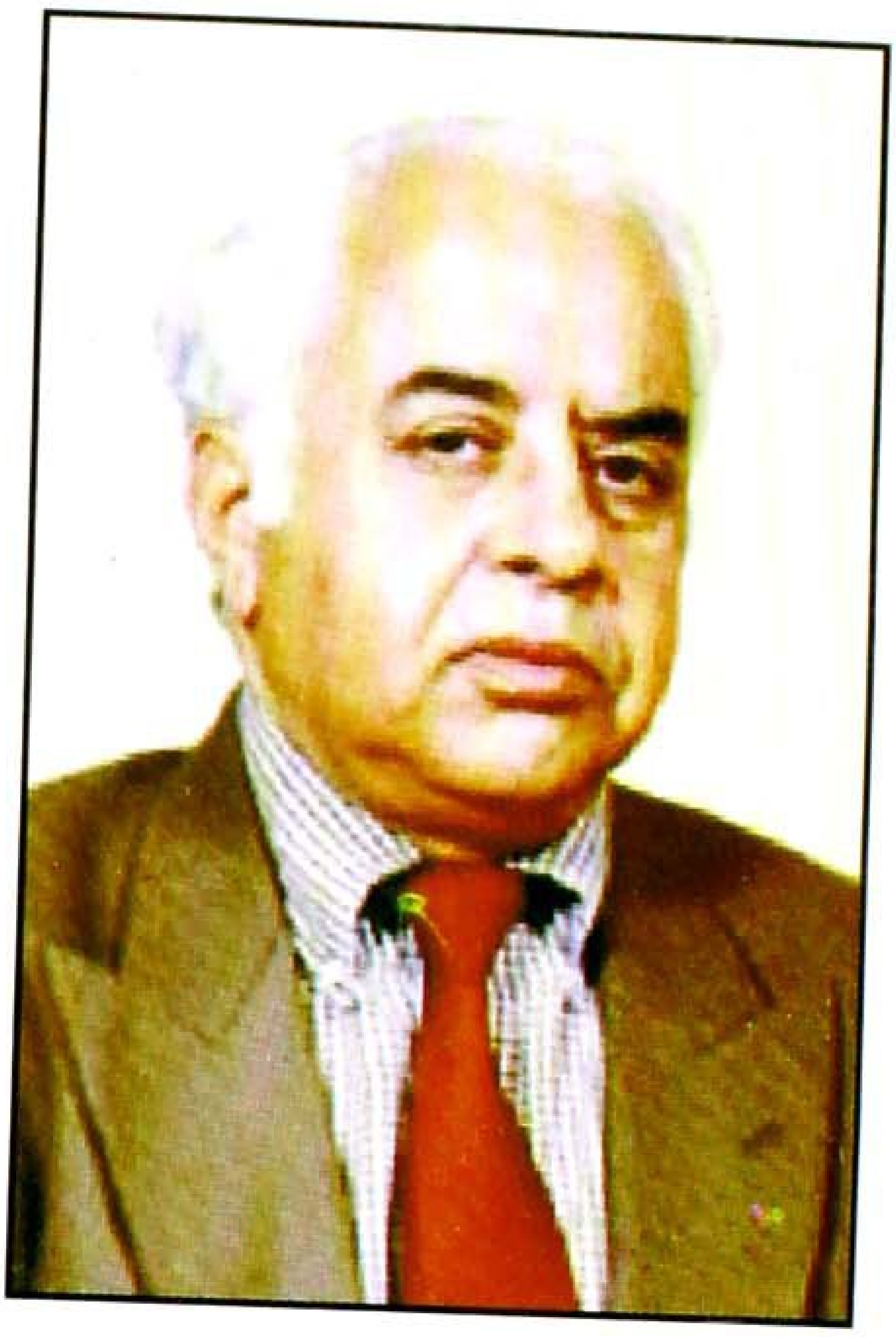

مجید نظامی

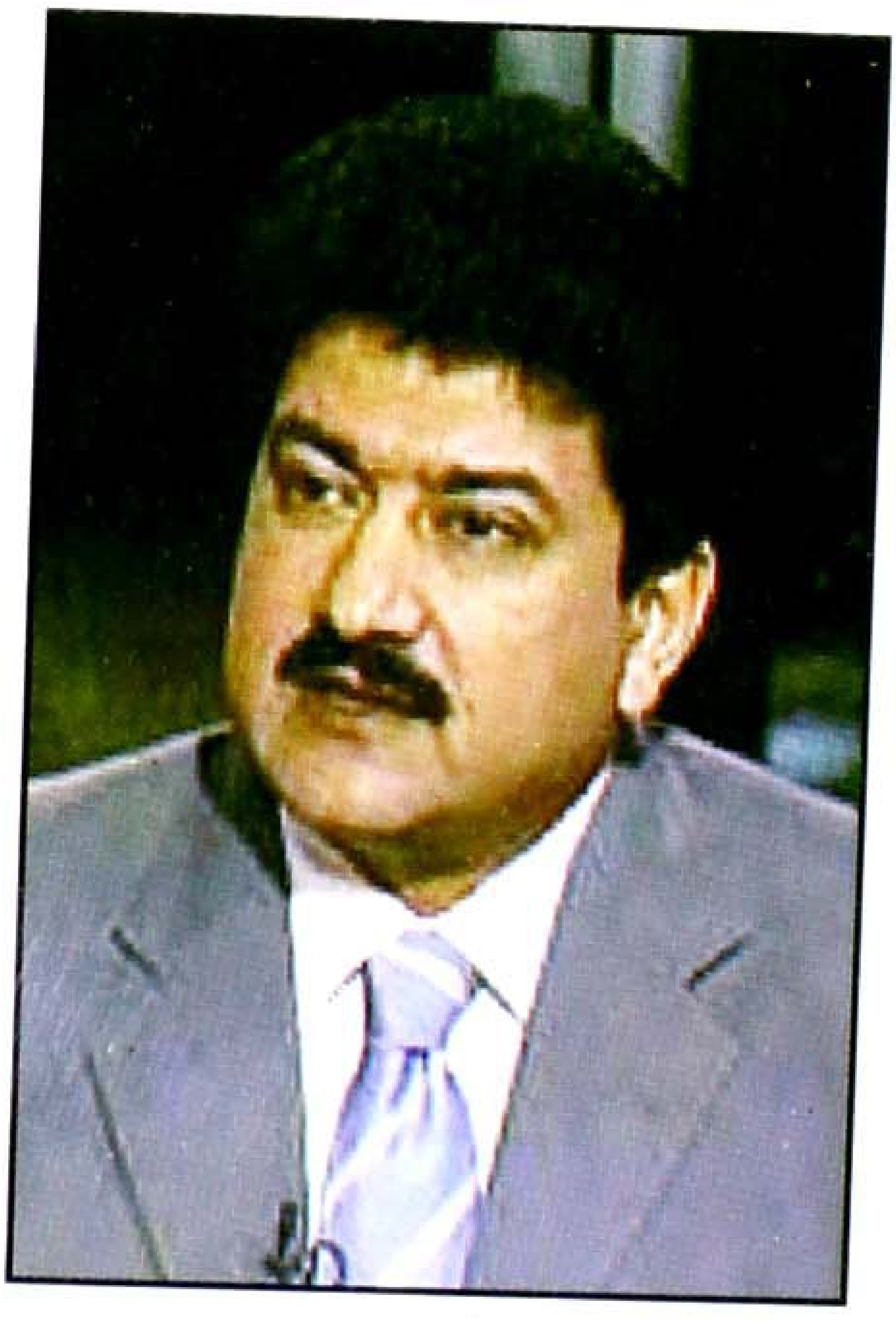

حامد میر

Marfat.com

رانا محمد احمد، رانا اعجاز احمد خان، رانا سجاد احمد
ملک شکیل اکرم، کاشف علی ٹیپو، ملک فلک شیر، علی اشتر نقوی، شاہد نذیر جاڑہ

Marfat.com

Bar Leader
March-April 2008
Volume 32, Number 4
From the American Bar Association
for the leaders of bar associations

Few issues have galvanized the legal profession as much as this one.

From the president of the American Bar Association to many state and local bar leaders, there has been a strong response directed to Pakistan President Pervez Musharraf following his implementation of martial law, which included the disassembly of the Supreme Court there and the arrest of thousands of lawyers and judges last November.

Since then, the crisis has intensified, with the assassination of former Prime Minister Benazir Bhutto, election delays, and continued imprisonment of lawyers. With the instability in Pakistan continuing, some might wonder if the show of support by American lawyers and judgesthrough rallies, proclamations, and discussions with political leadershas had any affect on the situation.

Actually, the support goes a long way, says Rana Ijaz Ahmad, an active member of the bar in Pakistan for more than 40 years.

"The U.S. is the world's model for all the core principles of democracy, fundamental rights, and the rule of law," says Ahmad, who in December visited his son, a lawyer in New York. "So when lawyers in the country stand up for their fellow lawyers in another country, it has far-reaching implications. It sends out a loud and clear message to the governments of Pakistan and the U.S. about the significance of the rule of law."

That was the idea when ABA President William H. Neukom swiftly released a statement of condemnation following Musharraf's actions and called on bars to "speak out as forcefully as you can."

The suspension of Pakistan's constitution, along with the arrest of thousands of lawyers and judges, was a clear breach of the rule of law, Neukom says. "The ABA is committed to protecting the rule of law, and it was immediately evident that a strong response was needed," he notes.

Adds Neukom, "Overall, the reaction among American lawyers was as strong, and as visceral, as anything I've seen in my legal career."

Not a short-term effort

Rana Ijaz Ahmad, the Pakistani lawyer who is a former vice-chair of the Pakistan Bar Council, says it's commendable and reassuring what American lawyers have done in support of their counterparts in Pakistan.

"It bolsters the confidence and credibility of the Pakistani lawyers," Ahmad says. "[American lawyers] have done all the right things so far."

But, he says, it's important to keep at it and persevere. "This is the first time that Pakistan's judges have exhibited independence and integrity on a matter that could possibly shape the future of the system of checks and balances and the rule of law in Pakistan," Ahmad explains. "Therefore, I would urge the American lawyers to continue this struggle with us, the Pakistani lawyers, and not waver until we have accomplished our objectives."

Neukom says that's just what he has in mind: "The ABA will continue to [deliver our message] until the rule of constitutional law is fully reestablished in Pakistan."

Marfat.com

پاکستان عدلیہ کی آزادی
کے لیے چلائی گئی لازوال
اور بے مثال "وکلاء تحریک"
کی چند جھلکیاں

Marfat.com

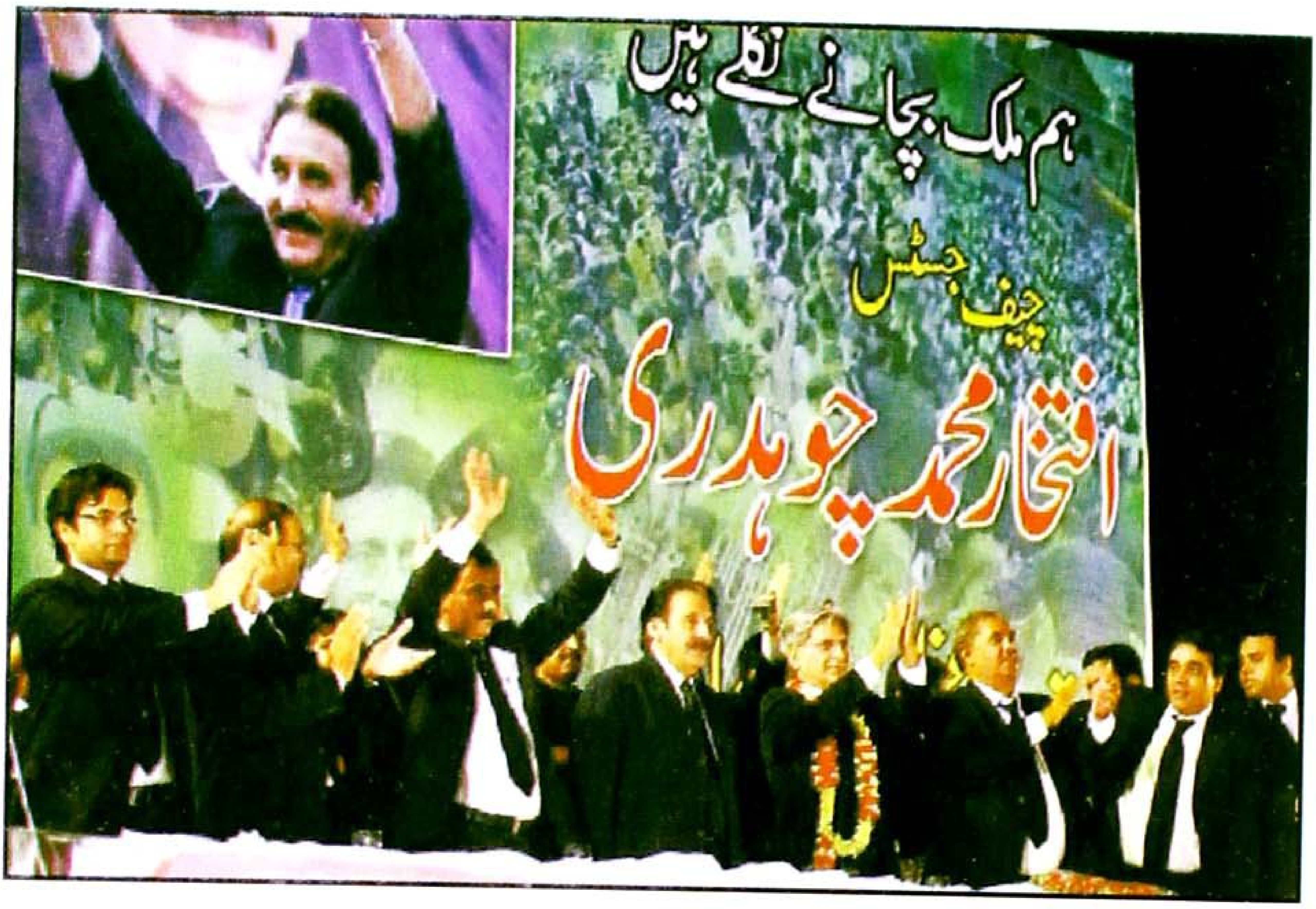
ہم ملک بچانے نکلے ہیں
چیف جسٹس
افتخار محمد چوہدری

Welcome To Honourable Chief Justice of Pakistan
Chaudhary

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

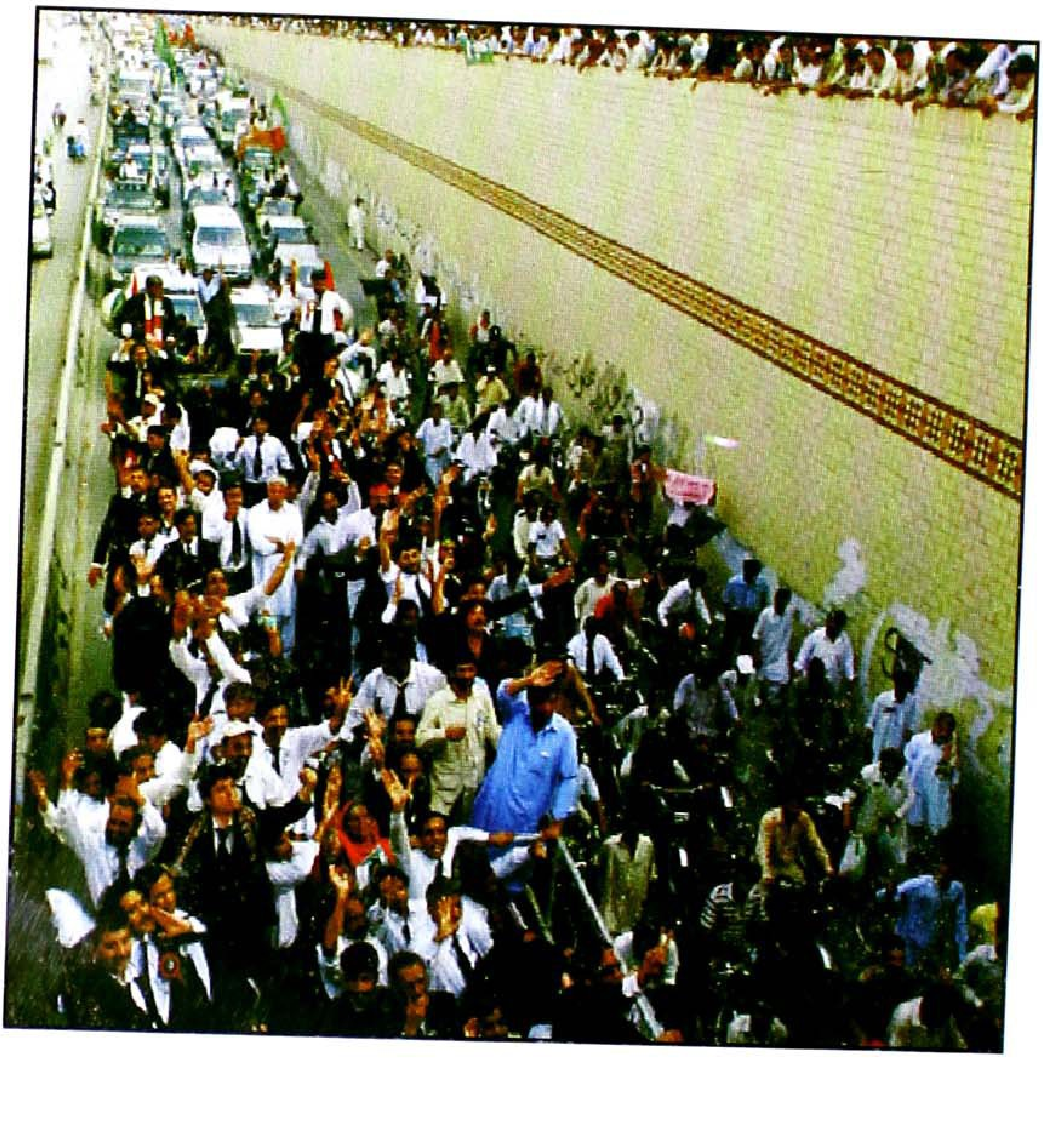

Marfat.com

Marfat.com

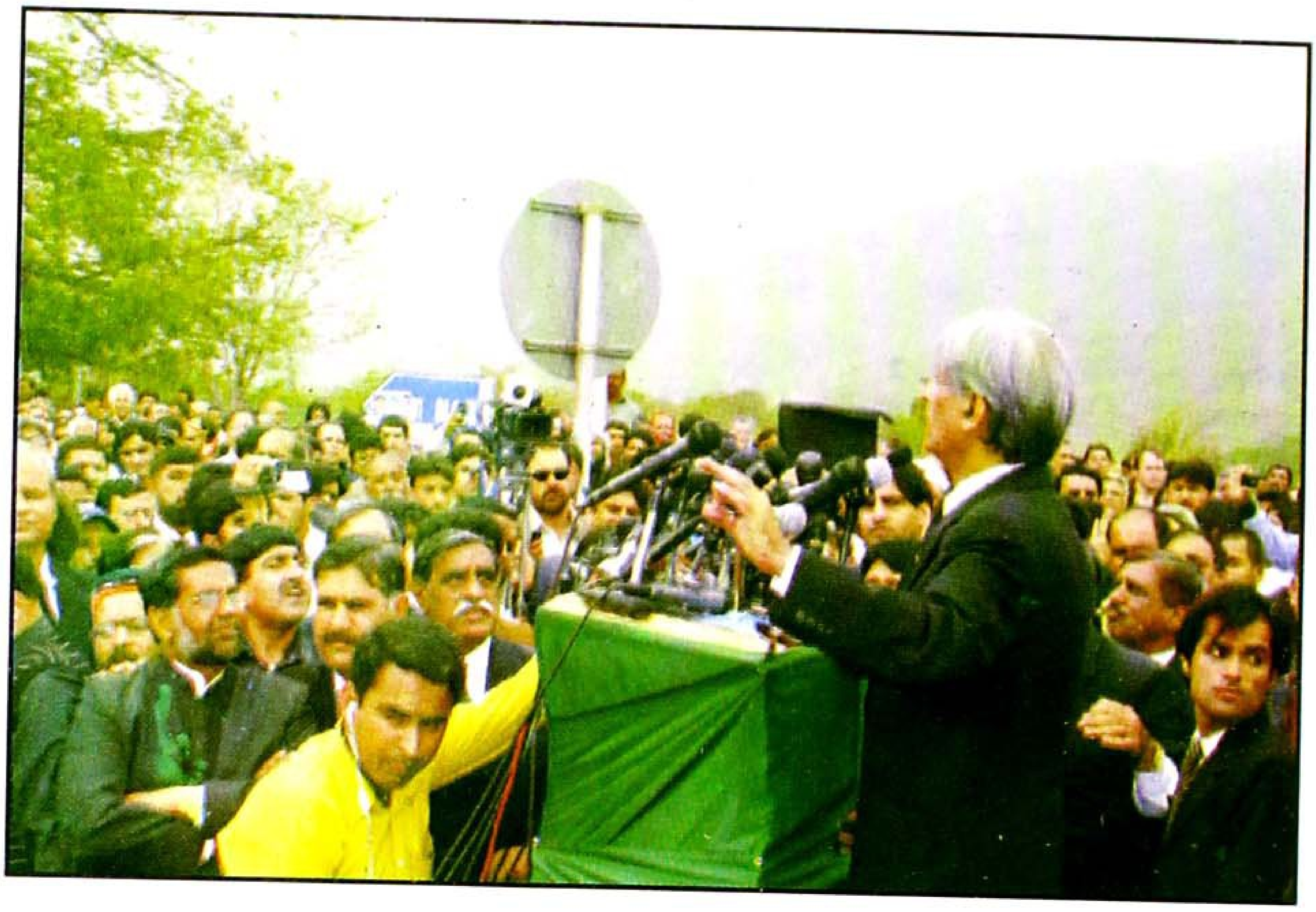

Marfat.com

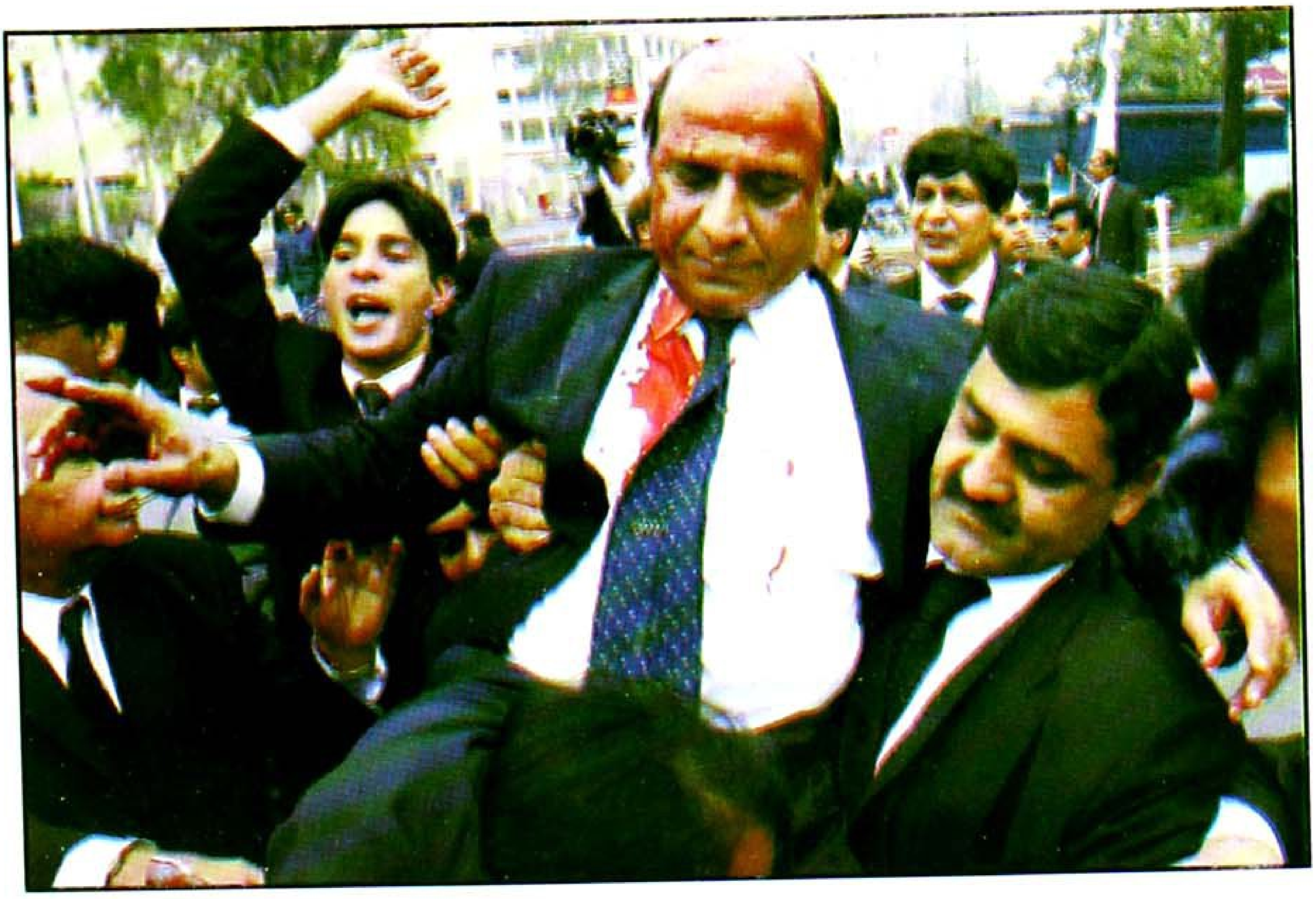

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

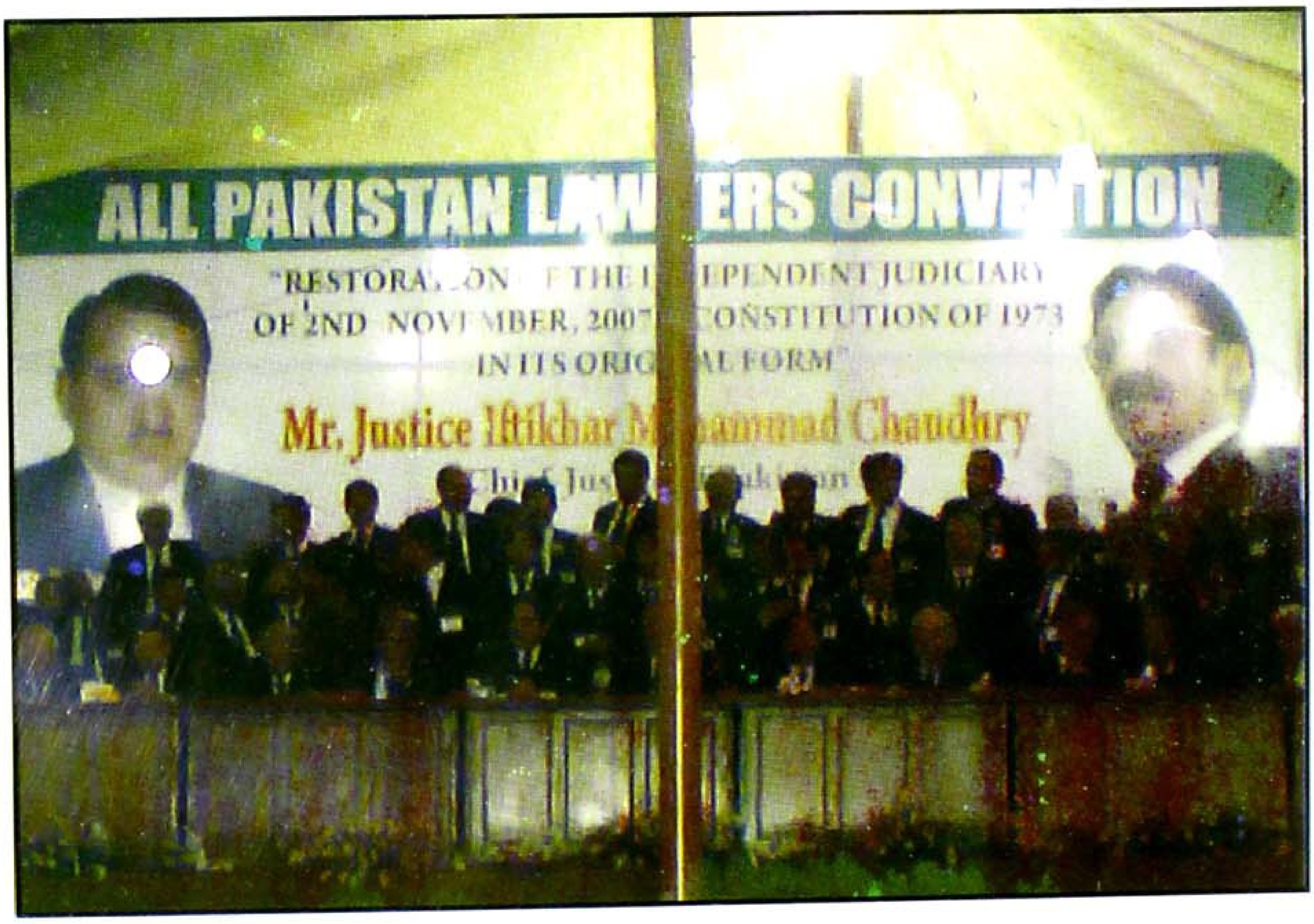
ALL PAKISTAN
"RESTORA
THE
EPENDENT JUDICIARY
OF 2ND NOV
MBER, 2007
ONSTITUTION OF 1973
IN ITS ORIG
AL FORM"
Mr. Justice Iftikhar
Chaudhry

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Rana Ijaz Ahmad Khan

Designby:imranshanawar09

Marfat.com